سوویٹ روس کا نظامِ کار

تصنیف کردہ

مسٹر ایچ۔ این۔ بریلز فورڈ ممبر پارلیمینٹ (لندن)۔

مترجم

مولانا مظہر علی اظہر۔ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور۔

ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب لاہور

(پولیٹکل ہسٹری کے طلباء کے لئے دلچسپ نسخہ)

ناشر:۔ پنجاب اکاڈمی امرتسر

B

فہرست مضامین

اِنتساب ایکاڈیمی

نوجوانانِ ہند کے نام

یہ کتاب جس کو مولانا مظہر علی صاحب اظہر نے بالکل صحیح اور درست الفاظ میں ترجمہ فرمایا ہے۔ ایکاڈیمی ان کے اس کارنیک کو بہ نظرِ استحسان دیکھتی ہے۔ اور یہ کتاب ان بھولے بھالے اور سیدھے سادھے نوجوان طلباءِ ہند کے نام منسوب کرتی ہے۔ جو بیچارے رُوس کے اصلی حالات کی بجائے غلط اور ناپاک پروپیگنڈے کا شکار ہو کر جمہوریت روس کی الٹی سیدھی تصویریں اپنے دماغ میں کھینچتے ہیں انہیں جمہوریت روس کے صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے اس کتاب کا بہ نظرِ غور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ چونکہ یہ کتاب ایک مدبر ممبر پارلیمنٹ مسٹر بریلز فورڈ کی تصنیف مصدقہ تفصیل نظام روس ہے ؎

یہ ٹھیک ہے کہ مصنف نے یہ کتاب ۱۹۲۲ء میں تصنیف کی۔ اس کے بعد چودہ سال کے عرصہ میں کافی ترقی حاصل کر کے موجودہ روس کی شان دُنیا کے تمام ممالک سے نرالی نظر آتی ہے۔ جسکی ترقی کا صحیح اندازہ قارئین کرام از خود اس کے مطالعہ کے بعد لگا سکیں گے لہٰذا ایکاڈیمی کا یہ اولین نسخہ قارئین کی ہدیہ نظر ہے ؎

سیکرٹری پنجاب ایکاڈیمی
امرتسر

M

اِنتساب

رُوس کے اُن مخلص مردوں اور عورتوں

کے نام

جنہوں نے قید جلا وطنی اور موت کے باوجُود عوام الناس کے لئے

آزادی امن اور اخوت حاصل کرنے کے لئے

اپنی زندگی کی شمع کو گُل کر دیا

اظہر

N

آتش پارے

مسٹر سعادت حسن صاحب منٹو ایڈیٹر مصور بمبئی نے اپنے طبع زاد افسانے بالکل جدید طرز میں تحریر فرمائے ہیں۔ ان میں باغ جلیانوالہ کا خونی ڈراما و دیگر واقعات سیاسی کا نہایت موزوں الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے جن کے پڑھنے سے انسان کے جذبات میں ایک تلاطم بپا ہو جاتا ہے۔ تمام افسانے سیاسی واقعات پر مبنی ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ ٭

دیباچہ مترجم

قریباً چھ برس ہوئے جب میں نے مسٹر بریلز فورڈ کی کتاب (HowThe Soviets Work.) "سوویٹ نظام کار" کا ترجمہ شروع کیا اور چند مہینوں میں اوس کو مکمل کردیا خواہش تھی کہ یہ ترجمہ چھپ کر جلدی اُردو دان پبلک کے سامنے آجاتا لیکن ۱۹۳۱ء کی تحریک کشمیر کی سرگرمیوں اور اوسکے سلسلے میں دوسال کی اسیری نے کتاب کی اشاعت کو معرض التواء میں ڈال دیا۔ ۱۹۳۳ء میں ملتان جیل سے میعاد قید گزارنے کے بعد رہا ہوا تو پھر کتاب کی اشاعت کا خیال دامنگیر ہوا ۔

لیکن پھر اچانک پنجاب کونسل کے ضمنی انتخاب میں امیدوار ہونے کے باعث تمامتر توجہ اوس طرف دینی پڑی۔ اور مزید تاخیر کا سامنا ہوا۔ اس طرح ۱۹۳۴ء کا زمانہ آگیا۔ اتفاق سے ایک روز پنجاب اکاڈمی کے ایک معزز رکن جو کہ اپنا نام دینے سے پرہیز کرتے ہیں اُن سے ذکر آیا تو انہوں نے کتاب کی اشاعت کا ذمہ لیا۔ اور خود انتظامات کا بوجھ اُٹھانے کیلئے آمادہ ہوئے ۔

انہوں نے انتظامات فرمانے کی کوشش کی لیکن اس وقت ۱۹۳۵ء کا زمانہ آچکا تھا۔

کتابت ہونے لگی۔ پیشتر اسکے کہ کتابت ہوکر کاپیاں مجھ تک پہنچتیں میں مجلس احرار اسلام ہند کی مجلس عاملہ کے احکام کی تعمیل سفر حج بیت اللہ کا ارادہ کرچکا تھا۔ اسلئے میں کتابت کی اغلاط کی تصحیح کا موقعہ حاصل نہ کرسکا۔ مجبوراً یہ کام احباب کے ذمہ ہی چھوڑنا پڑا۔ خدا سب معاونین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے ۔

اصل کتاب جس کا میں نے ترجمہ کیا ہے ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی۔ ترجمہ جلدی پبلک کے سامنے آجاتا تو میں کچھ اور معلومات بھی پیش کرسکتا اور جدید تراجم یا تصانیف ہدیۂ قارئین کرتا۔ کیونکہ روسی نظام حکومت کے پہلے دس سالہ دور جس کا تذکرہ اس ترجمہ میں ہے۔ مزید آٹھ نو برس گزر چکے ہیں اور اس عرصہ میں بہت سا پانی پل کے نیچے سے بہہ چکا ہے ۔

روس کے علاوہ دیگر ممالک کے آئین اور تغیرات آئین کے متعلق بھی تراجم و تصانیف شائع کرنے کا ارادہ تھا۔ کیونکہ انگلستان جرمنی اٹلی فرانس وغیرہ کے آئین کے ثبات یا بے ثباتی کا مطالعہ ہندوستانی آئین کے سمجھنے یا اسمیں ضروری ترقی و ترمیم سوچنے کیلئے لازمی ہے آج میں کراچی میں سفر حج کیلئے پہنچکر اس دیباچہ کو تحریر کررہا ہوں۔ تاکہ میرے سفر کے اثناء میں یہ کتاب چھپ کر پبلک کی خدمت میں پیش ہوجائے۔ اور میں واپسی پر کسی اور طرف توجہ دے سکوں ۔

مسٹر بریلز فورڈ کی کتاب میں روس کے سوویٹ نظام کی کارروائیوں پر کافی وضاحت سے تبصرہ کیا گیا ہے۔ سوویٹ روس کی ہر بات قابل تقلید نہیں کہا سکتی۔ کیونکہ نہ صرف ہر ملک کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ بلکہ قدیم رواج۔ اثر مذہب۔ ضروریات سیاست اور کیفیات ملکی اپنا رنگ دکھائے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ لیکن یہ کتاب جو ہدیۂ قارئین کی جارہی ہے اس کے مطالعہ سے ہر اہل نظر کو کافی موقعہ مل سکے گا کہ وہ روس جدید کی حکومت اور طریق کار سے

واقفیت حاصل کرے اور روس کے سوویٹ نظام کے متعلق اچھی رائے قائم کرے یا بُری۔ وہ رائے علم پر مبنی ہو نہ کہ جہالت پر۔ اصل حالات سے آگاہی حاصل کئے بغیر یہ کہہ دینا کہ روس میں جو کچھ ہو رہا ہے بہت اچھا ہے یا جو کچھ ہو رہا ہے بہت بُرا ہے۔ تنقید کرنے والوں اور تنقید سننے والوں کو کسی مفید نتیجہ تک نہیں پہنچا سکتا۔ رُوسی قوم کے حالات۔ ان کی سیاسی معاشرتی تمدنی ضروریات۔ سرمایہ اور افلاس کی کشمکش کی طویل داستان سے اگر کماحقہٗ واقفیت نہ ہو تو اس تبدیلی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا جو دُنیا کے ایک بہت بڑے حصہ میں رونما ہوئی اور ہو رہی ہے

میں اس کتاب کو اس لئے قارئین کرام کے سامنے لا رہا ہوں۔ کہ وہ صحیح صورت حال سے واقف ہو کر بہتر رائے قائم کر سکیں اور غلط فہمی کی بنا پر تعصبات میں گرفتار نہ رہیں۔

اصل کتاب امریکہ میں شائع ہوئی۔ اہل امریکہ نے VANGWARD STUDIES OF SOVIET RUSSTA. (سوویٹ رُوس کا وینگارڈ" سلسلہ کے نام سے چند کتابیں لکھوائیں۔ جو نیویارک شہر کے وینگارڈ پریس میں شائع ہوئیں۔ ییل یونیورسٹی کے پروفیسر مسٹر جیرومی ڈیوس نے اس سلسلہ کو مرتب کیا۔

میں مسٹر جیرومی ڈیوس کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ کہ انہوں نے براہِ نوازش مجھے اس کتاب کے ترجمہ کے شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

میں ان سب احباب کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس ترجمہ کی اشاعت میں مختلف مرحلوں پر میری امداد فرمائی ہے۔

اِس دیباچہ کو زیادہ طویل کرنے سے بہتر یہی ہے۔ کہ میں اُن دونوں دیباچوں کو جو مسٹر جیرومی ڈیوس اور مسٹر بریلز فورڈ نے لکھے ہیں ترجمہ کر کے شامل کتاب کر دوں۔ تاکہ

اصل مصنّف اور مُرتّب کی غرض بھی پبلک کے سامنے آجائے ۔

منظر علی اظہر

سُلطانہ ہوٹل ۔ کراچی

۱۴ر فروری ۱۹۳۶ء

تمہیدِ مرتّب

انقلاب روس نے مرض جنگ میں مبتلا دنیا کو حیرت زدہ کردیا۔ اور بیسویں صدی کے سب سے زیادہ دلیرانہ سیاسی اور اقتصادی تجربہ کو دنیا کی آنکھوں کے سامنے رکھدیا۔ متاثر شدہ علاقے کی وسعت نئی تبدیلیوں کی غیر معمولی نوعیت اور بین الاقوامی تعلقات پر پیدا شدہ اور جباری اثر کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ تاریخ حاضرہ میں نیکی کے لئے ہو یا برائی کیلئے انقلاب روس سے بڑھ کر کوئی واقعہ نہیں۔ اکثر امریکن لوگ بھول جاتے ہیں کہ لینن اور اس کے انتہائی اشتراکی (کمیونسٹ) پیروؤں کو عنان حکومت سنبھالے دس برس گذر چکے ہیں۔ زود رفتار انقلابی تبدیلی کا زمانہ کٹ چکا ہے۔ اب روس جفاکشی سے آہستہ آہستہ کوئی مختلف چیز کوئی بے نظیر چیز کوئی ایسی چیز جسکی آخری منزل مقصود کے متعلق کوئی پیشین گوئی نہیں کی جا سکتی بنا رہا ہے

امریکہ ابتدا سے ہی سرزمین ایجاد رہا ہے۔ نہ فقط سائنس کی ایجادات میں بلکہ محسود قطب شمالی تک پہنچنے اور دنیا کے دوسرے غیر دریافت شدہ علاقوں کے حالات معلوم کرنے کیلئے اہل امریکہ نے فیاضی سے جانی و مالی قربانی دی ہے۔ آج ہم ایک ایسی عظیم الشان قوم کے حالات سے بے بہرہ ہیں۔ جو تمام عالم کے چھٹے حصے پر پھیلی ہوئی ہے۔ اوس کے اور ہمارے

درمیان تعصب۔ غلط فہمی اور پراپیگنڈا کا ایک بحرِ اوقیانوس حائل ہے۔ ہم سوویٹ حکومت کے متعلق تاحال ایک سخت سرکاری قرنطینہ قائم کئے بیٹھے ہیں۔ اس کا نتیجہ لاعلمی ہے جیسا کہ ہماری حکومت کے اعلیٰ ترین ارکان" میں سے ایک نے بڑی صفائی سے اقبال کیا ہے اور کہا ہے۔ کہ سفارتی تعلقات کے انقطاع کی صورت میں ایسا ہونا ناگزیر ہے۔ جج گیری اس فتوے کی تصدیق کرتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ بہت سے دوسرے امریکنوں کی طرح میں بھی موجودہ روس کی صورت حال سے بے خبر ہوں ٭

ہر سائنسدان خوب سمجھتا ہے کہ آج کی دنیا میں جہالت سب سے خطرناک طاقتوں میں سے ہے سوویٹ نظام خواہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو۔ ہمیں اس کا پورا پورا علم ہونا چاہئیے۔ برعکس اس کے پراپیگنڈا اور سنی سنائی باتیں ہم پر مسلط رہی ہیں ٭

امرِ واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ دس برس میں دنیا کے ہر حصہ میں ممتاز فصحا نے اپنے سامعین کے نعرہ ہائے تحسین اور اظہار شادمانی کے درمیان بالشویک حکومت کا اپریشن اور اعضا شکنی کی ہے اور اسے کفن پہنا دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آج بالشویک حکومت پہلے سے زیادہ مضبوط اور زیادہ غیر متزلزل ہے۔ اور اس کے قائد اتنے عرصے سے برسر اقتدار ہیں کہ کرۂ ارض کی کوئی اور وزارت اتنا عرصہ زمام حکومت نہیں سنبھال سکی۔ یہ بہترین موقع ہے کہ ہم اس حکومت کو ایسے عالمانہ اور غیر جانبدارانہ طریق سے سمجھنے کی کوشش کریں جو ہمارے امکان میں ہو۔ اور ہم سخت محاورات یا قابل اعتراض اور متنازعہ پرور عقائد خاص سے احتراز کریں۔ یقیناً دنیا قعر جہالت میں اس قدر غرق نہیں ہو چکی۔ کہ ہم سوویٹ نظام کے دس برس تک حکمران رہنے کے بعد بھی ہم روس کے متعلق کوئی مشترکہ مغز صداقت دریافت نہ کر سکیں ٭

خواہ انتہائی اشتراکیوں کو "سوسائٹی کے خطرناک دشمن" خیال کیا جائے۔ خواہ انہیں "نوع انسانی کے نجات دہندہ" تصور کیا جائے فیصلہ صادر کرنے سے پہلے ہمیں واقعات کا علم تو ضرور ہونا چاہئے۔ خواہ ہمارے معتقدات کچھ ہی کیوں نہ ہوں ہمیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ بالشویک سیاسی عناں گیری کے میدان میں ایک حیرت انگیز نرالی کل ایجاد کر رہے ہیں۔ ان کا تجربہ عالمانہ مطالعہ کا مستحق ہے نہ کہ جارحانہ لشکروں کا۔ باخبر تنقید کا نہ کہ دشنام طرازانہ القاب کا ۔

گزشتہ ایام میں امریکہ میں ہر قسم کے پروپیگنڈا کا ایک طوفان آیا رہا ہے۔ ڈاکٹر ای۔ اے راس نے روس کے متعلق اپنی کتاب کو "اپنے امریکن بھائیوں سے جو روس کے متعلق جھوٹے پراپیگنڈے سے تنگ آچکے ہیں" منتسب کیا ہے۔ ڈاکٹر راس نے "زہریلی گیس سے حملہ" کے نام سے جو باب رقم کیا ہے۔ اسمیں ان انچاس کہانیوں کی فہرست دی ہے جو امریکہ میں پھیلائی گئی تھیں لیکن بالآخر بالکل غلط ثابت ہوئیں۔ دیگر مصنفین نے بھی ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے ۔

والٹر لپمین نے جو اخبار "نیویارک ورلڈ" کا مدیر اعلیٰ ہے۔ روسی خبروں کے متعلق اپنے مضامین میں جو اخبار نیویارک ٹائمز میں شائع ہوئے ان "واقعات اور موضوعات" کی حماقت، عدم صحت اور دروغ کا پردہ چاک کیا ہے جو خبروں کی حیثیت سے شائع ہوتے رہے۔ جن مضامین اور کتب نے اس مسئلہ میں دیانتداری سے بحث کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ بھی ناکافی رہی ہیں یا تو وہ بہت عمومی حیثیت رکھتی تھیں۔ یا وہ بالکل مختص واقعات سے متعلق تھیں اور اس لئے ایسی مختصر کہ انکی کوئی وجہ یا وقعت نہ تھی۔ اکثر تو ان کی بنا ایسے اشخاص کے مشاہدہ پر تھی جنہوں نے محض چند ہفتے روس میں سفر کیا۔ اور وہ وہاں کی زبان سے بالکل ناآشنا تھے ۔

موجودہ سلسلہ کتب کی غرض یہ ہے کہ زمانہ حال کے روس کے اہم مسائل کے متعلق ضروری موثق اور درست اطلاع بہم پہنچائی جائے۔ ہم نے کوشش کی ہے۔ کہ زمانہ حال کے مناظر کا بیان جہاں تک ممکن ہو عالمانہ صحت بیانی سے کیا جائے۔ ہر مصنف کو منتخب کرتے وقت ہمارا مقصد یہ رہا ہے کہ ہم اُسے چُنیں جو اپنے سابقہ تجربہ اور تربیت کی بناء پر اپنے خاص مضمون کے بارے میں ایک ماہر کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر حالت میں ہم نے ان کو منتخب کیا ہے جو طویل عرصہ روس میں مقیم رہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی کتابیں روس ہی میں تحریر کیں یا ان کو جنہوں نے اپنے مضامین خاص کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے روس کا سفر خاص طور پر اختیار کیا۔ ہمنے کوشش کی ہے کہ اس سلسلہ تصنیفات کو جامع بنادیں تاکہ روس کی گوناگوں مسائل ارتقائی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑ سکے ۔

ہر کتاب ایک اہم مضمون کیلئے مخصوص ہوتی ہے۔ لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان کو تفصیلی اور صحیح واقعات قابل خواند شکل میں دستیاب ہوں۔ وہ یہاں مل سکتے ہیں۔ حکومت کی مشینری کے تجزیہ سے لیکر مدرسے کے نظام تک تمام اطلاعات تدریجاً قلمبند کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ تصنیفات میں کچھ تکرار مضامین ناگزیر تھی۔ مرتّب کا خیال ہے کہ یہ تکرار پسندیدہ ہے۔ کیونکہ ہر مصنّف اپنے مضمون پر اپنے خاص انداز میں بحث کرتا ہے اور اپنی معلومات کی روشنی میں اپنی طبیعت کے مطابق زور دیتا ہے ۔

اس بات کی کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی۔ کہ متضاد کیفیات کو حذف کر دیا جائے۔ تاہم وہ نہایت ہی کم ہیں۔ جہاں سب کی شہادت متفق ہے اخذ کردہ نتائج ناقابل تردید طور پر مضبوط ہیں۔ جہاں اختلافات موجود ہیں۔ وہاں قارئین کو شہادت کے زیادہ احتیاط سے وزن

کرنے کی خواہش ہونی چاہیئے۔

یہ امید کرنا غالباً حد سے تجاوز کرنا ہے کہ منظم پراپیگنڈا کرنیوالی جماعتیں دریافتِ حقیقت کی ان دیانتدارانہ کوششوں کو بدنام کرنے سے احتراز کر سکیں گی۔ شاید تردید میں یہ کہنا کافی ہو کہ اس وقت تک امریکہ میں یا اور کہیں جہاں تک مجھے علم ہے کوئی اس طرح کی کوشش نہیں کی گئی کہ روس کے متعلق تربیت یافتہ ماہرین کے ذریعے صحیح معلومات حاصل کی جائیں۔ باخبر تنقید کی گنجائش ندارد ہے جب تک اس طرح کے عالمانہ مطالعہ سے متضاد نتائج کا ثبوت مہیا نہ کیا جائے۔ اوس حالت میں بھی امتدادِ زمانہ ہی آخری صداقت کا اعلان کر سکے گا۔ کوئی مخلص اور غیر متعصب عالم اس بات پر افسوس نہیں کرے گا کہ عملی بالشوزم کے پہلے تجربہ کو جو دنیا میں ہوا سمجھنے اور بیان کرنے کی کوشش کی گئی۔ گو اوس کے تجزیہ میں کچھ غلطیاں ہو ہی گئی ہوں ۔

ان تصنیفات میں نہ فقط وہ معلومات درج ہیں۔ جو تاحال مہیا ہو سکیں۔ بلکہ وہ اغلباً مستقل قدر و قیمت رکھیں گی۔ آئندہ زمانے میں کوئی حقیقی مورخ جو روس کے عظیم الشان سیاسی زلزلہ کے متعلق واقعات کا ماہر بننا چاہے گا۔ ان تصنیفات کو نظرانداز نہیں کر سکے گا۔ کیا روس دنیا کے خونخوار مطلق العنانوں کی ظالم ترین ڈکٹیٹر شپ ہے؟ کیا روس اس نئی دنیا کی تعمیر کا پہلا زینہ ہے جس کی خصوصیت صنعتی جمہوریت ہوگی؟ ہم یہاں تاریخ کا آخری فیصلہ بیان کرنا نہیں چاہتے لیکن ہم یہ دعویٰ ضرور کرتے ہیں کہ ہم نے واقعات کو پیش نظر کرنے کی ایک مخلصانہ کوشش کی ہے ۔

شکریہ کے مستحق ہیں وہ مصنف جنہوں نے جفاکشی سے کوشش کی ہے حقیقت کو جیسا

اردو بک سٹال امرتسر کی پولیٹیکل کتب کی مختصر فہرست

انقلاب فرانس - پُرزور انداز میں کامریڈ باری -
بی - اے علیگ کی شاہکار قیمت ۱۲ر

روحِ سیاست - سیاسی ڈرامہ ہے -

موجودہ لندن کے اسرار - ایک پولیس انسپکٹر کی
تصنیف جس نے لندن کے بدمعاشوں کے ہتھکنڈوں
سے تنگ ہو کر عوام کو اُن سے بچنے کیلئے اس کتاب کے
ذریعہ آگاہ کیا ہے قیمت عہ ر

انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رُخ -
اس میں غدر کے حالات دلپذیر پیرائے میں انگریزی
وقت کی رپورٹ پر مبنی واقعات کا اظہار کیا گیا ہے -
شیخ حسام الدین صدر مجلس احرار امرتسر کا بہترین نسخہ عہ

غدر دہلی کے افسانے بارہ حصوں میں - بڑے
دردناک الفاظ میں اوقات غدر کا صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے
خواجہ حسن نظامی کی اعلیٰ ترین تصنیف ہے - للعہ

انقلاب اعظم - ڈاکٹر لیبان کی کتاب قوموں کی ترقی
وتنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ عا

دربار اکبری - اکبر بادشاہ کے نورتنوں کی رزم بزم
شادی وغم ہندو مسلم ملاپ صر

سفرنامہ ہندوستان } مصنفہ خواجہ حسن نظامی
سفرنامہ یورپ }

سیر ایران - مولانا محمد حسین آزاد عہ

میری کہانی - کامریڈ جواہر لعل نہرو کی انگریزی
کتاب اپنی زندگی کا ترجمہ دو حصے ۴ روپے

تلاشِ حق - مہاتما گاندھی کی زندگی کے حالات
۲ حصص - قیمت عا

مضامین مہاتما گاندھی - عہ ایک روپیہ

تقاریر مولانا محمد علی مرحوم دو حصص عہ

تقاریر مولانا ظفر علی خاں مدیر زمیندار دو حصص عہ

تقاریر مسٹر سی - آر - داس - ۳ر

مقدمہ بال گنگا دھر تلک

مضامین مولانا ابوالکلام آزاد ۱ تا ۲۲ حصص -
چند ضبط ہیں - آٹھ روپیہ دس آنہ

نپولین - از کے - ایس حمید قیمت ۸ر

اتاترک مصطفےٰ کمال کے ایس حمید عا

دنیا میں دوزخ - از چودھری افضل حق ایم ایل سی -
جیل کے قیدی ہوتے ہوئے جیل کی زندگی کی تفصیل ۱۲ر

علاوہ ازیں ہمارے شو روم سے آپ کو ہر قسم کی اردو کتب آرڈر دینے سے مہیا کی جا سکتی ہیں خواہ سٹاک میں ہوں یا نہ۔ لیکن قیمت اصل ہی چارج ہوگی۔ خواہ کہیں سے منگوا کر دیں ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجنے پر فہرست کتب مفصل اردو بک سٹال سے مفت وصول ہو سکتی ہے ٭

پنجاب اکاڈمی امرتسر

(ورکرز پریس نزد ایم اے او کالج امرتسر میں باہتمام غلام جیلانی پرنٹر چھپا)

انہوں نے دیکھا ویسا بیان کیا۔ اور وہ ناشر جنہوں نے اس سلسلہ کے قابل قدر اور مفید بنانے میں امداد کی اور وہ سب لوگ جن کی محنت نے۔ وہ دماغی تھی یا دستی۔ یہ کتابیں امریکن پبلک کے سامنے رکھیں۔ ہم مسٹر ایلین وارڈل کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے اخراجات برداشت کئے ؎

جیروم ی ڈیوس

ییل یونیورسٹی

مشاہیر ایکاڈیمی

ادبیات

۱۔ جناب پنڈت برجموہن صاحب کیفی دتاتریہ

۲۔ جناب اختر شیرانی ایڈیٹر رومان لاہور

۳۔ جناب احسان بن دانش

۴۔ جناب حسرت موہانی ایڈیٹر مستقل کانپور

موجودہ سیاسیات و سوشلزم

۱۔ چودہری افضل حق صاحب ایم۔ایل سی

۲۔ ڈاکٹر ستیہ پال ایم۔بی۔بی۔ایس۔بی ایس سی
صدر انڈین نیشنل کانگریس کمیٹی پنجاب۔

۳۔ پرتاپ سنگھ ایم۔ اے۔ امریکن

۴۔ کامریڈ رام چند بی۔اے سابق ایڈیٹر
بندے ماترم

۵۔ ویرندر جی ایم۔ اے ایڈیٹر پرتاپ لاہور

۶۔ کامریڈ موہن لعل ایڈیٹر کرتی امرتسر

۷۔ ماسٹر موتا سنگھ بی۔ اے۔

ترجمہ معہ تبصرہ

۱۔ مولانا مظہر علی اظہر ایم ایل سی ایڈووکیٹ

۲۔ شیخ حسام الدین بی۔اے میونسپل کمشنر امرتسر

۳۔ باری بی۔ اے۔ علیگ۔

۴۔ رگھبیر سنگھ وکیل دہلوی

۵۔ ابو العلاء چشتی ایڈیٹر زمیندار

اقتصادیات

۱۔ پروفیسر برج نرائن ایم۔ اے

۲۔ تلک راج ایم۔ اے۔ ریسرچ سکالر

۳۔ ڈاکٹر عبد الرؤف پی۔ ایچ۔ ڈی

نوٹ:۔ متذکرہ بالا مشاہیر کے علاوہ دیگر حضرات سے بھی امداد کی توقع ہے جن کے نام بوقتِ ضرورت شائع کئے جائیں گے۔

ناشر:۔ پنجاب ایکاڈیمی امرتسر

ضوابط

(۱) ایکاڈیمی کی فیس ممبری -/8 روپے سالانہ پیشگی ہے لیکن ممبران کو حق حاصل ہے کہ وہ ہر دوسرے مہینے کی پانچ تاریخ تک مبلغ سوا روپیہ پیشگی بھیجدیا کریں۔

(۲) ایکاڈیمی کی طرف سے ہر دوسرے مہینہ ایک کتاب شائع ہؤا کرے گی جسکی ضخامت کم از کم ڈہائی سو صفحات ہو گی . . . . ممبران کو یہ کتاب فیس ممبری کے معاوضہ میں ملا کرے گی ۔

پنجاب ایکاڈیمی کی زیر تجویز اُردو مطبوعات

(۱) سوشلزم کی مختصر تاریخ۔ اس کتاب میں سوشلزم اور اس کی تاریخ پر ناقدانہ تبصرہ کیا گیا ہے۔

(۲) میری کشمکش۔ ڈی۔ ولیرا۔ اور اس کی پارٹی کے حالات my figut for Iroh feedorm. کا اُردو ترجمہ۔ از سردار رگھبیر سنگھ ایڈوکیٹ دہلی

(۳) مزدور۔ نظم۔ از جناب احسان بن دانش۔ یہ کتاب حضرتِ احسان کے تازہ سیاسی کلام کا مجموعہ ہے۔

(۴) دُنیا کو ہلا دینے والے دس دن (Ten Days That Shook The World) کا ترجمہ از شیخ حسام الدین بی۔ اے۔ میونسپل کمشنر امرتسر

دیباچۂ مصنّف

یہ کتاب رُوس کے دو سفروں کا نتیجہ ہے ایک ۱۹۲۰ء میں اور دوسرا اسی سال (۱۹۲۷ء) کی ابتداء میں۔ اس میں کوشش کی گئی ہے کہ ایک سیاسی نظام کی حیثیت سے سوویٹ جماعتوں کے کاروبار کا بیان کیا جائے۔ مگر جوں جوں یہ نظام میرے ذہن میں ترقی پکڑتا گیا۔ آئینی مسائل ثانوی درجہ حاصل کرتے گئے بہرحال سوویٹ نظام آئین سازی کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ یہ ایک ذریعہ ہے جسے روسی انتہائی اشتراکیوں نے انقلابی ڈکٹیٹر شپ کے زمانے میں قیادت حاصل کرنے کے لئے موزوں پایا۔ مگر ایک اور مضمون ہے جو کتاب کے نام کے ساتھ ساتھ سامنے آتا رہا۔ یہ کتاب حقیقتاً اس سوال کا جواب دینے کی ویسی ہی کوشش ہے۔ کہ "سوویٹ نظام کیوں چل رہا ہے؟" جیسی کہ اس سوال کا جواب دینے کی کہ "سوویٹ نظام کیسے چل رہا ہے؟" ہر سیاسی نظام ایک ذہنی تجربہ ہوتا ہے۔ میں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح رُوس میں اس نظام کا زندہ رہنا وہاں کی مزدُور وزراعت کی تاریخ سے وابستہ ہے۔ وہ تمدنی قالب جو تقریباً دس سال تک ان آزمائش سے گزر سکتا ہے۔ جو سوویٹ روس پر آئیں بداہتاً فطرت

انسانی میں گہری بنیادیں رکھتا ہے ؛

میرے لئے ضروری ہے کہ میں دوگونہ معافی کا خواستگار ہوں۔ اوّل تو اس سلسلے کے دوسرے مصنفین سے کیونکہ میں نے ان کے مضامین میں وقتاً فوقتاً مداخلت کی ہے اور دوم اپنے قارئین سے۔ کوئی شخص محض سوویٹ نظام کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔ یہ نظام صنعت و زراعت کے انتظام اور تعلیم و صحت کی ترقی کا ایک طریقہ ہے۔ تاہم مجھے قارئین سے یہ معذرت بھی کرنا ہے کہ ان مضامین کے متعلق میرے اشارات مجبوراً مختصر ہیں۔ اور بعض اوقات مبہم بھی۔ ان کا بیان کرنا میرے احاطہ مضمون سے باہر ہے۔ میں ان نقد کرنے والوں کو یقین دلانے کی بھی اجازت چاہتا ہوں۔ جنہیں شکایت ہو کہ میں نے بعض مسائل متنازعہ کے متعلق بہت کم کہا ہے۔ مثلاً حقوق شہریت وغیرہ کہ یہ مضامین بھی جداگانہ تصنیفات کے موضوع ہیں ؛

روس میں مجھ سے جو فیاضانہ سلوک اور مدارات کی گئی اس کیلئے میں پرانے اور نئے دوستوں کا شکریہ ادا کرنا پسند کروں گا۔ خاص کر پہلی فہرست میں کامریڈ فیڈورراتھن۔ کامریڈ روزنسکی اور کامریڈ ریڈک اور ولیڈیمیر سوویٹ کے قائدین کا۔ اور دوسری فہرست میں کامریڈ نجارین ایچاپک اور لارین کا اور اپنے نئے دوستداران کارزان کار میں وزارت امور خارجہ کا خاص طور سے ممنون ہوں۔ بالخصوص کامریڈ لٹوینوف اور کاراخان کا ماسکو میں اور آئیوین میسکی کا لندن میں۔ اس کتاب کی تصنیف میں میری آخری مسرت یہ ہے کہ میں مس کلیر لیمبٹن کا شکریہ ادا کروں جس نے میرے اصلی مسودہ کو پڑھ کر میری عزت افزائی کی ؛

ایچ۔ این۔ بریلز فورڈ
یکم مئی ۱۹۲۷ء

پنجاب اکاڈیمی کے مقاصد

(۱) پنجاب اکاڈیمی کا مقصد عظیم ہندوستانی زبان (فارسی اور دیوناگری رسم الخط) میں جدید طرز کے لٹریچر کی ترویج اور اشاعت ہے۔

(۲) اردو اور ہندی علم ادب کے ہر موضوع یعنی ڈراما۔ افسانہ۔ اور شاعری کے متعلق مشاہیر کی کتب شائع کی جائیں گی۔

(۳) اکاڈیمی کی طرف سے علمی۔ ادبی۔ سماجی۔ اقتصادی۔ سیاسی۔ اخلاقی اور تمدنی موضوعات کے علاوہ عورتوں اور بچوں کیلئے بھی سودمند کتابیں شائع ہوا کرینگی۔

(۴) ہر شائع ہونے والی کتاب کی معنوی خوبیوں کے ساتھ اس کی صوری تزئین کا بھی خیال رکھا جائے گا۔

(۵) اکاڈیمی کوئی ایسی کتاب شائع نہیں کرے گی جس سے فرقہ وارانہ مناقشات بڑھنے کا اندیشہ ہو یا ہندوستانی قومی تحریکات کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔

(۶) اکاڈیمی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ کہ وہ ایسی کتابیں شائع کرے جس سے ہندوستانی عوام دنیا کی موجودہ سیاسی تحریکات سے بہرہ ور ہوتے رہیں۔

(۸) تاریخ۔ اقتصادیات۔ سائنس اور فلسفہ پر اکاڈیمی بہترین کتب پبلش کرے گی۔

"سوویٹ نظام کار"

پہلا باب

ایک صاحبِ تاریخ کارخانہ

ماسکو کا کارخانۂ بافندگی

ناآزمودہ کارنگاہ کو روئی کا کپڑا تقریباً ایک ہی جیسا نظر آتا ہے۔ خواہ وہ لنکاشائر میں بنا گیا ہو۔ یا شنگھائی میں۔ جہاں کہیں بھی یہ کپڑا بنا جارہا ہو وہی حیرت انگیز مشینیں اُس گریز پا روئی کو جسے قدرت نے یہ توفیق دی تھی۔ کہ وہ منطقہ حارہ کی ہواؤں کے آگے بیج کو اُڑائے لیجائے۔ مضبوطی سے

گرفت کر کے نیچے لے جاتی ہیں۔ یہ مشینیں اس پر دباؤ ڈالتی ہیں۔ اُسے لمبے دھاگوں یا رنگین جالیوں میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ اور ہر جگہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کسی جادوگر کی ایجادیں ہیں جن کی تہ کو عقل نہیں پہنچ سکتی۔ انسان یہی جانتا ہے کہ ڈیڑھ سو سال کے عرصے میں چھ ان تھک نسلوں نے ان کی پیچیدگیوں پر اور پیچیدگیوں کا اضافہ کیا ہے۔ انسان پر ایک رعب سا طاری ہو جاتا ہے جب وہ اُن نازک زنانہ عورتوں کی چالاک انگلیوں کو دیکھتا ہے۔ جو بڑے اطمینان سے اِس شوریدہ سر گھومتے ہوئے جادو میں کھڑی ہوتی ہیں۔ اور اُسے اپنی مرضی کے مطابق چلاتی ہیں۔ ہمارے رہبر نے عذر خواہانہ انداز میں اقبال کیا۔ کہ مشینیں دقیانوسی ہیں۔ لیکن اُس کی صاف گوئی نے میرے علم میں کوئی اضافہ نہ کیا۔ ہم ایک ایک کمرے سے ہو کر دوسرے کمروں میں گئے۔ مگر سوائے اس کے کہ دیواروں پر جو اعلانات چسپاں تھے وہ روسی زبان میں تھے۔ وہی کیفیت دکھائی دیتی تھی۔ جو بولٹن میں ہوتی۔ فقط اسی وقت جب کہ میں نے باہر گہری برف میں قدم رکھا۔ اور اُس تیز ہوا کا احساس کیا۔ جو خشک ذرہ ہائے خاک ہمارے چہروں پر افشاں کر رہی تھی۔ تو اِس حقیقت سے آشنا ہوئے بغیر چارہ نہ رہا۔ کہ ہم ماسکو میں ہیں۔ بے شمار بے ترتیب اور بدنما عمارتوں میں سے ایک دُور افتادہ بافندہ کاری کے شیڈ سے مزدور کھانے کے کمرے کو جا رہے تھے۔ عورتیں جو سروں پر رومال ڈالے ہوئے تھیں۔ اُن مشینوں سے جن پر وہ کام کر رہی تھیں زیادہ نرالی نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ اور گو مردوں نے چمڑے کی صدریاں اور بھیڑوں کی پوستینوں کے کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ تاہم کلاہ سموری کے نیچے میرے خیال میں امید و بیم اور ناراضیوں اور امنگوں کے ویسے ہی نمونے ماسکو میں سے جا رہے تھے۔ جیسے کہ بولٹن میں۔ اُن کے قدم نرمی سے زمین کو چھوتے تھے۔ اور مجھے وہ شور مفقود نظر آتا تھا۔ جو دوسرے مقامات پر ہوتا ہے۔ لیکن یہاں بھی

لنکا شائر کی طرح ویسی ہی ستم کیش مشینوں کا مسلسل شور و غل ہر شے پر غالب تھا۔ اور برف کی انوکھی چمک کو مدہم کر رہا تھا۔ سچ ہے صنعت ہر جگہ ہموار گر ہے۔

ایک تاریخی کتبہ

جنگ جاپان میں۔ روس کی شکست اور مزدوروں کا پہلا وار

جب ہم صحن میں سے گزر رہے تھے۔ تو میں نے کارخانہ کی دیوار میں ایک سنگ مرمر لگا ہوا دیکھا۔ جس پر ایک کتبہ کندہ تھا۔ میں متعجب ہوا کہ یہ کیا ہے۔ لنکا شائر میں ایسی یادگار پر کسی فیاض مالک کارخانہ کے افعال نیک درج ہونگے۔ یا کسی محترم حاکم شہر (میر) کے ہاتھ سے سنگ بنیاد رکھا جانے کا ذکر ہوگا۔ ہم اس کے قریب گئے اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ یہ کارخانہ اصلی لہجہ میں رُوسی زبان سے بولنے لگا۔ کتبہ میں میں نے پڑھا کہ "یہاں اس صحن میں ۱۹۰۵ء کے آخری ایام میں فلاں فلاں تاریخ پر زار کے سپاہیوں نے بڑی بے رحمی سے موجودہ کارخانہ کے اٹھارہ مزدوروں کو جن کے نام نیچے دیئے ہوئے ہیں گولی سے مارا۔" میں نے کوشش کی کہ روسی عوام کی آزادی کے لئے پہلی ناکامیاب کوشش کی دھندلی سی یادداشتوں کے ذریعے اسی کتبہ میں تحریر کردہ منظر کا تصور اپنے ذہن میں باندھوں۔ مشرق بعیدہ میں اُن جاپانیوں کے ہاتھوں سے روسیوں کی شکست نے جن کو وہ حقیر سمجھا کرتے تھے۔ اور رُوسی جنگی بیڑے کی قابلِ رحم تباہی نے حکمران جماعت کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ شہنشاہی صنم عوام النّاس کی نظروں سے گر چکے تھے۔ حتیٰ کہ طبقہ امرا بھی بڑی دلیری سے سیاسی آزادی اور پارلیمنٹ (منتخب شدہ مجلس واضع قوانین) کے قیام کا مطالبہ کر رہا تھا۔ اور اس وقت مزدوروں نے اپنا

وار چلایا یا۔ عام ہڑتال نے پیٹرز برگ کا کاروبار بند کر دیا۔ ریل گاڑیاں رک گئیں۔ تاریں خاموش ہو گئیں۔ اور کارخانوں کے بیکار مزدوروں کے نمائندے مطلق العنان حکمرانوں کا علی الاعلان مقابلہ کرتے ہوئے اپنے مطالبات تیار کرنے کے لئے سب سے پہلی سوویٹ میں جلوہ نما ہوئے۔ زار کبھی کچھ سوچتا تھا کبھی کچھ۔ اس کی گردن جھروکہ جھکی۔ وہ مشورے کے لئے آزاد خیال کونٹ وٹی کی طرف مڑا اور آخر اُس نے منتخب شدہ ڈوما (روسی پارلیمنٹ) بلانے کا وعدہ کر ہی دیا۔ لیکن ماسکو کو اس سے بھی زیادہ حوصلہ افزا امید تھی۔ اس کے ہڑتالیوں نے جلدی جلدی مورچہ بندی کی۔ اور یہ خواب دیکھنے کی جرأت کی۔ کہ نہ صرف سیاسی بلکہ معاشرتی انقلاب بھی ہو جائے گا۔ انہوں نے تقدیر کی ساعت سے بارہ برس پہلے اپنی ضرب لگا دی۔ اس طرح یہ کارخانہ صاحب تاریخ ہو گیا۔ اس کے صحن میں برف ہمیشہ سفید نہیں رہی۔

پُرانا مزدور اور اُس کی سرگذشت

یہاں کی ہیبت ناک دیواریں بالکل معمولی معلوم نہ ہوتی تھیں۔ کیونکہ یہ نام سنگِ مرمر پر لکھے ہوئے تھے مشینوں کا شور کچھ نرالا تھا۔ اور لنکا شائر بہت دور معلوم ہوتا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا کوئی پُرانا آدمی جو اُس زمانے میں سے زندہ گذر چکا ہو ابھی تک کارخانہ میں کام کرتا ہے۔ جلد ہی مجھے مزدوروں کی تفریح گاہ (club house) کے ایک کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ جہاں ایک بوڑھا مگر توانا شخص موجود تھا۔ جو خوب چرب زبانی سے مگر نہایت ہی عمدگی اور صحت کے ساتھ اپنی یادداشت کا ذخیرہ پیش کرتا تھا۔ اُس کی بیوی اُس کے پاس ہی بیٹھی ہوتی تھی۔ وہ زیادہ تر معترضانہ اور مصدقانہ انداز میں سنتی رہتی تھی۔ لیکن کبھی کبھی اپنے حافظے کے خزانے سے کسی

کسی تفصیل کا اضافہ بھی کر دیتی تھی۔

کارخانہ کی حالت پر

یہ بڈھا آئیون اکثر روسی باشندہ مزدوروں کی طرح اصل میں کسان تھا۔ ابھی تک زمین کا ایک ٹکڑا اُس کے پاس تھا۔ اور اُس کا دل ہمیشہ گاؤں میں لگا رہتا تھا لیکن زمین کی مفلسی نے اُسے کارخانہ میں دھکیل دیا۔ اور اُس کی کارخانہ کی یادشت ۱۸۹۰ء تک جاتی تھی۔ اُس زمانے میں ایک ہنرمند مزدور تیرہ روبل[۱] ماہوار کما سکتا تھا لیکن اُس کا اپنا مشاہرہ کبھی ۱۰ روبل سے زیادہ نہ ہوا۔ ایک لڑکی ۲۵ کوپیک[۲] روزانہ کما سکتی تھی۔ اخلاقی ماحول ناقابل برداشت تھا۔ تقریباً سب لڑکیوں کو اوورسیر اور فورمین ورغلاتے تھے۔ کارخانہ میں بارہ سال سے کم عمر کے بچوں کی بھرمار تھی۔ اور اُن کا مقابلہ نوجوانوں کی جدوجہد میں بھی حائل ہوتا تھا۔ اس مزدوری پر مزدور بلا مبالغہ خشک سیاہ روٹی پر گزارہ کرتے تھے۔ کارخانہ بے اطمینانی سے اُبل رہا تھا۔ اور زیادہ مزدوری کے لیے ۱۹۰۳ء میں پہلی ہڑتال ہوئی۔ اس کے بعد ہڑتالیں جلد جلد ہونے لگیں۔ دو دو تین تین ایک سال میں ہو جایا کرتی تھیں اور ہر بار کچھ نہ کچھ کامیابی ہو جاتی تھی ۱۹۰۵ء تک مزدور اپنی مزدوری کو دگنی سے زیادہ کر چکے تھے۔ اور اب ۲۳ روبل سے لے کر ۳۵ تک ماہوار کماتے تھے۔ اُس سال تنخواہوں کے علاوہ کچھ اور کے لئے بھی جدوجہد کی تھی۔ اور ہڑتال کے ثمرے میں اُن کو تین بچوں کے لئے ایک آرام گاہ۔ ایک غسل خانہ۔ ایک زچہ گان کا ہسپتال۔ ایک کتب خانہ اور ایک سکول حاصل ہوا۔ ۱۸۹۷ء میں وہ بارہ گھنٹے روز کام کرتے تھے ۱۹۰۵ء میں وہ نو گھنٹے کا دن حاصل کرنے میں کامیاب

---

[۱] روبل مساوی ہے ایک روپیہ ۹ آنہ ۶ پائی

[۲] ۱۰۰ کوپیک کا ایک روبل

ہو گئے۔ لیکن منتظمان کارخانہ کبھی مزدوروں کی جہالت اور ناخواندگی سے فائدہ اٹھانے سے نہ اکتاتے تھے۔

سرمایہ داروں کی میز اور مزدوروں پہ ظلم

مزدوروں نے ایک دفعہ جرأت کر کے سرکاری انسپکٹر کو بلوایا کہ وہ اُن کی اس شکایت کی تحقیقات کرے کہ کپڑا تیار کرنے والے مزدوروں سے ہمیشہ فریب کیا جاتا ہے۔ اور اُن کے تیار کردہ کپڑے کو غلط ماپا جاتا ہے۔ وہ آیا تو سہی لیکن اُس نے مالک کی میز پر کھانا کھایا۔ اور پھر اعلیٰ مفرح اشیاء کا مزا چکھنے کے بعد کپڑے کے غلط ٹکڑے کو ماپ کر فیصلہ دے دیا کہ شکایت بے بنیاد ہے۔ اسی طرح رسہ کشی ہوتی رہی اور جب مزدور کامیاب ہوتے نظر آئے تو مالکوں نے جھٹ کمک طلب کر لی۔ ہڑتالوں کے اس سلسلے کے بعد چھ لیڈروں کو گرفتار کر کے سائبیریا بھیج دیا گیا۔ ان دنوں آئیون اس طرح بچا کہ ایک ڈاکٹر بکیرا نے جو سیاسیات میں آزاد خیال تھا۔ اسے تین روز تک اپنے مکان میں چھپائے رکھا حتیٰ کہ شکار کی تلاش بند ہو گئی لیکن ایسا ترحم شاذ و نادر ہی تھا۔ بے اطمینانی کی روح کو کچلنے کے لئے مالکوں نے حکومت سے فوجی امداد مانگی اور تین سو کاسک جو اپنے بے رحم تازیانوں سے مسلح تھے کارخانہ پر متعین کر دیئے گئے۔ انہوں نے اپنے تازیانوں کی ضرب سے ہڑتالیوں کو کارخانہ میں دھکیلنا شروع کیا۔ یہ تو ممکن تھا کہ مزدوروں کو دھکیل کر مشینوں تک پہنچا دیا جائے لیکن یہ ممکن نہ تھا۔ کہ اُن کو کام چلانے پر مجبور کیا جا سکے۔ کاسکوں اور اُن کے چابکوں کا جواب اُنھوں نے اندر رہ کر کام نہ کرنے سے دیا۔ بالآخر مالکوں کو مجبور ہو کر پارچہ بافوں کو اُس نقصان کا معاوضہ پیش کرنا پڑا جو غلط ماپ کے ذریعے اُن کو ہوا تھا۔ ہر

ایک کو تین مہینے کی تنخواہ بطور معاوضہ دی گئی۔ اور پھر جا کر کام دوبارہ شروع ہوا۔

زبردستی حاصل کی ہوئی رعایتیں شکرگزاری کا باعث نہیں ہو سکتیں

جوں جوں انہوں اپنا قصہ سناتا گیا میری آنکھوں کے سامنے اس کارخانہ کی تصویر حیات پھرتی چلی گئی۔ اس نا ترقی یافتہ دنیا میں مالک ابھی تک اس عام حرص سے کام لے کر فریب کاری کرتے تھے۔ جسے مغرب ایک عرصہ سے ترک کر چکا ہے۔ مزدور مالکوں سے فائدہ چھین کر حاصل کرتے تھے۔ اور اس لئے کوئی شکرگذاری کا موقعہ نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اُن کے سروں پر شب و روز تشدد کے استعمال کی دھمکی منڈلایا کرتی تھی۔ اُن کے بہادر ترین رفیق سائبیریا کے حلق میں اتر چکے تھے۔ اور کاسک کارخانہ کے دروازوں پر پہنچے۔ اب مجھ کو احساس ہوا کہ انگریزی مشینیں تو آ گئیں لیکن وہ اپنے ساتھ لنکا شائر کو نہیں لائیں۔

تشدد کا جواب تشدد بالشویک اور منشویک

جب تک مردوں میں اپنی سادگی اور جوانمردی کے جوہر موجود ہوں۔ تشدد کا جواب ہمیشہ تشدد ہوگا۔ میں نے آئیون سے پوچھا۔ کہ ہڑتالوں کے اس زمانے میں اُن کا کوئی نظام بھی تھا۔ اُس نے ایک ٹریڈ یونین کی موجودگی کا پتہ دیا۔ اگرچہ ایک مغربی لفظ کا استعمال نادرست تخیلات پیدا کرتا ہے۔ یہ یونین خفیہ تھا۔ اس کے دفتروں کو ہر رات اپنا پتہ بدلنا پڑتا تھا۔ اس کے لیڈر ایسے لوگ تھے۔ جو کبھی متواتر دو راتیں ایک بستر پر نہیں ہو سکتے تھے۔ انہیں سے بعض "باغیین" ابھی تھے جو تعلیم یافتہ ہونیکے ساتھ سیاسی تحریکوں کے علمبردار تھے اور کارخانہ کے کارندوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ احتیاط سے بند کئے ہوئے

دروازوں کے پیچھے شمع کی روشنی میں اُن کی تقریریں سُننے کے لئے بڑی ہوشیاری اور خبرداری سے اکٹھے ہو جاتے تھے لیکن اُن کی تمام پیش بندیوں کے باوجود سرگرم ارکان ہمیشہ گرفتار ہو جاتے تھے جب کبھی کسی شخص کے اشتراکی ہونے کا پتہ لگ جاتا تھا۔ وہ زیادہ دیر آزاد رہنے کی امید سے ہاتھ دھو بیٹھتا تھا۔ لیڈروں میں زیادہ تر بالشویک تھے یعنی اشتراکی جمہوری جماعت کی اکثریت کے رکن لیکن اس وقت اکثریت (بالشویک) اور اقلیت (منشویک) متحدہ کام کرتے تھے۔ انہوں نے وثوق سے بیان کرتا تھا۔ کہ سب کا مقصد زاریت کا تختہ الٹنا تھا۔ اِس مقصد کی پیروی کرنا تو ایک ٹریڈ یونین کے لئے انوکھا سا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ماسکو اور کارخانہ کا احاطہ اس سے بھی زیادہ انوکھا منظر پیش کرتے تھے۔ ۱۹۰۵ء میں اس کارخانہ کے ۸ ہزار مزدور (مردوں۔ عورتوں اور بچوں میں سے قریباً دو ہزار اس یونین کے ارکان تھے۔ آئیون اپنی کہانی بیان کرتا ہوا بغیر کسی ایسے شک و شبہ کے کہ وہ کوئی غیر معمولی بات کہہ رہا ہے بتانے لگا کہ "ہم میں سے بہت کم لوگوں کے پاس پستول تھے۔ اور جو پستول ہمارے پاس تھے۔ وہ ایسے خستہ و خراب تھے۔ کہ اُن سے بیس گز سے دور نشانہ پر بیٹھنے کی توقع نہ ہوسکتی تھی۔ یہ پستول دسمبر کے بلوہ سے دو ماہ پہلے ہماری جماعت نے تقسیم کئے۔ ہماری تدبیر یہ بھی کہ ان کے استعمال سے بندوقیں حاصل کریں۔ ماسکو کے مزدوروں کے علاقے میں فوجوں کا پہرہ تھا۔ اور فوجی پانچ پانچ چھ چھ کے دستوں میں اِدھر اُدھر پھرتے تھے۔ بیس بیس مزدور گھات میں بیٹھ جاتے تھے۔ اور ان سپاہیوں کے دستوں کو گھیر لیتے تھے۔ سپاہی کم از کم غالب قوت کے سامنے ہتھیار ڈال دینے پر زیادہ نارضامندی کا اظہار مناسب خیال نہ کرتے تھے۔ اس طرح ہم نے تین ہزار بندوق حاصل کرلی اور اُن کو ایک اشتراکی انقلاب پسند مالک کے کارخانہ کے تہ خانہ میں رکھ دیا۔ لیکن ہمارے پاس کارتوسوں کی بہت کمی تھی۔ کارخانہ کے کیمیاوی ذخیرے

سے ہم نے آتشیں مصالحہ بہم پہنچایا۔ اور نگلیسرین دوا فروشوں کی دوکانوں سے مہیا کی۔ کیونکہ اپنے علاقہ میں ہم مالک و مختار ہونے کے لئے کافی مضبوط تھے۔ طالب علموں کی مدد سے ہم نے بم بنانے کا طریقہ سیکھ لیا تھا۔"

۱۹۰۵ء کی پہلی جنگ

سات دسمبر کو جب عام ہڑتال کا اعلان کیا گیا۔ تو ہر چیز تیار تھی۔ آئیون اُن سات نمائندوں میں سے ایک تھا۔ جو اس کارخانہ نے ہڑتالیوں کی سوویٹ میں بھیجے۔ اسی کارخانہ کو ہڑتالیوں کے مرکزی عہدیداروں کے لئے جائے قیام مہیا کرنے کا فخر نصیب ہوا۔ جن میں ایک درجن مزدور اور نصف درجن "داغیین" تھے۔ دوسرے روز ہڑتالی جلوس بنا کر بازاروں سے گزرے۔ بقول آئیون "تیسرے روز (۱۹ دسمبر کو) فوجوں نے ہم پر حملہ کیا اور ہم نے مورچے تیار کئے۔ دس روز تک لڑائی جاری رہی۔ ۱۸ تاریخ کو ۸۰۰ گولے ہمارے صدر مقام پر پڑے۔ اور توپوں کی باڑھ کی آڑ میں کاسکوں نے ہمیں محاصرے میں لے لیا۔ جب ہم نے دیکھا کہ اب کچھ نہ بن آئیگی تو ہم نے اپنی بندوقوں کو چھپانے کی انتہائی کوشش کی لیکن جلدی ہی ہمیں اپنے بچاؤ کی فکر دامنگیر ہو گئی۔

آئیون کی بیوی کی کہانی

کلدار توپوں سے مزدور اڑائے گئے

آئیون ۱۹ تاریخ کو اپنے گاؤں میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ مگر اُس کی بیوی نے اس کی کہانی کی درمیانی کمی کو پورا کر دیا۔ وہ بولی کہ مزدوروں میں غدار بھی نکلے اور بہتیروں نے اپنی جان بچانے

کے لئے ان لوگوں کا سراغ لیا جنہوں نے لڑائی میں حصہ لیا تھا۔ اور اُن بیچاروں کو فی الفور وہیں گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ ہر ایک مکان پر دھاوا اور تلاشیاں ہوئیں۔ اور اگر کسی نوجوان کے سر پر طالب علموں کی ٹوپی نظر آتی تو یہ اُس کی موت کو یقینی بنانے کے لئے کافی تھی۔ یہ آفت رسیدہ کارخانے کے باہر میدان میں اکٹھے کئے گئے اور کلدار توپوں کے ذریعے ان کی صفوں کی صفیں زمین پر بچھا دی گئیں۔ کارخانہ میں جو سب سے زیادہ شور و غوغا پیدا کرنے والی کلیں تھیں۔ اُن کو چلا دیا گیا تاکہ توپوں کی آواز سنائی نہ دے لیکن ہم نے پھر بھی اُس کو بخوبی سنا۔ برف گہری تھی اور جلدی ہی گرم خون اُس کے نیچے سے بہتا ہوا بازار کی نالیوں میں پہنچ گیا۔ آگ بجھانے والے انجن کے آدمیوں کو اس غرض کے لئے بھی بلایا گیا کہ وہ خون کو ردی روئی سے چوس کر اُس کا نشان گم کر دیں"۔

آئیون کی گرفتاری اور جلاوطنی

آئیون فروری تک اپنے گاؤں میں چھپا رہا۔ لیکن آخر کار وہ گرفتار ہو گیا۔ اور ایک سال قید میں رہنے کے بعد اُس پر مقدمہ چلا اور اُسے سائبیریا میں جلاوطن کر دیا گیا۔ وہاں ایک دور دراز گاؤں میں جو وہاں کے اصلی باشندوں سے آباد تھا۔ آئیون نے گویا مسلسل موسم سرما بسر کیا جبکہ مارچ ۱۹۱۷ء میں زار کے زوال کے بعد قیدی تاریک قید خانوں سے آنکھیں جھپکتے ہوئے روشنی میں نکلے۔ اور جلاوطن اشخاص سویٹزرلینڈ کی پہاڑیوں اور سائبیریا کی برفوں سے فیصلہ کن کشمکش کے لئے واپس لوٹے

آئیون کی کہانی کے مطابق ۱۹۰۵ء کی عام ہڑتال کے خونچکاں خاتمے پر ڈرامے کا پردہ

کھینچ گیا ہیں اس کارخانے کی آئندہ سالوں کی تاریخ بیان کرنے کی کوشش نہیں کرونگا اس تجربی تجربہ نے ابھی سے بنا دیا تھا ۔ کہ اس کی قسمت میں کیا ہے ۔ اور اسی سے کمیونسٹ انٹرنیشنل کی بالشویک پارٹی قطعی ٹھیک ثابت ہوگئی ۔ بعض نے تو اس ناکامیاب حرب آزمائی کو حماقت قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی ۔ اور بعض نے مصمم ارادہ کر لیا ۔ کہ بہتر حالات اور بہتر تیاری سے اسے پھر دہرایا جائے ۔ جنگ کا نتیجہ انتہائی ہے ۔

زاریت کے خلاف جذبۂ انتقام
جنگ عالمگیر اور کارخانہ کی دوسری جنگ

زاریت خود اپنی بدقسمتی سے ایسے موافق حالات پیدا کرنے والی تھی ۔ اس نے ڈوما (پارلیمنٹ) کے قیام اور آئینی آزادی کے وعدوں سے انحراف کیا ۔ اس نے برہم مزاج مزدوروں کو غیظ و غضب میں بھر دیا ۔ کیونکہ اگر پھانسی کی ٹکٹکی (رسہ) یا کورٹ مارشل کی گولی نے اُن کے لیڈروں کو تختۂ مشق بنایا تو ایک مقتول قیدی کی بجائے سو انتقام لینے والے پیدا ہو گئے ۔ علاوہ بریں روسی زاریت نے دوسری مرتبہ لڑائی کے امتحان میں شامل ہونے کا خطرہ گوارا کیا اور دوسری مرتبہ اپنی شکستوں اور سپاہیوں لیئے مجنونانہ انتظام مالیات اور اپنی رعیت کے لئے خوراک اور میدان جنگ کے لئے سامان حرب کے انتظام کی ناقابلیت سے اُس نے اپنی لاعلاج نالائقی کا ثبوت دیا ۔ مزدور عورتوں نے نان فروشوں کی دوکان پر تمام تمام رات انسانوں کے جھگھٹوں میں کھڑا رہنے کا مزا چکھا ۔ اور نو کے نرخ کے جھلملاتی ہوئی روشنی میں سرمایہ داروں کی بھرت گاڑیوں کو ناچ گھروں اور عشرت کدوں سے واپس ہوتے دیکھا ۔ اور پھر نان سپاہ کی ناکافی خوراک کھا کر تمام رات جاگتے

اور ابھی تک بھوکا ہونے کے باوجود اُن کو غوغا آرا کلوں میں دن بھر کھڑا ہو کر وہ کاغذی روبل کمانے پڑتے جن کی قیمت میں روز بروز کچھ کمی واقع ہو رہی تھی۔ ایک مرتبہ پھر یہ کارخانہ بغاوت میں پیش قدمی دکھانے لگا۔ ایک مرتبہ پھر اُس نے اپنے نمائندے سوویٹ میں بھیجے۔ مارچ اور نومبر کے درمیانی مہینوں میں (۱۹۱۷ء) یہ پھر مسلح ہوا۔ اور اُس نے متواتر ہڑتالیں کیں۔ لیکن مزدوری کے لئے اس وقت رہنمائیں جس قدر خوراک۔ امن اور اراضی کے لئے۔ اس کے نوجوان بہادری اور فتح و کامرانی سے اُس لڑائی میں لڑے جس نے کرملین (قصرِ شاہی) انقلاب پسندوں کے قبضے میں دے دیا۔ اور اس کارخانے کو یہ فخر نصیب ہوا۔ کہ اُس نے سال بسال لینن کی سرکردگی میں اپنے نمائندوں کو اُس سوویٹ میں شامل ہونے کے لئے منتخب کیا جس نے خانہ جنگی کے دورِ مصائب اور از سرِ نو تعمیرِ ملکی کے زمانے میں ماسکو میں حکومت کی۔

دوسرا باب

کارخانہ میں جمہوریت

جب میں مزدوروں کے تفریح گاہ سے نکل کر دفتروں کی طرف کارخانہ کے نظام کی بابت کچھ علم حاصل کرنے آیا۔ تو آئیون کی کہانی میرے سر پر سوار رہی جب ایک شخص نے مجھ سے کارخانہ کی کونسل کے طریق انتخاب کی وضاحت کی اور دوسرے نے مجھے بچوں کی آرام گاہ - بڑوں کی ورزش گاہ اور کتب خانہ دکھایا تو اسی کہانی کی گونج میرے کانوں میں سنائی دے رہی تھی مجھے معلوم ہوتا تھا۔ کہ حقیقی امر واقعہ وہ ہے جو مجھ سے کسی نے بیان ہی نہیں کیا یعنی کاسک صحن سے لیٹر پوریا ذٹا گئے ہیں۔ اور برف آخرکار سفید ہے۔ اس وقت مجھے یہ حیرانی بھی نہ رہی کہ زار کو تخت سلطنت سے علیحدہ کرنے کے بعد پرد ہودوکا کے کارخانہ پارچہ بافی کے مالک کو اپنے دفتر سے کیوں جواب دیا گیا۔ کاسک ان دنوں کے اتحاد کی جیتی جاگتی تصویر ہوا کرتے تھے۔ اس لئے زار اور کاسک کے انجام کے ساتھ مالکان کارخانہ کا انجام وابستہ ہونا ضروری تھا۔

کارخانہ کا نظام آسائش فنڈ

میں کسی وسیع کارخانہ پارچہ بافی کی صنعتی زندگی پر بحث نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ ہمارے سلسلہ مضامین میں علیحدہ کتاب کا مضمون ہے۔ اس کے دوسرے کارخانوں کی طرح یہ کارخانہ بھی قومی قرار دیا گیا تھا۔ تیاری مال کے پہلو سے یہ کارخانہ ایک بڑے نظام کے ماتحت ہے جس کا نام کہلاتا ہے Tetih "شرکت پارچہ بافی" ہے تجارتی پہلو سے ایک جداگانہ منتظم مجلس (سنڈیکیٹ) اس کے تیار کردہ مال کو فروخت کرتی ہے۔ باوجود اس کے کہ شرکت اور مجلس کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان میں کسی قسم کا ذاتی سرمایہ استعمال نہیں ہوتا۔ اور روسیوں کا منشا اس خیال کا اظہار ہے کہ صنعتیں جو شرکت میں شامل ہیں۔ اپنے کاروبار میں خود مختار ہیں۔ اگرچہ ان کا منافعہ ریاست کو پہنچتا ہے۔ لیکن ان کے لئے لازم ہے کہ سالانہ منافعہ کا کم از کم دس فی صدی حصہ مزدوروں کو آسائش فنڈ کی شکل میں دیا جائے۔ پچھلے سال شرکت پارچہ بافی نے تو کارکنوں کے لئے اپنے نفع کا ۲۲ فی صدی دے دیا۔ اور یہ رقم کثیر زیادہ تر مزدوروں کے لئے رہائشی مکانات بنانے میں صرف ہوئی

صنعتی پیداوار میں اضافہ

انقلاب کے ابتدائی ایام میں صنعت نہایت ابتری کی حالت میں رہی۔ خانہ جنگی نے کارخانوں کو روئی کے ترکستانی ذخیرے سے جدا کر دیا۔ اور ادھر سے مزدوروں میں ضبط و نظام کی ہولناک کمی تھی۔ اس کارخانہ کی پیداوار کی مقدار ظاہر کرتی ہے کہ اب حالات حسب معمول تمام ہو گئے

ہیں۔ قریباً اتنے ہی کاریگروں (یعنی آٹھ ہزار افراد) سے جتنے ۱۹۱۳ء میں تھے۔ اس کی پیداوار ایک کروڑ میٹر ماہانہ اوسط سے جو ۱۹۱۳ء میں تھی۔ اب ایک کروڑ ۹۰ لاکھ میٹر ماہانہ ہو گئی ہے۔ حالانکہ اب ہر کاریگر کو دو ہفتہ کی چھٹی لازمی ہے۔ اور کام کے گھنٹے بھی دس سے آٹھ کر دیئے گئے ہیں۔ نئی کلیں ابھی تک نہیں لگائی گئیں۔ گو اُن کی فرمائشیں بھیجی جا چکی ہیں۔ تاہم ادر لحاظ سے قابل قدر ترقی ہوئی ہے۔ اب کارخانہ برقی قوت سے کام کرتا ہے۔ اور اس کی عمارت میں چند اہم تبدیلیاں کی گئی ہیں۔

مزدوروں کی فائق طاقت

انقلاب سے قبل اس کارخانہ کی حکومت کا بیان ایک فقرے میں کیا جا سکتا تھا۔ روس کی حکومت کی طرح یہ بھی ایک مطلق العنان حکومت تھی جس کی بنیاد صحن کے کاسکوں پر قائم تھی۔ اب نظام زیادہ پیچیدہ ہے۔ میں اس مقام پر یہ بیان کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ کہ وہ اہم ترین امور یعنی قیمت اور مزدوری کا تعین کس طرح شرکت مجلس اور ٹریڈ یونین کے درمیان گفت و شنید کے ذریعے ہوتا ہے۔ جن کے سر پر محکمہ ثالثی اور اعلیٰ اقتصادی کونسل کی نگرانی بھی موجود ہے۔ ان انتظاموں کی ظاہری پیچیدگی کے باوجود اصل حقیقت ویسی ہی سادہ ہے جیسی کہ جنگ عظیم کے ایام سے پہلے تھی۔ وہ واحد طاقت جو آج کل شرکتوں اور ٹریڈ یونینوں کی رُوح رواں اور اُن میں اتحاد عمل پیدا کرنے والی ہے۔ وہ وہ طاقت ہے جو سوویٹ جماعتوں کا غالب عنصر ہے۔ وہ طاقت مزدوروں کی اپنی طاقت ہے جس کا وہ استعمال کرتے ہیں لیکن یہ بھی ضرور یاد رکھنے والی بات ہے کہ اس طاقت کا استعمال کسانوں کے انتزاکی عمل

اور انتہائی اشتراکی جماعت (کمیونسٹ پارٹی) کی مضبوط رہنمائی میں ہوتا ہے۔ اس تمہید کے ساتھ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مزدوروں کی ڈکٹیٹر شپ نے اس کارخانہ میں جسے ہم بطور نمونہ کے رہے ہیں۔ کیا اثر پیدا کیا ہے۔

کارکن کونسل اور اس کا حلقہ اختیار

ہر ایک روسی کارخانہ کی صاحب اختیار جمہوریت کی ایک خاص کمیٹی یا کارکن کونسل ہوتی ہے۔ اس کے تین بڑے کام ہوتے ہیں منتظمین کے ساتھ تمام کاروبار میں یہ مزدوروں کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ اُن بے شمار معاشرتی اداروں کا انتظام بھی کرتی ہے جو کارخانے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ وہ جماعت بھی ہے جو سوویٹ جماعتوں کے سالانہ انتخاب میں فیصلہ کن حصّہ لیتی ہے۔ اُس کی سیاسی زندگی دو اکائیوں (unit) پر قائم ہے۔ کارخانہ اور گاؤں۔ کارخانہ کی زمین میں اجتماعی زندگی کے بہت سے مرکز کتب خانہ سے لے کر مدرسہ دستکاری تک قائم ہیں۔ جو مغربی ممالک میں عام طور پر میونسپل کمیٹیاں باہر قائم کرتی ہیں۔ روس کے باشندے کارخانہ کے مزدوروں کی حیثیت سے حکمران سوویٹ جماعتوں کو اپنی آرا سے منتخب کرتے ہیں۔ کارخانوں میں غالب انتہائی اشتراکی (کمیونسٹ) جماعت اپنی شاخیں قائم کرتی ہے۔ انسان روس کے آئین کا جو گزشتہ دس سال کی کش مکش اور تجربہ سے پیدا ہوا ہے۔ متجسسانہ اور مفصل مطالعہ کر سکتا ہے۔ لیکن اُس کی بنیاد ایک سادہ امر واقعہ پر ہے۔ تمام نظام ایک منظم دستکار گروہ پر قائم ہے۔ جو اُس کا اصل اصول ہے۔ کارخانہ گویا کہ وہ دستہ فوج ہے۔ جس نے انقلاب برپا کیا ہے۔ سوویٹ جماعتیں اپنی ابتدائی نوعیت میں

ہڑتالی کمیٹیوں سے کچھ زیادہ حقیقت نہ رکھتی تھیں۔ سوویٹ نظام میں کارخانہ کا تفوق کسی اُصول کی بناء پر نہیں بلکہ کشمکش کے زمانے میں ایک زندہ نظام کی ضرورت پر انحصار رکھتا ہے۔

کارکُن کونسل کا طریق انتخاب۔ نمائندوں کا ایثار

کارکُن کونسل کے انتخاب کا طریقہ مختلف کارخانوں میں مختلف ہے۔ بردہم ووکا کارخانہ میں (جس کا نام اب تین پہاڑی کا کارخانہ ہے) یہ دستور ہے کہ ہر پانچ مزدور جو اپنے پیشے یا دستکاری کے لحاظ سے یکساں ہوں۔ عام کانفرنس کے لئے ایک نمائندہ منتخب کرتے ہیں۔ چھوٹے کارخانوں میں جہاں کوئی بڑا کمرہ تمام مزدوروں کے اجتماع کے لئے گنجائش رکھتا ہو عموماً سب اکٹھے ہو جاتے ہیں ہر دستکاری اور پیشہ کو حق حاصل ہوتا ہے۔ کہ اس اجتماع میں اپنے نمائندے نامزد کرے۔ اور اس کارخانہ کے آٹھ ہزار کاریگروں میں انجنیر۔ کارکنان آمد و رفت۔ انگریزہ کاتنے والے بُننے والے غرض ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ہر نام پر علیحدہ بحث ہو سکتی ہے۔ انتخاب کا نتیجہ ہاتھ اُٹھا کر معلوم کیا جاتا ہے۔ لیکن کوئی اُمیدوار منتخب نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمام مجلس کی کم از کم نصف آرا حاصل نہ کرے۔ اس بڑے کارخانہ میں کارکن کونسل کے رکن پندرہ مرد اور عورتیں ہیں۔ ان میں سے سات جن میں صدر اور سکرٹری شامل ہیں۔ اپنے کارخانہ کے فرائض سے سبکدوش کر دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ اپنا سارا وقت ان مردوں اور عورتوں کی خدمت کے لئے وقف کرتے ہیں جنہوں نے ان کو منتخب کیا ہے۔ وہ مساویانہ تنخواہ پاتے ہیں۔ جو ۱۵۰۰ روبل ماہوار ہے۔ اور یہ رقم اُس اجرت سے کم ہے جو اُن میں سے ہنرمند کاریگر اپنے کام پر رہکر کما لیتے۔ باقی آٹھ ارکان کارکن کونسل کے اجلاس میں تو شریک ہوتے ہیں لیکن کارخانہ میں اپنا کام بھی جاری رکھتے ہیں۔ کونسل کا اپنا دفتر بھی کارخانہ

کی ملحقہ اراضی میں ہوتا ہے۔ اور اس کے مختلف فرائض کی انجام دہی ماتحت کمیٹیوں (سب کمیٹیوں)
کے سپرد کر دی جاتی ہے۔

منتظمین کے ساتھ اس کے معاملات ایک "تنازعات کے کمشن" کے حصے میں آتے ہیں۔ جس کے تین رکن ہوتے ہیں جو مسلسل اجلاس کرتے ہیں۔ اور منتظمین کے تین نمائندے بھی اُن کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ اُن کو حق ہوتا ہے کہ وہ مزدوروں کی انفرادی یا اجتماعی شکایات پر بحث و تمحیص کریں۔ دوکانوں کے یہ تینوں خلیفے (اگر اس مشہور لفظ کا استعمال معاف کیا جائے) پہلے اُن شکایات کی جو مزدوروں کی جانب سے ہوتی ہیں۔ خوب چھان بین کرتے ہیں۔ اور پھر اگر بظاہر وہ جائز معلوم ہوتی ہوں۔ تو انہیں مشترکہ اجلاس میں پیش کرتے ہیں۔ ان شکایات میں نہ صرف ناجائز برخواستگی کے خلاف احتجاج ہوتا ہے۔ بلکہ ترقی اور زیادہ اجرت کے مطالبات بھی ہوتے ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ ان ہر شش ارکان میں سے ہر ایک ایک رجسٹر میں جو اسی غرض سے مہیا کیا جاتا ہے۔ ہر شکایت کے متعلق اپنی جداگانہ رائے تحریر کرتا ہے۔ اس طرح اکثر ایک متفقہ فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو ٹریڈ یونین میں اپیل ہوتا ہے۔ اور یونین کو یہ حق ہوتا ہے۔ کہ وہ اپیل کو ضلع ماسکو کے محکمہ ثالثی میں پیش کر دے۔ اور زیادہ اہم معاملات کو اس سے بھی آگے نیشنل بورڈ (مجلس قومی) میں لے جائے۔

ترقی استعداد کی سب کمیٹی

خلاف انسانیت سلوک معدوم

استعداد کار کو ترقی دینے کے فرائض ایک دوسری ماتحت کمیٹی کے سپرد ہوتے ہیں یہ کارخانہ

کے کام میں ہر کاہلی یا نقص انتظامیہ کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ یہ اُن مشوروں اور تجاویز کو جو مزدوروں کی طرف سے پیش کی جائیں قبول بھی کر لیا کرتی ہے۔ اور اُن پر عملدرآمد کرنے کی سفارش بھی کیا کرتی ہے۔ اس کو حق حاصل ہے کہ جب مناسب سمجھے منتظمین کو مشترکہ اجلاس کی دعوت دے اس کو حق ہے اور یہ اکثر ایسا کرتی بھی ہے کہ عہدہ داران انتظامیہ کی نااہلیت یا بداخلاقی پر نکتہ چینی کرے۔ روسی لوگ کارخانہ اور فوج دونوں میں عہدہ داروں اور ماتحتوں کے تعلقات میں خوش اخلاقی اور انسانیت کی تاکید کرنے میں خوب ہیں۔ پرانے طریق کار کو فقط اسی لئے نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا کہ وہ سنگدلانہ تھا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اس لئے کہ اُس کی سنگدلی پر بداخلاقی کا چربہ بھی چڑھا ہوا تھا۔ کارخانہ اور فوج میں یکساں طور پر وحشیانہ زبان عموماً استعمال کی جاتی تھی۔ مار پیٹ حد سے زیادہ تھی اور فریاد کی کبھی شنوائی نہ ہوتی تھی۔ یہ خلاف انسانیت سلوک اب داستان پارینہ ہو چکا ہے۔ اور اگر کہیں اس کا نشان باقی ہے تو اس لئے کہ ضرورت سے زیادہ بردبار مزدوروں میں احتجاج کرنے کا حوصلہ نہیں۔

کارخانہ کا ضبط و نظام
منتظم سے خوش اخلاقی کی توقع

میں نے یہ دریافت کرنے کی کوشش کی۔ کہ کارخانہ کے لوگ ضبط و نظام کا کس قدر احساس رکھتے ہیں۔ ایک اجنبی کے لئے اس امر کا فیصلہ کرنا آسان کام نہیں۔ لیکن میں کارکن کونسل کے صدر کے الفاظ نقل کئے دیتا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ "ہمارے کاریگر بچے نہیں۔ وہ سخت گیر منتظم سے نبھا تے۔ بلکہ اُس کی تعریف بھی کر سکتے ہیں لیکن ایک شرط پر کہ وہ خوش اخلاق ہو۔ وہ ضبط و نظام

ہیں تعلیم حاصل کر رہی ہیں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ وہ اس امر کا احساس رکھتے ہیں۔کہ کارخانہ ان کا ہے۔اور اس کی عمدہ کارگذاری میں اُن کی اپنی خوشحالی کا راز پوشیدہ ہے۔پرکھنے کے لئے آپ کے روبرو دو معیار موجود ہیں۔ساخت شدہ مال ۱۹۱۳ء سے زیادہ ہے اور نومبر کے انقلاب کے بعد کوئی ہڑتال نہیں ہوئی"۔

کاریگر منتظم کے خلاف شکایت کر سکتے ہیں۔

کارخانہ مزدوروں کا خانہ واحد

ایک اور روئی کے کارخانہ میں جو پرانے پر دہودو کا کارخانے سے بہت نیا اور بہتر آراستہ مقام ہے میں نے منتظم ڈائرکٹر سے ملاقات کی۔ وہ خود پہلے مزدور رہا کرتا تھا وہ خوش شکل اور مضبوط آدمی تھا۔اور اس میں اپنے اقتدار کے دانستہ احساس کے ساتھ وہ سکون طبع اور حسن اخلاق بھی تھا جسے روسی بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔کیونکہ یہ خصائل سلافی قوم میں بہت عام نہیں اُس نے کارکن کونسل کی اُن خدمات کی بے حد تعریف کی جو اُس نے ضبط نظام قائم رکھنے کے بارے میں سرانجام دی تھیں۔اُس نے بتایا کہ گو کارکن کونسل نے ابھی تک کوئی نئی ایجاد نہیں کی۔تاہم اُس نے کئی عمدہ تجاویز کلاں کے پرزوں کی ترمیم ساخت اور کام کے بہتر انتظام کے سلسلہ میں کیں اور انہیں کی برکت سے یہ کارخانہ اپنے اضافہ ساخت پر فخر کرتا ہے۔اُس نے مجھے یاد دلایا کہ یہاں پر منتظم ہمیشہ اس حقیقت سے آگاہ ہو کر کام کرتا ہے۔کہ اُس کے کاریگر اُس کے خلاف اُس کے افسروں کے پاس شکایت کر سکتے ہیں۔جس پر وہ بڑی احتیاط سے غور و خوض کرینگے۔وہ جانتا ہے کہ اُس کی کارکردگی کی جانچ نہ صرف کم خرچ سے زیادہ اور بہتر

مال تیار کرانے سے ہوگی بلکہ کاریگروں کے ساتھ اس کے تعلقات کا بھی خیال رکھا جائیگا۔ لیکن اُس آزادی اور خودداری کے نئے احساس سے جو اب مزدوروں کو حاصل ہے قطع نظر کرتے ہوئے اس امر میں بھی کوئی شک نہیں کہ انقلاب نے ان کے معیار شائستگی کو بلند کرکے اُن کو زیادہ مستعد اور قابل کاریگر بنا دیا ہے۔ وہ منتظم (ناظم) اُن معاشرتی اداروں کو جو کارخانے سے ملحق تھے۔ بہت استحسان کی نظر سے دیکھتا تھا۔ کیونکہ اُن کی موجودگی میں مزدوروں کا گروہ محض ایک ایسا گروہ ہی نہیں رہ جاتا جو مشینوں کو چلاتا ہے بلکہ ایک خاندان کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے جو ایک خانۂ واحد میں متحدہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اُس کا خیال تھا کہ یہ نظام ہر شئے سے زیادہ مزدوروں کو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ کارخانہ اُن کا اپنا ہے اور ان میں ذمہ داری کے احساس اور بہتر کارپرداز ی پر ناز کرنے کے جذبے کی نشو و نما کرتا ہے۔

کارخانہ کے نظام میں مزدوروں کا اثر

یہ حقیقت شبہ سے بالاتر ہے۔ کہ کارخانے کے انتظام میں مزدوروں کا اثر حق فریاد سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ ہر کارخانہ کے منتظم کو شرکت پارچہ بافی مقرر کرتی ہے۔ جس کے ڈائرکٹر خود اُن منتظمین کے نامزد کردہ ہوتے ہیں۔ جن کا مدار منتخب شدہ سوویٹ جماعتوں پر ہوتا ہے۔ عملاً یہ آسامیاں پُر نہیں کی جاتیں۔ جب تک ٹریڈ یونین رضامند نہ ہو اور ٹریڈ یونین خود بالعموم کارکن کونسل سے استصواب رائے کئے بغیر اظہار خیال نہیں کرتا۔ منتظم کا اہم ترین فرض اُس گروہ سے ٹھیک کام لیتا ہے جو کارخانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ایسے انسانوں کی رہنمائی کی قابلیت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ماہرانِ فن،

کی خدمات حاصل کی جائیں تاکہ مشینوں کے انتظام اور صنعت کی کاروائی ہیں اُن کے ماہرانہ مشورے پر انحصار کیا جائے اور ان لوگوں کی تنخواہیں بسا اوقات خود منتظم سے جس کے ماتحت وہ کام کرتے ہیں۔ زیادہ ہوتی ہیں مصنوعات کے تجارتی پہلو سے منتظم کا براہ راست واسطہ نہیں ہوتا۔ یہ کام ایک اور فروخت کنندہ جماعت Textile Syndicate (مجلس پارچہ) کے سپرد ہوتا ہے۔ یہ تقسیم کار منتظم کے لئے اپنی رہنمائی کے مسائل پر توجہ مرکوز کرنے کا امکان پیدا کرتی ہے۔ اور اُس کامیابی کے لئے ذمہ وار ہے جو پرانے مزدوروں کو ان اہم عہدوں پر پہنچ کر اکثر ہوتی ہے۔ شرکت ہائے پارچہ بافی کے تقریباً نصف کارخانوں میں میرے خیال میں یہی کیفیت ہے۔ مزدوروں کو یہ ترقی عہدہ اکثر ٹریڈ یونین یا کارکن کونسل کی سفارش پر دی جاتی ہے۔

سُرخ ڈائریکٹر

لفظ سُرخ کے معنی

جن تین پارچہ بافی کے کارخانوں کو میں نے دیکھا۔ اُن میں سے ہر ایک کا منتظم ایک ایسا شخص تھا جسے روسی محبت سے "سُرخ ڈائریکٹر" کے نام سے موسوم کرتے تھے لیکن جادو کا اثر رکھنے والے لفظ "سُرخ" کی تمام مناسبتوں کو اخذ کرنے کے لئے انسان کو روس کا سفر ضروری ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ رنگ سلافی تخیل پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ وہ رنگ ہے۔ جسے ہر سلافی عورت بہت کشادہ دلی سے استعمال کرتی ہے۔ جب وہ اپنے کوٹ یا شادی کی پوشاک پر گل بوٹے کاڑھتی ہے۔ ہاں اس لفظ کے روسی زبان میں وہ مفہوم

ہیں۔"سرخ" اور "خوبصورت" اور ۱۹۱۷ء سے اس نے اور گہرے معانی بھی حاصل کر لئے ہیں۔ یہ اشتراکی نقطۂ نگاہ کا ہراول رنگ ہے۔ یہ ایک اعزازی خطاب کے طور پر اُس فوج سے لیکر جس نے مزدوروں کے لئے خانہ جنگی میں فتح و کامرانی حاصل کی اُن ڈائریکٹروں تک کو جنھوں نے کارخانہ میں اپنی کامیابی کی داد دی۔ ہر ایک ہر دل عزیز ادارے کو عطا کیا جاتا ہے کا رک صحن سے مفقود ہو چکے۔ ڈائریکٹر جو اُس مطلق العنان مالک کا جانشین ہے۔ جو کا سکوں سے استمداد کیا کرتا تھا۔ خود پہلے مزدور تھا اور اب "سرخ" کے پسندیدہ خطاب سے سرفراز ہے۔

انقلاب کی علامتیں۔ پرورش نسل کا شوق
مستقبل کی بنیادوں کی استواری

وہ مزدور جو انقلاب کے بعد کی تبدیلی کے کسی مادی نشان کی تلاش اپنے کارخانے میں کرے وہ ملحقہ اراضی میں واقعہ تین ٹیلوں میں سے ایک پر ایک بڑی عمدہ استر کاری والی کوٹھی پائیگا۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں مالک رہا کرتا تھا۔ آج یہ ایک صاف بے داغ اور بارونق و فروغ آرامگاہ اطفال ہے۔ جس میں کام پر جاتے وقت مائیں اپنے بچوں کو چھوڑ جاتی ہیں۔ یہی حال حقیقتاً رُوس کے ہر حصّہ میں ہوا ہے۔ ماسکو کے امرائے صنعت کے عالیشان محل اب تصویر خانے یا عجائب گھر ہیں۔ اُن کی دیہاتی کوٹھیاں وہ صحت گاہیں ہیں۔ جن میں مزدور اپنی تعطیلیں گزارتے ہیں۔ یا علاج کے لئے قیام کرتے ہیں۔ گاؤں میں چھوٹے درجے کے امیروں کی حویلیاں کسانوں کے لیے سکولوں اور کلبوں میں منتقل ہو گئی ہیں۔ لیکن میں نے نئے روس میں مزدوروں کے بچوں کے لئے دن کی آرام گاہ اور دایہ خانے کی صورت میں متذکرہ بالا آرام دہ

محل کے تبدیل ہو جانے سے بڑھ کر اور کوئی ممتاز خصوصیت نہیں دیکھی۔ یہ قوم بصد اشتیاق اپنے مستقبل کی فکر میں مستغرق ہے اور جہاں تک اُس کی غربیا نہ توفیق اجازت دیتی ہے یہ اپنے بچوں کی خبر گیری فراخ دلی اور احتیاط سے کرتی ہے۔ اُس نے اپنے سامنے دیدہ و دانستہ ایک ایسی نئی نسل پیدا کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ جو اپنی مضبوطی اعضا اور قوت دماغ میں انسانیت کے پورے قد و قامت کو پہنچے اور اُس کی ابتداء اسی آرام گاہ اطفال میں ہوتی ہے لیکن یہی مقصد کارخانے کے تمام معاشرتی اداروں کی روح رواں ہے۔ انسان ماسکو کے کاروباری علاقے کے بازاروں سے تو بغیر اس احساس کے گزر سکتا ہے۔ کہ اس شہر میں اور مغربی یورپ کے دوسرے دارالخلافوں میں کوئی نمایاں فرق نہیں سوائے اس کے کہ اس کی مذہبی عمارات کی شان عالی اور دیگر سلافی عمارات کی بد نمائی جدا گانہ رنگ رکھتی ہے۔ اس کی دوکانوں میں وہی سامان ہے۔ قدرے سرمایہ دار اور زیادہ بے مایہ میں وہی فرق ہے۔ اس کے محلوں میں پرانے وقت کی روحوں کی طرح ایک گداگر خاموشی سے ہاتھ پھیلا کر جنبی ہوئی مہروں کی طرف بڑھتا ہے۔ بازاروں کو پیچھے چھوڑ دو۔ کارخانے کے دروازہ میں داخل ہو جاؤ۔ تو تم ایک متحدہ اور یک دل دنیا میں داخل ہو جاؤ گے۔ جہاں روس کے حقیقی فرمانروا اپنی خاندانی زندگی بسر کرتے ہیں۔ خود اپنے آپ پر حکومت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے مطالعہ اور تفریح میں شریک ہوتے ہیں۔ اور مشترکہ آرام گاہ اطفال اور مشترکہ مدرسہ میں مستقبل کی بنیادیں استوار کر رہے ہیں۔

کارکن کونسل اور معاشرتی ادارے

کارکن کونسل (یا جیسے بعض اسے کارخانہ کمیٹی کہتے ہیں) کارخانے کے کار ساخت میں ایک بااثر طاقت ہے گو اعلیٰ ترین طاقت نہیں۔ کارخانے کے معاشرتی اداروں پر اُس کو اختیار کامل ہے بھی اُس کے ماہر ناظر ہیں۔ اور انہیں کی ترقی اور نشو و نما کے لئے مزدور کم تنخواہ حاصل کرنے پر قناعت کرتے ہیں۔ حالانکہ دوسرے طریقے سے وہ زیادہ کما سکتے ہیں۔ ان اداروں میں وہ اپنی حقیقت کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ اور اپنی معاشرتی خواہشات فطرت کو پورا کرتے ہیں۔

بچہ مزدور کی ہستی اور اُس کی پرورش

کارخانہ کے مزدور کے بچے کی ہستی اُس کی پیدائش سے پہلے ہی تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اُس کی پیدائش سے دو ماہ قبل اُس کی ماں کارخانے میں کام کرنا ترک کر دیتی ہے۔ اور پیدائش سے دو ماہ تک وہ کارخانے میں آنے پر مجبور نہیں۔ اس چار ماہ کے زمانے میں اُسے کوئی معمولی قسم "امداد زچگی" کے طور پر نہیں دی جاتی۔ بلکہ اُس کی پوری تنخواہ اس کو ملتی ہے۔ اس طرح چار چھ باقی کے کارخانوں میں جہاں عورتیں نصف سے کم نہیں۔ ہمیشہ مزدوروں میں تین سے لیکر پانچ فیصدی کی کمی رہتی ہے۔ اور یہ تمام بار منتظمین کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جب بچہ دو ماہ کا ہوتا ہے۔ تو آرام گاہ اطفال اس کے انتظار میں رہتی ہے۔ وہ ہر روز طبی حفاظت میں ہوتا ہے اور ڈاکٹر عموماً عورتیں ہوتی ہیں۔ دائیاں خوب تربیت یافتہ ہیں۔ اور جن دو آرام گاہ اطفال کا میں نے معائنہ کیا۔ وہاں صفائی اور حفظانِ صحت کے قواعد کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی جیسا کہ

بچوں کا دودھ نہ چھڑا دیا جائے ماؤں کو آدھ آدھ گھنٹے کی چھٹی بچوں کو دودھ پلانے کے لئے دی جاتی ہے۔ دن کے آرام گاہ طفلان سے بچہ کنڈر گارٹن یعنی اُس ادارے میں پہنچتا ہے۔ جو دایہ خانے اور ابتدائی مدرسے کے درمیان ہوتا ہے۔ اور جہاں باسلیقہ سامان تفریح بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ کسی قدر تعلیم و تربیت بھی ہوتی ہے۔ وہاں سے بچہ قومی مدرسے[1] میں پہنچتا ہے۔

مزدور کے مرتبے کا حصول

سولہ سال کا ہو کر بچہ کارخانہ میں مزدور کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ کئی ملکوں میں مزدور کے لفظ سے تلخ کامانہ بدنامی کی بو آتی ہے لیکن روس میں مزدور اور کسان کے الفاظ تقریباً اُنہیں معنی میں استعمال کئے جاتے ہیں جنہیں پرانے فیشن کے انگریز "روسا و امرا" کے الفاظ کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ معزز خطاب ہیں۔ جو بچہ ان طبقوں میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ احساس رکھتا ہے کہ حصولِ طاقت اور مواقع ترقی کے دروازے اُس کے لئے کھلے ہیں۔ کسی سدِ سکندری کے عبور کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر اُس میں اپنے رفیقوں کی خدمت کا جذبہ موجود ہے تو کارخانہ ریاست اور فوج بلکہ پیشہ ہائے علم و فضل کا راستہ بھی اُس کے لئے بالکل ہموار اور کشادہ ہے جن بچوں نے اس راستہ کو انقلاب کے ایام سے اپنے سامنے کھلتے دیکھا ہے۔ وہ فطرتی طور پر یہ احساسِ اقتدار حاصل کر لیتے ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں میں ماسکو کے باہر ایک جنگل میں بالکل چھوٹے چھوٹے بچوں کے ایک گروہ سے باتیں کر رہا تھا۔ ایک ہونہار لڑکے نے دریافت کیا۔ کہ انگلستان نے روس کی ناکہ بندی کیوں کر رکھی ہے؟ اس تشویش انگیز سوال کا میں نے جواب

---

[1] ان کا ذکر اس سلسلۂ کتب کے اُس حصہ میں ہے جو تعلیم کے متعلق ہے۔

دیا تو جھٹ دوسرا سوال ہؤا۔ کہ "انگلستان کے مزدور اس کی اجازت کیوں دیتے ہیں"۔ چھوٹا بچہ اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ کہ مزدور جماعت کی طاقت کی کوئی حد بھی ہو سکتی ہے۔ ان لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے کسی کارخانہ میں داخل ہونا بڑے بڑے حقوق اور فرائض کے حصول کی ابتدا ہے۔

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت

پہلے دو برس میں (یعنی ۱۶ برس سے ۱۸ برس کی عمر تک) یہ نوجوان مزدور کارخانہ میں کل چھ گھنٹے کام کرتے ہیں۔ ۲½ سال تک شاگرد ایک ٹیکنیکل سکول (مدرسۂ صنعت) میں کام کرتا ہے۔ اس کارخانہ میں قریباً دو صد ایسے شاگرد تھے۔ سال میں دو بار ان نوجوان مزدوروں کا طبی معائنہ ہوتا ہے۔ اگر اُن کی صحت پر مشقت کا اثر نمایاں ہو تو اُن کو آسان کام دے دیا جاتا ہے۔ یا اُن کو شبانہ صحت گاہوں میں جگہ دی جاتی ہے۔ جہاں اُن کو روزانہ کام میں خلل ڈالے بغیر باقاعدہ زندگی بسر کرنے اور قواعدِ صحت کی پابندی کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ طبی معائنہ کے سلسلے میں نوجوانوں کی جائے رہائش کا معائنہ بھی گاہے گاہے کر لیا جاتا ہے اور کبھی کبھی وہیں حفظانِ صحت کی تعلیم بھی دے دیتے ہیں۔

ورزش اور تعلیم

اس کارخانہ میں (اور اب تمام روس میں بالعموم) ورزشِ جسمانی میں سرگرمی دکھائی جاتی ہے۔ ۱۲۰۰ سے کم اشخاص نہیں تھے جو کوئی نہ کوئی ورزشِ جسمانی کا سلسلہ طے نہ کر رہے ہوں۔

کھیل کے میدانوں میں دوڑ لگانے کے لئے گزر گاہ - ایک برف پر چلنے کی روش - اور موسم سرما میں کھیلوں کے لئے دو سو جوڑے برف پر چلنے کے بوٹوں کے تھے - ایک ورزش گاہ - ایک گھونسے بازوں کی کلب - ایک چاند ماری کا کمرہ بھی تھا - نوجوان عورتیں اور لڑکے ان کھیلوں میں حصہ لیتے تھے - جو کمال علم و فضل کے خواہاں تھے اُن کے لئے آٹھ ماہ کا ایک نصاب تھا - جس کا مقصد یہ تھا کہ ان نوجوان مردوں اور عورتوں کی عام تعلیمی حالت کو ترقی دی جاسکے - جو ربپ فیکٹ[1] یعنی مزدوروں کے کالج میں داخل ہونے کے متمنی ہوں - اس طرح کارخانہ سے سیدھا راستہ یونیورسٹی کو جاتا ہے -

نوجوانوں کے ساتھ جوانوں کا خیال

لیکن کارکن کونسل نوجوانوں کی صحت اور تعلیم کے تردد میں جوانوں سے غافل نہیں - اس سال اُن کا بھی جبری طبی معائنہ ہوا - اور جہاں ضرورت ہوئی وہاں علاج بھی کیا گیا - انقلاب کے زمانے سے ناخواندگی کے برخلاف مسلسل جہاد جاری رہا ہے - اور شہری مزدوروں میں ناخواندوں کی تعداد بہت ہی کم رہ گئی ہے - لیکن اس کارخانہ میں رضاکاروں کی ایک انجمن موجود ہے - جو جوانوں کو جو زیادہ تر نووارد دیہاتی ہوتے ہیں - لکھنے پڑھنے کی تعلیم دیتی ہے زیادہ قابل لحاظ وہ جماعتیں ہیں جن میں مزدوروں کی ٹولیاں جن کی تعداد کسی جماعت میں ۲۵ سے زیادہ نہیں رکھی جاتی - اور جن کی تعلیم ناقص ہوتی ہے حساب اور دوسرے عام سکولوں

---

[1] ربپ فیکٹ سے مراد وہ کالج ہے - جہاں ہونہار نوجوان مزدور جو ابتدائی تعلیم حاصل کئے ہوئے ہیں - تین یا چار سال کے نصاب تعلیم کے بعد یونیورسٹی میں داخل ہو سکیں -

کے نصابی مضامین میں تعلیم پاتے ہیں۔ ان ابتدائی جماعتوں سے بہت بلند پایہ وہ نصاب ہے جس کے ذریعے ان ہنرمند مزدوروں کو جو اپنے فن کا عملی تجربہ رکھتے ہیں۔ اُن سائنس کے اصولوں (مثلاً علم کیمیا (علم طبعیات) کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جو اُس فن کی تہ میں کام کرتے ہیں۔

کلب معاشرتی زندگی کا مرکز

اس اور دوسرے کارخانوں میں معاشرتی زندگی کا مرکز ایک کلب ہے۔ جب میں ایک شام اس کلب میں گیا تو یہ زیادہ تر نوجوانوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس کے ہوٹل میں خوراک سستی اور عمدہ تھی۔ ایک کمرے میں پیانو بج رہا تھا۔ ایک میں گانا ہو رہا تھا۔ دارالمطالعہ میں اخباروں اور رسالوں کا کافی ذخیرہ تھا۔ بعض ارکان شطرنج میں مشغول تھے اور بہت سی عورتیں سلائی کے کمرے میں مصروفِ کار تھیں۔ کتب خانہ میں روسی زبان کی اعلیٰ پایہ کی ادبی کتابیں تھیں۔ لیکن اُس کی بے شمار الماریوں کے تھوڑے ہی خانے اُن سے مزین تھے۔ مجھے معلوم ہوا کہ ایسی کتابوں کی مانگ زیادہ نہیں۔ موجودہ نسل کا روسی مزدور عملی ذہنیت رکھتا ہے اور وہ سائنس تاریخ اور ابتدائی علم تشریح۔ ڈارون کے نظریہ۔ مذہب کے مخارج اور سب سے بڑھ کر مارکس کی اقتصادیات کی اُن کتابوں کو بصد اشتیاق پڑھتا ہے۔ جو سوویٹ کے چھاپہ خانوں سے سیل رواں کی طرح بہتی آ رہی ہیں۔ مجھے بتایا گیا۔ کہ عورتیں بھی اس دشوار مطالعہ کو ناول پڑھنے پر ترجیح دیتی ہیں۔ کلب کے اس کتب خانے کے علاوہ مزدوروں کے گھروں پر کتابوں کے صندوق بھیجنے کا سلسلہ بھی موجود تھا۔ لیکن کلب میں جو سب سے دلچسپ

کمرہ مجھے نظر آیا۔ وہ وہ تھا جہاں ممبروں کو دعوت دی جاتی تھی کہ مطالعہ کے دوران میں جو مشکلات پیش آئیں۔ تجربہ کار معاونوں کے ساتھ اُس کمرے میں آ کر اُن پر بحث و تمحیص کریں۔ نوجوانوں کے دو جوڑے بڑی سرگرمی سے اپنی مشکلات پر بحث کر رہے تھے۔ اور باقی اپنی باری کے منتظر بیٹھے تھے۔ وہ گرم جوشی مگر خوش اخلاقی سے بحث کرتے تھے۔ اور یہ عزم صمیم لئے تھے۔ کہ بہت آسانی سے قائل نہ ہو جائینگے۔ یا کسی بات کو محض اعتبار پر درست تسلیم نہ کر لیں گے۔ ایک تو اقتصادیات کے ایک مسئلہ پر بحث کر رہا تھا۔ اور دوسرا مارکس کے نظریۂ تاریخ کے ایک اشکال پر۔

تھیٹر

میں نے اُس تھیٹر (تماشا گاہ) کو دیکھا جو کلب میں تھا۔ لیکن اُس رات وہاں کوئی کھیل نہ ہو رہا تھا۔ مختلف اہلِ حرفہ جو اس کارخانہ میں ہیں۔ اتوار کے روز اس تماشا گاہ میں اپنی اپنی "شب خاندان" گزارتے ہیں۔ اور وہاں کوئی کھیل (ڈرامہ) کیا جاتا ہے یا گانا ہوتا ہے۔ ان کھیلوں کی انجمنیں اپنی جدوجہد میں بڑی سرگرمی سے کام لیتی ہیں۔ اور بہتر تیاری دکھانے اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لئے پیشہ ور ایکٹروں کو اپنی تربیت کے لئے باہر سے بلاتی ہیں۔ باجے کے شائقین کے لئے ۱۵۰ آدمیوں کی گنجائش رکھنے والا ایک مطرب خانہ بھی ہے۔ اور شوقینوں کے لئے ایک تار والا بینڈ بھی۔ ماسکو کی زندگی کا ایک قابلِ ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ اس کے سازِ طرب (علی الخصوص پرسمفنس) نامی حیرت انگیز سازِ طرب جو بغیر کسی رہنما کے کام کرتا ہے، بسا اوقات مزدوروں کو اُن کے اپنے کلب میں ہی

مجلس سرود کا سامان بہم پہنچاتے ہیں ۔ اور اعلیٰ پروگرام کی بہت قدردانی ہوتی ہے ۔

انجمن طیران ہوائی

آخر میں میں نے ایک کمرے پر نگاہ ڈالی جو اس انجمن کے لئے ہے جو ہوا میں اڑنے کی حوصلہ افزائی کرتی ہے ۔ فوجی اور سول دو نو اغراض کے لئے بہت سے نوجوان مرد اور عورتیں ایک اعلیٰ ہوائی جہاز کے پرزے تیار کرنے میں مصروف تھیں ۔ اور دیوار پر ایک ہولناک اشتہار تھا جس میں کیمیاوی لڑائی کا نظارہ دکھایا گیا تھا ۔ یہ انجمن زمانہ حال کے فن جنگ کو مرغوب عام بناتی ہے ۔ اور ہوائی بیڑے کے لئے زر کثیر فراہم کرتی ہے ۔ اس کمرے میں حال کے روس کی حقیقی تصویر نظر آتی ہے ۔ بحری ناکہ بندی کی یاد تازہ ہے اور سوویٹ جمہوریت دشمن دنیا میں ایک محصور شدہ فوج کی طرح زندگی بسر کر رہی ہے ۔ کسی کو یہ بھولنے کی اجازت نہیں دی جاتی ۔ کہ انقلاب کو پھر اپنی ہستی کا تحفظ کرنے کی ضرورت لاحق ہو سکتی ہے ۔ اس کمرے میں انسان کو صلح حرب آشنا کا احساس ہوتا ہے یہ میدان جنگ کا ایک باامن گوشہ ہے جسے مضبوط ہاتھوں نے صاف اور مستحکم کیا ہے ۔ دیواروں پر تصویریں ہیں ۔ جو خانہ جنگی کے نقشے دکھا رہی ہیں ۔ لیڈروں کی تصویریں تو ہر کمرے میں ہیں لیکن لینن سے اظہار عقیدت کے لئے ایک کمرہ مخصوص ہے جیسا کہ ہر جگہ ہوتا ہے ۔ اگر روس کے مزدور اپنے آپ کو جوہر تعلیم سے آراستہ کرتے ہیں ۔ تو اس لئے کہ اپنی جد و جہد کو جاری رکھیں ۔

حفاظتِ صحت اور صحت گاہیں

کسی روسی کارخانہ کے گرد معاشرتی اداروں کا جو جمگھٹا سا ہوتا ہے۔ اُس کا مفصل بیان تو اُن تمام کار رواائیوں کا طویل تذکرہ ہو جائے گا۔ جو سوویٹ جماعتیں مزدوروں کی صحت و حفاظت کے لئے کر رہی ہیں خواہ مانع مرض دوا کے ذریعے خواہ اقتصادی بیمہ کے ذریعے۔ ہر ایک بڑے کارخانہ کا ایک اپنا ہسپتال۔ دوائی خانہ اور ڈاکٹری عملہ ہوتا ہے۔ کریمیا۔ کوہ قاف اور دیگر مقامات پر بہار اور برائے صحت مزدوروں کے لئے صحت گاہیں ہیں۔ ہر ایک مزدور کو موسم گرما میں دو ہفتہ کی چھٹی پوری تنخواہ پر ملتی ہے۔ اور کلب کی دیواروں پر میں نے اشتہار بھی دیکھے۔ جن میں دریائے والگا میں برائے سیر جہازوں کا اعلان تھا۔ ان مزدوروں کو جو ایسے کاموں میں مصروف ہوں۔ جو صحت پر کم و بیش اثر انداز ہوتے ہوں۔ پورے مہینے کی رخصت ملتی ہے۔ اُن سے کام تھوڑے گھنٹے لیا جاتا ہے۔ اور تنخواہ زیادہ دی جاتی ہے۔ (۱) اقتصادی بیمہ کے نام سے جو مختلف مفاد موسوم ہیں۔ وہ کارخانہ یا رجہ بافی میں تنخواہوں کے بل میں ۲۰ فی صدی کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور اگر اسی قسم کے دوسرے مفاد جن کا بار کارخانہ کے بجٹ پر پڑتا ہو۔ (اور جو زیادہ تر تعلیمی ہیں) شامل کر لئے جائیں۔ تو مزدوروں کو جنس کی صورت میں غالباً اس قدر مفاد حاصل ہو جاتا ہے جو اُن کی تنخواہ میں ۲۵ فی صدی کا اضافہ کر دیتا ہے۔

---

(۱) صحت کے متعلق علیحدہ کتاب اس سلسلے میں لکھی گئی ہے۔

رہائشی مکانات کی تعمیر

میریوسی کارخانہ کی طرح اس کارخانہ میں رہائشی مکانات کی سکیم بھی جاری تھی۔ آج روس میں رہائش کی سکیم سے زیادہ تکلیف دہ ہے جنہوں نے ٹالسٹائی کی کتابیں پڑھی ہیں۔ وہ گزشتہ صدی کے آخر میں ماسکو کے مزدوروں کی حالت زار کی دردناک تصویر اپنے ذہن میں کھینچ سکتے ہیں۔ اور میکسیم گورکی نے اُن کی مادی تباہی اور تنزل کا نقشہ ہمارے حافظے میں کالنقش فی الحجر کر دیا ہے۔

جائے رہائش کی تقسیم اور کرایہ کی وصولی

ایسی ریاست کا بار ایک مفلس ملک جو تباہ کن خانہ جنگی کی خستہ حالیوں اور آفت قحط کا شکار ہو چکا ہو آسانی سے کندھوں پر اُٹھا لینے کی اُمید نہیں کر سکتا۔ ماسکو میں تو یہ مسئلہ انقلاب کے بعد اور بھی نازک ہو گیا ہے۔ کیونکہ دارالخلافہ پیٹرزبرگ سے ماسکو میں آ گیا ہے۔ دوسری طرف رہائش کی جگہ بڑی سختی سے (رہائش) ضرورت کے مطابق تقسیم کر دی گئی ہے۔ اور وہ مکانات جن میں آرام نصیب خاندانوں کے پاس ضرورت سے زیادہ گنجائش تھی۔ عوام کے خاندانوں کے لئے تقسیم کر دئے گئے ہیں۔ تاہم ابھی تک بہت تنگی سے گزارہ ہوتا ہے اور بعض علاقوں میں تو حالت ذلت آمیز ہے۔ ان خستہ حالیوں میں باعث تسکین فقط یہی امور ہیں۔ کہ اول تو اب کوئی مقتدر اقلیت نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ کافی اور بسا اوقات نا آرام دہ اور ناصحت بخش مکانات کا کرایہ محنتی آمدنی والوں کے لئے اتنا کم کر دیا گیا ہے کہ تقریباً نہ ہونے

کے برابر ہے مالک مکان گم ہو چکا ہے۔ اور اب کمروں یا مکانوں کے کسی سلسلہ میں رہنے
والے کرایہ داروں کی ایک منتخب کردہ کمیٹی کی ہدایت کے مطابق کرائے۔ صرف مرمت اور
ترقیات کا خرچ پورا کرنے کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔ ایک طویل فہرست تیار کی گئی ہے
جس میں کرایہ دار کی آمدنی اور کرایہ کا تناسب درج ہے۔ اس فہرست میں بہت خفیف لیکن
ناہموار درجے ہیں۔ تھوڑی مزدوری یا تنخواہ والوں سے کم سے کم کرایہ لیا جاتا ہے۔ اور زیادہ
سے زیادہ کرایہ اُن لوگوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ جو ابھی تک ایسے ذرائع سے کمائی حاصل
کرتے ہیں جو نئے روس میں خلاف اشتراکیت خیال کئے جاتے ہیں مثلاً کرائے کے
مزدوروں سے فائدہ اُٹھانا یا سٹہ بازی کرنا۔ یا سود وصول کرنا۔ خاندان کے ہر فرد کے
لئے ایک مقررشدہ تہ زمینی کی منظوری ہے۔ ایک نہایت فصیح و بلیغ فہرست اُن بڑی بڑی
منہائیوں کی تصریح کرتی ہے۔ جو لازمی طور پر اصلی کرائے سے کی جائیں گی۔ اگر کمرہ بغیر کھڑکیوں
کے ہو یا نیم تاریک ہو۔ یا اس میں پانی بجلی یا حفظانِ صحت کی کمی ہو۔ یا وہ کوئی برآمدہ یا
ڈیوڑھی ہو جو دوسرے کمروں میں جانے کے لئے رستہ کا کام دیتی ہو۔

مکانات کی قلت

اس فہرست سے دو ہی نتیجے اخذ ہوتے ہیں۔ یہ خستہ حالی کی ایک تشریح ہے۔ جس
سے آشکارا ہوتا ہے کہ پرانی مقتدر جماعت کے فالتو مکانات کی سختی سے تقسیم کرنے کے بعد
بھی ماسکو کے ہر باشندہ کے لئے کم سے کم صحت بخش مکانیت کا مہیا کرنا بحالات موجودہ ممکن
نہیں۔ دوسرے یہ کہ تعمیر مکانات کی نئی تجاویز نے اس عام تکلیف دہ صورت حال پر ابھی

کوئی قابل قدر اثر پیدا نہیں کیا۔ روس میں سرمایہ کی اس قدر کمی ہے کہ ابھی تک قومی یا میونسپل ساکھ کو تعمیر مکانات کے لیے استعمال کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ عام طریقہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ بہتر یا بڑے مکانات کے خواستگار ہوں۔ وہ اپنی ایک جماعت امداد باہمی بنا لیتے ہیں۔ اور ماہانہ رقوم ادا کر کے نئے مکانوں کا ایک خطہ تعمیر کرنے کی صورت پیدا کر لیتے ہیں۔ لیکن مختلف شرکتیں تعمیر مکانات کی ان تجاویز کی اپنے منافع سے امداد کرتی ہیں اور اس سال شرکت پارچہ بافی نے اپنے نفع کا ۲۲ فی صدی مزدوروں کی خوش حالی کے لئے دیا۔ اُس کا زیادہ حصہ انہیں تجاویز پر صرف ہوا۔ تین پہاڑیوں والے کارخانے کی زمین میں انقلاب کے بعد کئی بڑے خطے مزدوروں کی رہائش کے لئے تعمیر ہوئے ہیں۔ ان میں جو خوش قسمت خاندان رہتے ہیں۔ وہ صفائی اور خودداری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ پرانی عمارتوں کے مقابلے میں تو یہ ترقی وہم و گمان سے بھی بالاتر ہے لیکن کاملیت اور زمانہ حال کی آسائشوں کے لحاظ سے یہ نئی عمارتیں یقیناً انگلستان اور جرمنی کی اُن عمارتوں کے پایہ کو نہیں پہنچ سکتیں۔ جو حال میں مزدوروں کے لئے بنائی گئی ہیں۔ روس ایک غریب ملک ہے۔ اور اُس کی مادی آسائش کا معیار زمانہ قبل از جنگ کے معیار سے جبھی بلند ہو سکتا ہے جب اُس کی دولت کی پیداوار زمانہ قبل از جنگ کی نسبت بہت ترقی کرے۔

مزدوری کی کیفیت

ایک کارخانہ کو نمونہ تصور کر کے ہم نے اُس کی زندگی پر حکومت خود اختیاری کے اثرات و نتائج کا جو سرسری حال بیان کیا ہے وہ نامکمل رہے گا۔ اگر مزدوری کا تھوڑا بہت ذکر نہ کیا

جاتے۔ انقلاب سے پہلے روس میں صنعت پارچہ بافی میں سب سے کم مزدوری ملتی تھی۔ اس کے مزدور بالعموم وہ دہقان ہوتے تھے جو ایسے علاقوں سے آتے تھے جن کی ناقص اراضی یا اراضی کے رقبہ کی کمی یا خرابی کاشت اُن کو صنعت کے کارخانوں میں دھکیل دیتی تھی۔ لیکن چونکہ اُن کا ایک پاؤں شہر میں اور ایک گاؤں میں ہوتا تھا۔ اس لئے وہ کسی جگہ بھی بخوبی فائدہ نہ اُٹھا سکتے تھے۔ مزدوری کم تھی۔ ایک تو اس لئے کہ بچوں کی محنت جوانوں سے مقابلہ کر رہی تھی۔ اور دوسرے اس لئے کہ خاندان شاذونادر ہی کارخانہ کی مزدوری کو [illegible] کا واحد ذریعہ سمجھتا تھا۔ ظاہری مزدوری میں پارچہ بافی کی صنعت اب کافی اضافہ ظاہر کرتی ہے۔ اور دوسری صنعتوں کے مقابلے میں اس نے اپنی حالت کو بہتر بنا لیا ہے۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ظاہری مزدوری کا معیار زمانہ قبل از جنگ سے بالا تر ہو چکا تھا۔ اگر سنہ ۱۹۱۳ء میں مزدوری کی رقم ۱۰۰ تصور کی جائے تو سنہ ۱۹۲۶ء کی آخری سہ ماہی میں تمام صنعتوں کی اوسط مزدوری ۱۰۰.۴ تھی۔ اور صنعت پارچہ بافی کی ۱۲۱۔ لیکن یہ اضافہ قیمتوں کے تشویش انگیز اضافے سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ناکافی تھا لیکن سنہ ۱۹۲۵-۲۶ء میں روس میں قیمتوں کا معیار ۲۰۰ تھا۔ اگر سنہ ۱۹۱۳ء کی قیمتوں کے معیار کو ۱۰۰ تصور کیا جائے۔ اگر ہم اُن مفاد کو بھی شامل کر لیں۔ جو معاشرتی بیمہ سے مزدوروں کو حاصل ہوتے ہیں۔ (اور اُن کی مزدوری میں ۲۰ فی صدی کا اضافہ کرتے ہیں) اور کرایہ کی کمی کو بھی محسوب کر لیں۔ (جس کے ذریعے کہا جاتا ہے کہ مزدوری میں ۴ یا ۵ فی صدی کا اضافہ ہو جاتا ہے) اور مفت تعلیم کا بھی لحاظ کر لیں۔ تو یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ پارچہ باف مزدور بھی مالی طور پر زمانہ قبل از جنگ سے بدتر حالت میں ہیں۔

مشتے نمونہ از خروارے

میں نے اس کارخانہ کا حال ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے کیونکہ اس کے تجربوں میں جو مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق ہیں کل اور آج کے روس کو سمجھنے کا راز پنہاں ہے۔ چونکہ فریب خوردہ مزدوروں کو کام پر واپس لانے کے لئے کاسکوں کو بلایا گیا۔ اس لئے انجام کار انقلاب تشدد سے ہوا اور پھر اس ذرا سے تشدد سے انقلاب نہیں ہو سکتا تھا۔ چونکہ مالک کارخانہ نے مزدوروں پر جبر کرنے کے لئے حکومت زار کی طاقت کو استعمال کیا اس لئے جب زار کو شکست ہوئی تو مالک کو بھی مفتوح و مغلوب ہوئے بغیر کوئی سبیل نہ رہی۔ چونکہ زمانہ گذشتہ کی ذلت و توہین اور جبر و تشدد مزدوروں کی یاد میں ابھی تک پرانا نہیں ہوا اس لئے ان کا اپنے آپ پر حکومت کرنا اور اپنی زندگیوں کا خود انتظام کرنا بہت بڑی چیز دکھائی دیتا ہے۔

انگریزی مزدور کی حالت سے مقابلہ

ایک انگریز مزدور کو یہ دیکھ کر تعجب ہو سکتا ہے کہ کس طرح روسی لوگ تھوڑی مزدوری لیکر اپنے تنگ گھروں کو اس قدر ناز اور صبر و قناعت سے روا رکھتے ہیں۔ شاید وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ حسن سلوک جو اب وہ مشتغلین اور اپنے رہبروں کی طرف سے حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے لئے کافی معاوضہ ہے۔ کارخانے کے صحن کے اندر انگریزی مزدور نے کبھی کاملیت کا نہ زیادہ اپنا پن محسوس نہیں کیا۔ اور نہ انگریزی مزدور کو کبھی اس حقیقت سے آشنا ہونے کا موقع ملا

ہے کہ علم و فن کے ذوق و شوق کی راہ میں کسی پولیس والے کو حائل پانے کے کیا معنی ہیں۔
نقدکان یا مفلسی۔ جہالت یا اپنے نا تربیت یافتہ ذہن کی ناقابلیت کا احساس اُسے کسی
علم آموز تقریب میں جانے سے روک دے تو روک دے لیکن وہ اس حقیقت نفس الامری سے
بالکل بے خبر ہے کہ کسی تھیٹر خانہ کی جلسہ گاہ کے ہر سوراخ کو اس خوف سے بند کر دینے کے
کیا معنی ہیں۔ کہ چربی کی شمع کی کوئی دھندلی سی کرن کسی سپاہی سے افشائے راز نہ کر دے
وہ اب دو تین پشتوں سے ٹریڈ یونین میں اپنے کاروبار کا بغیر کسی قابل التفات رکاوٹ کے
خود انتظام کرتا ہے۔ اور اپنے کارخانے میں کسی ایسی کارکن کونسل کا انتخاب کرنا جو روسی
جمہوریت والے وسیع اختیارات رکھتی ہو اُسے ایسا اہم کام نظر نہیں آئیگا جیسا روسیوں
کو نظر آتا ہے۔ اور چونکہ وہ جانتا ہے کہ اس زمانے میں جب اُس نے سیاسی تعلیمی اور صنعتی
اغراض کے لئے اپنی انجمنیں بنائیں۔ تو حکومت کو مرض حسد لاحق نہ ہو گیا۔ اس لئے اس کے
ذہن میں کوئی مسلسل دبی ہوئی فطرتی خواہشات معاشرت نہیں ہیں۔ جو کم بضاعتی کے باوجود
مسرت شادمانی کا احساس کرینگی جب کارخانے کی انتظامی میں مزدوروں کی کلاب قائم ہو
جائے۔ اُن جذبات کو جن کا جوش انشتراکی عقیدے کی تشریح و تفریح کرتے ہیں۔ انگریز اور
روسی مزدور دونوں اظہار استحسان کرینگے لیکن ایک وحشیانہ اور تلخ تجربے نے اُن کو
روس میں ایسی آتش فشاں قوت دی ہے جو ہمارے زمانے میں مغربی یورپ میں ان
کو نصیب نہیں۔ مگر میں اپنی طرف سے درس عبرت دے کر زیادہ دردسری نہیں کرنا چاہتا۔
بڑھا آئیوان اپنی کہانی بیان کر کے سگریٹ اور چائے کی پیالی پینے کے لئے آرام سے بیٹھ
گیا۔

زمانۂ قبل از جنگ سے مقابلہ

اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اُس نے کہا کہ یہ بالکل سچ ہے کہ اُن دنوں ہم مادی لحاظ سے بعض پہلوؤں میں بہتر تھے جنگِ عظیم شروع ہونے سے پہلے کے چند سالوں میں ہماری مزدوری آج سے زیادہ اشیاء خرید سکتی تھی۔ لیکن کتاب مقدس کیا کہتی ہے ؟ "انسان فقط روٹی سے نہیں جیتا" ! اُن دنوں ہم جاہل اور کندۂ ناتراش تھے۔ ہاں ! جب تک میں جلاوطن ہو کر سائبیریا نہیں گیا تھا۔ میں نے پڑھنا نہیں سیکھا تھا۔ اور اب بھی میں مشکل سے لکھ سکتا ہوں لیکن اُمید ہے اب میں ہر ایک چیز جو پڑھنے کے قابل ہے۔ پڑھ سکتا ہوں۔ اور کوئی مجھے روکنے والا نہیں۔ ہاں میں نے ڈارون کے متعلق سب کچھ پڑھا ہے۔ اور علم زراعت پر بہت سی کتابیں دیکھی ہیں۔ میں نے اپنے گاؤں میں تقریریں بھی کی ہیں۔ یہ حقیقت بھلائی نہیں جا سکتی کہ گو ہم ابھی تک ایسی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جو کئی لحاظ سے مشکل اور سختی کی زندگی ہے تاہم ہماری اولاد بہتر حالات میں ہو گی — اخلاقی لحاظ سے بہت ہی بہتر حالت میں۔ دیکھئے۔ گو ہم ابھی تک غریب ہیں۔ لیکن اُن کے لئے کیا کچھ مواقع ہیں۔ کتابیں اور سینما۔ جماعتیں اور نصاب سب کچھ مہیا ہے۔ اور جو لڑکے لڑکیاں تعلیم کے شائق ہوں۔ وہ اُس قدر تعلیم حاصل کر سکتے ہیں جو کوئی طالب علم پرانے ایّام میں حاصل کر سکتا تھا۔ اور گاؤں میں بھی حالات تبدیل ہو رہے ہیں۔ میں زراعتی سکول میں عرصہ تعلیم ختم کرنے کے بعد گاؤں میں گیا۔ اور اُن کو نائٹروجن کے متعلق اور پودوں کو خوراک دینے کے متعلق سب کچھ بتایا۔ ہم نے فصلوں کا ایک مناسب دور جاری کیا۔

ہم نے موسم بہار میں کھیتوں میں ڈھیلوں کو توڑنا اور زمین کو ہموار کرنا شروع کیا۔ میں نے اُن کو بتایا۔ کہ وہ گوبھی بہت نزدیک نزدیک لگاتے ہیں۔ اور اس سے بہت نقصان ہوتا ہے وہ مجھ پر اعتبار نہیں کرتے تھے۔ لیکن میں نے اُن کو عملاً ثابت کر دکھایا کہ میں اتنی ہی جگہ میں ۳۰۰ بوٹے لگا کر زیادہ پیداوار حاصل کرتا ہوں۔ جتنی وہ ۱۰۰۰ بوٹے لگا کر حاصل کرتے ہیں۔ اور اب اُن کو سیکھنے کا شوق خوب پیدا ہو گیا ہے ؎

بہتر سلوک اور اخبار بینی کا شوق۔ عورتوں کا شوق مطالعہ

”ہاں“۔ اُس کی بیوی بولی ”ہم ترقی کے راستے میں بڑھتے ہیں۔ دیکھئے آنجہانی بارہ سال کی عمر میں کام پر لگ گیا تھا۔ اور اُس کے لئے کوئی مدرسہ نہ تھا۔ اور یہ بھی ہے کہ ہم آزاد ہیں۔ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔ کوئی نازیبا زبانوں کی مار نہیں سہتے۔ یاد ہے کہ اگر کوئی کاریگر ایک دن بھی مخمور ہو جاتا تھا۔ اور کام پر نہ آتا تھا تو اُس کی توضیح نازیبا زبانوں سے کی جاتی تھی۔ اب تو ہمارے گاؤں میں دہقان بھی تحصیل علم کے شائق ہیں۔ آپ ہر جھونپڑی میں اخبار پائیں گے۔ گاؤں کے کتب خانہ میں عورتیں بھی جاتی ہیں۔ وہاں پڑھنا تو درکنار وہ کتابیں گھروں کو لے آتی ہیں۔ اور وہاں انہیں پڑھتی ہیں۔

آنہوں اور اُس کی بیوی سے جو کچھ کہنا تھا۔ وہ کہہ چکے جب میں اُن سے رخصت ہوا صحن کے سنگ مرمر کے چمکدار تختے سے بجلی کے لیمپ کی کرنوں کا عکس مجھ پر پڑا۔ الا برف پر چلتے ہوئے میں نے اپنے آپ کو اُس کے حسن موسم سفید برف کے تصور میں ڈوبا ہوا پایا ؎

تیسرا باب

سوویٹ کا ایک انتخاب

اس سال میرے سفرِ روس کے دوران میں ایک انتخاب عام ہو رہا تھا۔ اگر اخباری خبریں اس کا پتہ نہ دیتیں۔ تو شاید مجھے اس کا علم ہی نہ ہوتا۔ تجربے نے میرے دل میں ہر ایک قسم کی **شہرتِ عام** ([illegible]) کی روسی کارگذاریوں کی عزت کا احساس پیدا کر دیا تھا۔ اور میں نے اپنے آپ کو ماسکو کی دیواروں پر اشتہاروں اور کارٹونوں کی تلاش کرتا ہوا پایا۔ بہت گہرے تفحص و تجسس کے بعد میں نے ایک سرکاری عمارت پر کہیں کہیں ایک سنجیدہ دستاویز **نکاز** (Nakaz) نامی کا نشان پا ہی لیا جس میں ماسکو کی انتہائی اشتراکی پارٹی نے اپنی سال گذشتہ کی انتظامی کارگذاری کا حال بیان کیا تھا۔ اور آخر میں کسی قدر خشک اور رسمی زبان میں آئندہ کے لئے وعدے تھے جیسی کی ایسے موقعوں پر ہر ملک میں امید کی جاتی ہے۔ کسی حریفانہ دستاویز کسی جوابی اعلان کسی رقیبانہ تمسخر۔ مذاق طنز یا عیب گوئی کی تلاش کرنا جو دوسرے ممالک میں ایسے مواقع پر عموماً پائے جاتے ہیں بالکل بے سود تھا۔ میں یہ دعویٰ باطل نہیں کروں گا کہ میں نے کوئی متجسسانہ نگاہ ڈالی۔ کیونکہ میں تو عرصے سے نئے روسی انتخاب کی حقیقت نفس الامری سے آشنا ہو چکا تھا۔ جہاں اور ممالک میں اختلاف کا شوریدہ سرانہ مظاہرہ ہوتا ہے۔ وہاں اس

ملک میں انتخاب اتفاق رائے کے اندراج کی ایک تدبیر ہے۔ دوسرے ممالک میں صاحب اختیار رائے دہندے اپنے فرماں روا منتخب کرتے ہیں۔ اس میں وہ اپنے فرمانفرماؤں کے تجویز کردہ انتخاب پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

رقیب جماعتوں کی غیر موجودگی

جب یہ امر واقعہ ضبط تحریر میں لایا جا چکا ہے کہ انتہائی اشتراکی جماعت کی رقابت میں کسی سیاسی جماعت کو زندہ رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ تو ان انتخابوں کے بارے میں جو کچھ کہنا ضروری ہے۔ وہ تقریباً سب کہا جا چکا ہے۔ اشتراکی انقلابی جماعت کا بایاں بازو اور اشتراکی جمہوریت پسندوں کی اقلیت (یعنی منشویک) یقیناً زمانہ انقلاب کے ابتدائی ایام میں برداشت کردہ (Tolerated rivals) رقیبوں کی حیثیت میں موجود رہے۔ لیکن عرصہ ہوا کہ وہ بھی "زمین دوز" ہو گئے۔ کوئی جماعت موجود نہیں تھی جو بالمقابل امیدواروں کی فہرست تیار کرے اور اگر سوء اتفاق سے کسی ایک علاقہ انتخاب میں ایسا ہو جائے۔ تو خفیہ ذرائع سے بھی یہ ممکن نہیں کہ اسی رائے کے امیدواروں کی فہرستیں پیش کرنے کا انتظام تمام روس میں کیا جا سکے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اصولاً توایسا امکان موجود ہے۔ لیکن جب تحریف اخبار آزادانہ جاری کرنے کی اجازت ہو اور نہ متنازعہ اشتہارات جاری کئے جا سکتے ہوں تو ایسے حق کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ گو اس بینظیر رسم کا اکلوتا نام جس کی لغت اجازت دیتی ہو۔ فقط "انتخاب" ہی ہو۔ تاہم یہ کوئی اچھا ترجمہ نہیں۔ روسی زبان بھی اپنی خصوصیات عجیبہ idiosyncracies رکھتی ہے۔

موجودہ طریقِ انتخاب کی وجوہات

اس نرالے طریقِ انتخاب کی وضاحت اس حقیقت اصلی سے ہوتی ہے۔ کہ روس میں جو سلسلہ سیاسیہ رائج ہے وہ بحث کے لئے کھلا نہیں۔ اُسے ایک تدبیر کاری سے قائم کیا گیا۔ پھر خانہ جنگی میں مسلح دشمنوں سے اُس کو بچانا پڑا۔ وہ سیاسی اور اقتصادی زندگی کی مسلّمہ بنا قرار دیا گیا۔ کیونکہ اس خانہ جنگی میں متبادل سلسلوں کے تلخ تجربے کے بعد آبادی کا جمِ غفیر مجموعی طور پر اُسی کا مؤید ہوا اُسی کی اس نے مجموعی طور پر مدافعت کی اور مجموعی طور پر انتہائی اشتراکی جماعت کی رہنمائی کو قبول کیا۔ جو اس قدر جان و مال کے نقصان سے حاصل کیا گیا تھا۔ جماعت اس کو دلائل کی قمار بازی یا رائے شماری کی صندوقچیوں کے امکانات کے حوالے کرنے کو تیار نہیں۔ اس بارے میں روس کے فرمانفرماؤں کی صاف گوئی ویسی واضح ہے۔ جیسا کہ اُن کا عزم راسخ۔ اس امر کے متعلق کہ اگر آزاد انتخاب ہو جس سے پہلے تمام کھلے مباحثوں کی آزادانہ اجازت ہو تو اس سلسلہ کے حق میں اکثریت پائی جائے گی۔ محض قیاس ہی دوڑائے جا سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ فیصلہ کن اکثریت اس کی تصدیق کرے گی۔ لیکن یہ سوال محض ایک خیالی یا علمی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسا تجربہ کبھی نہیں کیا جائیگا۔ انتہائی اشتراکی یہ بحث کرنے پر قناعت کرتے ہیں۔ اور ان کو ایسا کرنے کا ہر طرح سے حق بھی ہے۔ کہ سروں کا حساب خواہ کچھ ہی خبر دے۔ ارادوں کے حساب نے خانہ جنگی کے دوران میں مخالفین کی بے انتہا قوت کے باوجود یہ ثابت کر دیا کہ روسی قوم کی تیز رفتار اور موثر طاقت اُن کے ساتھ ہے۔

دُوسرے ممالک سے مقابلہ

میرے خیال میں اُن کے اور دوسرے سلسلوں کے حامیوں کے طریق کار میں (جو جمہوریت کے غیر محدود اتباع کے دعویدار ہیں) جس قدر فرق بھی ہے۔ ہمارا میلان اُس کی وسعت کا مبالغہ آمیز اندازہ لگانے کی طرف ہے کیا امریکہ کے کسی انتخاب میں اعلان آزادی کو امر تنقیح طلب بنایا جا سکتا ہے۔ قانونی تشریح کے خفیف خفیف معاملات کو چھوڑ کر کیا کوئی تصور کر سکتا ہے کہ امریکہ کے آئین اساسی میں کوئی وسیع یا بنیادی تبدیلی بغیر خانہ جنگی کے ہو سکتی ہے۔

بیرونی مخالفت

اگر سوویٹ نظام پر نکتہ چینی کرنے والوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں تو اس حقیقت سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ کہ ۱۹۲۰ء کے آخر تک وہ اُس نظام کو تہ و بالا کرنے کے لئے غیر ملکی روپیہ کی امداد سے جنگ کرتے رہے اور آج تک اُن کی بیرونی انجمنیں غیر ملکوں کو اُس کا دشمن بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتیں۔ یہ حالات ایسے نہیں جن میں جمہوریت نشو و نما پا سکتی ہے۔

انتخاب کا مقصد

سوویٹ انتخاب میں حکمت عملی کے کسی اہم مسئلہ کا فیصلہ نہیں کیا جاتا جب ضرورت وقت اس امر کی متقتضی ہوتی ہے۔ کہ حکمت عملی میں نمایاں تبدیلی کی جائے تو ہمیشہ انتہائی اشتراکی

جماعت کی صفوں کے اندر ہی یہ لڑائی لڑی جاتی ہے نہ کہ سوویٹ انتخابوں میں۔ انتخابات کا مقصد تو بلکہ یہ ہے کہ اُن اشخاص کو چن لیا جائے۔ جو روزانہ نظم و نسق کو سرانجام دیں۔ تمام سوویٹ نظام قدرتی طور پر اسی پابندی کے ماتحت ہے۔ صرف مقامی سوویٹ جماعتیں (اور سوویٹ کے معنی فقط کونسل کے ہیں۔) جو سسٹم کی بنیاد ہیں۔ باشندوں کی رائے عامہ سے براہ راست منتخب کی جاتی ہیں۔ اس نظام کی چوٹی پر جو قومی اور وفاقی سوویٹ جماعتیں ہیں۔ وہ بالواسطہ انتخاب سے چنی جاتی ہیں۔ اور قانون سازی اور قومی حکمت عملی میں اہم تبدیلیوں کی منظوری یا اُن کے استرداد کا حق فقط انہیں کو ہے۔ شہر اور دیہات کی سوویٹ جماعتیں جو بلاواسطہ منتخب ہوتی ہیں۔ وہ مجالس بلدیہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور ان کا دائرہ عمل اور طریق کار دوسرے مقامات کی مجالس بلدیہ سے مختلف نہیں۔ ہر سوویٹ جماعت میں (اعلیٰ سے لیکر ادنیٰ تک) مختلف محکمہ جات مستقل ماتحت کمیٹیوں کی زیر نگرانی ہوتے ہیں۔ اور سوویٹ کا ہر ایک رکن اُن پبلک اداروں یا سرگرمیوں میں جن کے لئے سوویٹ ذمہ دار ہے کوئی نہ کوئی نگرانی یا معائنہ کی ذاتی خدمت انجام دیتا ہے۔

نیک نیت نمائندوں کی ضرورت

اس طرح ماسکو کے سوویٹ انتخاب کی سرگرمیاں برطانوی پارلیمنٹ کے انتخاب عام کی بجائے انتخاب بلدیہ سے زیادہ مناسبت رکھتی ہیں۔ سوال درپیش یہ ہوتا ہے کہ ایسے عملی آدمی اور عورتیں منتخب کی جائیں جو رائے دہندوں کے موجودہ خیالات اور مفاد کی روشنی میں نظام حکومت کو نیک نیتی سے چلائیں۔ اُن کے لئے تسلیم شدہ نظام کا ہمدرد ہونا ضروری ہے

لیکن انتہائی اشتراکی جماعت کا رکن ہونا لازمی نہیں۔ دیہات میں عموماً اور شہروں کہیں کہیں ادنیٰ سوویٹ جماعتوں میں "غیر فرقہ بند" ارکان کی کثرت ہوتی ہے۔ "غیر فرقہ بند" سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو انتہائی اشتراکی جماعت سے کسی حد تک ہمدردی تو رکھتے ہیں لیکن نہ اُس کے رکن ہیں۔ اور نہ اُس کے ضبط و قواعد کو تسلیم کرتے ہیں۔ جب انسان ان کم و بیش لازمی قیود سے آگاہ ہو جائے تو ارکان کے انتخاب کا طریقہ قدرے زیادہ فطرتی اور قدرے کم غیر حقیقی معلوم ہوتا ہے۔

حقوقِ شہریّت کی بنا کام پر ہے۔

شہریّت کے سوویٹ نقطۂ نگاہ کی بنا لازماً کام پر ہے نہ کہ کسی حلقۂ انتخاب میں جامدانہ رہائش پر۔ یہ نقطۂ نگاہ کسی اُصول سے پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ جماعتی جنگ کی ضرورتوں سے اور اُس کو ہر جگہ یکساں جامۂ عملی نہیں پہنایا جا سکتا۔ اس پر بہترین عملدرآمد شہروں میں ہوتا ہے۔ جہاں ہر کارخانہ اور دوکان ایک قدرتی اکائی ہے۔ جو بلدیہ کی سوویٹ کے لئے ارکان منتخب کرتی ہے۔ لیکن گھر میں کام کرنے والی عورتوں اور اُن مردوں اور عورتوں کو جو اکیلی یا چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں کام کرتی ہیں۔ حلقہ وار رائے دینی پڑتی ہے۔ تقریباً اُسی طرح جیسے اور ممالک میں۔ درآنحالیکہ دیہات میں گاؤں یا متعدد گاؤں کے گروہ اکائی کا کام دیتے ہیں۔ مگر نظام کی روحِ رواں اور قوتِ فاعلہ کارخانے ہیں۔ وہیں اس نظام کی بنا استوار ہوئی۔ وہیں سے خانہ جنگی میں اس کے بہادر محافظ پیدا ہوئے۔ اور وہیں سے ابھی تک اس کو سب سے زیادہ سرگرم اور پُر جوش مؤید مہیا ہوتے ہیں۔ آؤ۔ اب ہم دیکھیں کہ "تین پہاڑیوں والے"

کارخانہ میں جس کے حالات کی تحقیقات ہم پہلے کر چکے ہیں۔ کس طرح حق رائے کا استعمال کیا گیا۔

انتخاب سے چند روز پہلے جب میں نے کارخانہ کا ملاحظہ کیا۔ تو کارخانے کی دیواروں پر امیدواروں کی وہ فہرستیں لگائی گئی تھیں۔ جو ماسکو شہر کی سوویٹ اور روس سے کم درجہ کی ریے یون (Rayon) یعنی (Ward) حلقہ سوویٹ کے لئے منتخب ہونا چاہتے تھے۔ ان کے علاوہ "قائم مقاموں" کی مختصر فہرستیں بھی تھیں۔ جو منتخب شدہ ارکان کی وفات یا فرائض کی انجام دہی میں طویل غیر حاضری کے وقت اُن کی جگہ لینگے۔ کارخانہ کو حق تھا۔ کہ ہر ۴۰۰ مزدوروں کی طرف سے ایک نمائندہ منتخب کرے۔ اس طرح اسے ۱۴ ارکان منتخب کرنے کی گنجائش تھی۔ اس فہرست میں یہ ندرت تھی کہ اس میں ۱۵ نام تھے۔ اُن سب کے اوپر لینن کا نام تھا۔ جب تک وہ زندہ رہا وہ ان کا نمائندہ ہوا کرتا تھا۔ اور یہ ابھی تک اس کی یاد اسس دل گداز خراج سے مناتے تھے۔ وہ ابدی زندگی کے مذہبی تخیل کا تو ناخوش گوار طور پر مذاق اُڑاتے ہیں لیکن اُن کے لئے متوفی ہیرو (بہادر) ابھی تک اپنے کارناموں میں نمایاں ہیں اور اپنے مقلدوں کے دلوں میں زندہ تھا۔ مجھے ایجئین جزیروں کے یونانی ماہی گیروں کا خیال آیا۔ جو ہر طوفان کے بعد ایک دوسرے کو اس روایتی مبارک باد سے خوش آمدید کہتے ہیں کہ "سکندر زندہ ہے اور حکومت کرتا ہے" لینن کے نام کے بعد رائی کوف کا نام تھا۔ جو اس کے بعد کونسل آف کمسرز یعنی روسی وزارت کا صدر رہا۔ یہ کارخانہ انقلابی جد و جہد میں پیش پیش تھا۔ اور یہ اس عزت کا دعویدار تھا۔ کہ سوویٹ نظام کے کارکن سردار کو اپنے رکن اعلیٰ کی حیثیت سے نامزد کرے۔ باقی نام کارخانے کے مزدوروں یا سابق مزدوروں کے تھے۔ چودہ میں سے

سات جیسا کہ فہرست سے ظاہر تھا انتہائی اشتراکی جماعت کے رکن تھے۔ ایک انتہائی اشتراکی نوجوانوں کی انجمن کا رکن تھا۔ اور باقی "غیر فرقہ بند"۔ چودہ میں سے تین عورتیں تھیں۔

تیاری فہرست کا طریقہ

تو یہ تھی سرکاری فہرست جس میں مسلمہ انتہائی اشتراک پسندوں کی برائے نام اکثریت تھی اور جو رائے دہندوں کے سامنے تصدیق کے لئے رکھی گئی۔ کوئی بالمقابل فہرست نہ تھی۔ یہ تیار کیسے کی گئی تھی؟ پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ سوویٹ کا سالِ گزشتہ کا ہر ایک رکن جو دوبارہ امیدوار ہونا چاہتا ہے اپنی کارگزاری کی روداد پیش کرتا ہے۔ پھر کارکن مجالس اور مختلف اقسام کے مزدوروں کے نمائندوں کا ایک جلسہ ہوتا ہے۔ اس جلسہ میں نام پیش ہوتے ہیں۔ وہاں ہر ایک کے ریکارڈ (جملہ کارگذاری) اور شہرت پر مکمل مباحثہ ہوتا ہے۔ عموماً ہر نام پر ووٹ لئے جاتے ہیں۔ اس طرح کارکن کونسل کی زیرِ نگرانی سرکاری فہرست کا پہلا مسودہ تیار ہوتا ہے۔ پھر یہ فہرست کارخانہ کے مختلف اہلِ حرفہ کے جداگانہ اجلاسوں میں پیش ہوتی ہے۔ اور وہاں اس کو ترمیم کیا جا سکتا ہے۔ آخری شکل میں ایک چھانٹے ہوئے ناموں کی فہرست ہوتی ہے۔ جو کارکن کونسل کارخانے کے تمام مزدوروں کی مجلس عام میں پیش کرتی ہے۔ اس مجلس میں اصولاً تو یہ امکان ہوتا ہے کہ کسی مندرجہ فہرست نام کی مخالفت کی جائے اور اس کی بجائے دوسرا نام پیش کیا جائے۔ لیکن اس حق کو رائے دہندے شاذ و نادر ہی استعمال کرتے ہیں۔ اور اس کی معقول وجہ یہ ہے۔ کہ ابتدائی طریقہ جس سے فہرست تیار کی جاتی ہے وہ اس

لے انتخاب مسالمانہ ہوتا ہے۔

اس امر کا کافی ضامن ہوتا ہے۔ کہ فہرست سب باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے رائے دہندوں کی خواہشات کے مطابق ہو۔ وہ قومی حکمت عملی کے اہم امور متنازعہ فیہ کا دیدہ و دانستہ فیصلہ نہیں کرتے ہوتے اور نہ وہ براہ راست قانون ساز منتخب کرتے ہوتے ہیں۔ وہ اوسط درجے کے قابل اعتبار شہری منتخب کرتے ہوتے ہیں جن کا فرض یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ شہر کی انتظامی مشینری کو مزدور آبادی کے مشترکہ مفاد کے لئے قابلیت سے چلائیں۔ انتخاب اور فی الحقیقت خود سوویٹ کے مہیا حلقوں کا ماحول مغربی جمہوریتوں کی "سیاسیات" سے بالکل الگ ہے۔ ان حلقوں پیداواری ہیں) ایک بڑا خاندان جو ایک واحد مقصد کا علمبردار ہے اپنی مشترکہ جائداد کے انتظام کے لئے بیٹھ جاتا ہے۔

کارخانہ کا اخبار "چابک"

کارخانہ کا اپنا پندرہ روزہ اخبار "چابک" نامی ہے۔ جسے اس کی انتہائی اشتراکی شاخ کی زیر نگرانی اس کے اپنے مزدور لکھتے ہیں۔ ہفتہ انتخاب میں اس کے مضامین شاید ان سوویٹ سیاسیات کا بہترین نمونہ ہوتے ہیں جو ایک اوسط درجہ کے شہری مزدور کا تخیل ہیں۔

اخبار کے مضامین

اخبار کی ابتدا ایک مقالہ افتتاحیہ سے کی گئی ہے جس میں ہر ایک رائے دہندہ کو انتخاب میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ سال گذشتہ [illegible] فی صدی رائے دہندوں نے گاؤں میں حق رائے دہندگی کو استعمال کیا۔ اور کارخانوں میں [illegible] سے لے کر ۹۵ فی صدی نے۔ اس کے بعد یہ دور تھا دشت اور سوویٹ حکومت کے دشمنوں کے خلاف تنقید۔

ہو جانے اور انتہائی اشتراکی جماعت کی پیش کردہ فہرستوں کے حق میں رائے دینے کی پرزور درخواست ہے۔ زیادہ مخصوص انداز میں اسی درخواست کا مفہوم ہے۔ جو لوٹے پیسوے کے شعروں میں ادا کیا گیا ہے۔

"رفیقو! لینن کا مقولہ یاد رکھو۔ وقت آگیا ہے کہ ہر خادمہ اپنی ملا آشنا لیکہ وہ ابھی باورچی خانہ میں ہے ملک پر حکومت کرنے کا طریقہ سیکھ لے۔ ہمارے سامنے کام یہ ہے کہ مکان تیار کریں اور پیداوار بڑھائیں۔ ہم نے ابھی بہت سی مشکلات کا مقابلہ کرنا ہے لوگوں کو تم سب کی ضرورت ہے۔ اگر تم اپنی حالت کو خراب سمجھتے ہو تو سرگرم کارکنوں کو سوویٹ کے رکن منتخب کرو تا کہ تمہاری حالت کو بہتر بنائیں۔ تم خود اپنی قسمت کے ذمہ دار ہو۔ اپنا کام دوسروں کے ہاتھ میں نہ چھوڑو دلیر ہو۔ اور ان دیانت دار آدمیوں کو منتخب کرو جو لینن کے خیالات کو جامۂ عمل پہنائیں نیز اس بات کا یقین کر لو کہ تمہاری مصیبتیں کٹ جائیں گی اور مفلسی دور ہو جائیگی"۔

ماسکو سوویٹ کی سالانہ رپورٹ

انتخابی ادبیات کا وزنی اور کارآمد یا رہی حصہ انتہائی اشتراکی جماعت کی وہ سرکاری رپورٹ تھی۔ جس میں ماسکو سوویٹ کی سالانہ کارگذاری درج تھی۔ اس میں دعویٰ کیا گیا تھا۔ کہ جماعت نے اپنے وعدے پورے کر دئیے ہیں۔ اُس نے کارخانوں کی پیداوار میں اضافہ کر دیا ہے۔ مزدوروں کی حالت کو بہتر بنایا ہے اور مزدوروں اور کسانوں کے اتحاد کو زندہ رکھا ہے۔

اضافہ صنعت

ماسکو کے ضلع کے اندر جہاں تمام روس کی صنعت کا پانچواں حصہ موجود ہے ۲۵-۱۹۲۴ء کے مالی سال میں ایک ارب چوّن کروڑ روبل صنعت نے پیدا کئے تھے ۲۶-۱۹۲۵ء میں متعلقہ رقم ۲ ارب پندرہ کروڑ ہو گئی۔ جو سابقہ پیداوار پر ۴۰ فی صدی کا اضافہ ہے۔ (یہ ذکر کر دیا جاتا ہے کہ یہ مغالطہ خیز رقوم نہیں کیونکہ قیمتیں مجموعی لحاظ سے گر رہی تھیں)۔

مزدوروں کی تعداد میں اضافہ

کام کرنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو گیا۔ ان دو سالوں میں صنعتی مزدوروں کی تعداد ضلع بھر میں ۴۰۰ء۳۵۸ سے ۸۰۰ر۴۳۶ ہو گئی یعنی ۲۲ فی صدی زیادہ۔ زمانۂ قبل از جنگ کے مقابلے میں یہ اضافہ ۱۳ فی صدی تھا۔

نئی صنعتی کلوں کی ساز و سامان سے آراستگی اور اُن کی عمارات کی تعمیر سُرعت سے ہو رہی تھی۔ پہلے سال میں ایک کروڑ ۴۳ لاکھ اس مصرف پر خرچ ہوا اور دوسرے سال میں ۲ کروڑ ۴۰ لاکھ۔ موجودہ سال کے تخمینے میں اس مد میں ۳ کروڑ ۴۰ لاکھ کا خرچ تھا۔

عمر رسیدہ اشخاص اور غربا کی امداد

مزدوروں کے علاقے میں نئی عمارتوں۔ نالیوں۔ برقی روشنی اور آب رسانی کے متعلق کچھ بیان اس کے بعد آتا تھا لیکن وہ اس قدر معین اور صریح نہ تھا۔ عمر رسیدوں اور ضعیفوں

کے گذارہ کی صورت بہتر بنا دی گئی تھی اور اُن کی حقیقی تنخواہوں میں تو اضافہ نظر ہی آتا تھا محاصل کا بار (علی الخصوص مکانوں سے) کم کر دیا گیا تھا۔ آخر میں کاشت کو ترقی دینے کے لئے دس لاکھ روبل کا ایک فنڈ قائم کیا گیا تھا جو زیادہ تر غریب کسانوں کو مویشی اور گھوڑوں کی خرید میں امداد کے لئے تھا۔

خلاصہ کلام

اس بے حد عملی دستاویز کے خلاصہ کلام میں فخریہ بیان کیا گیا تھا۔ کہ یہ نتائج کار حکومت میں "عوام الناس" (مخصوص روسی اصطلاح) کے حصہ لینے سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ فقط سوویٹ نظام کے ماتحت ہی ممکن ہے۔"

حلقہ سوویٹ کی سالانہ رپورٹ

اسی قبیل کی حلقہ سوویٹ کی رپورٹ بھی اسی نوعیت کی تھی۔ لیکن اس میں زندگی کے حسن پسندانہ پہلو کی طرف بھی ایک اشارہ تھا اور وہ یہ کہ بازاروں کو خوبصورت بنانے کے لئے درخت لگائے گئے ہیں۔ اس میں چھوٹے چھوٹے ذاتی مالکوں (کسناری) کے خلاف ضابطہ مزدوری کی خلاف ورزی میں بے شمار مقدمات چلائے جانے کا ذکر تھا۔

سوویٹ ارکان کی سادہ اور بے ریا کارگذاری

انتخاب کی باقی چیزیں اُن رپورٹوں پر مشتمل تھیں۔ جن میں بعض آئندہ کو سبکدوش ہونیوالے

ارکان نے اپنی کارگذاری کا ذکر کیا تھا۔ قارئین کرام کی آزردہ طبیعتی کے خطرے کے باوجود میں ان دستاویزات سے چند ایک ملخص تواضع طبع کے لئے۔ یہاں پیش کرتا ہوں، اپنی سادگی اور بے ریائی کے باوجود میری دانست میں یہ تحریریں اپنی پر مغز اور بھولی بھالی تفصیلات کے ذریعے ان تمام چیزوں سے بڑھ کر جو میں نے روس میں دیکھیں۔ اس حقیقت کی نقاب کشائی کر رہی تھیں۔ کہ کیسے عملاً "سوویٹ جماعتیں چل رہی ہیں"۔ ہوسکتا ہے کہ ان منتخب شدہ اشخاص نے جو کچھ کیا یا نہ کرسکے یہ رپوٹیں اُس کا غیر جانب دارانہ بیان نہ ہوں۔ لیکن یہ اُن نمائندوں کے وہ خاکہ ہائے تصویر ہیں جن میں وہ چاہتے ہیں کہ مزدور انہیں دیکھیں۔ ان سے اتفاقیہ طور پر یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ (ڈکٹیٹرشپ کے) نظام کے باوجود کیسی کھلی نکتہ چینی کی جاسکتی ہے۔

نمبر اول (ایک عورت) عمر رسیدہ پنشن خواروں کے گھروں کا معائنہ کرنے پر مامور تھی۔ اُس نے اُن کی گندمی روٹی کی روزانہ رسد میں پاؤ بھر کا اضافہ کرا دیا۔ اور بہتر خوراک مہیا کرنے کی سبیل بھی کر دی۔ مزدوروں کی منڈی کے حالات دیکھ کر اُس کو صدمہ ہوا۔ کئی سُرخ فوج کے منتشر کردہ سپاہیوں کو دو دو سال سے کام نہیں ملا۔ کئی مزدور منڈی میں انتظار کرتے کرتے غش کھا گئے۔ موجودہ منتظم اس عہدہ کے لئے موزوں نہیں ہے۔

نمبر دوم (ایک مرد) نے تعلیم میں دلچسپی لی اور اس امر پر اصرار کیا کہ ہمیشہ مزدوروں کے بچوں کو ترجیح دی جائے۔

نمبر سوم (ایک عورت) دعویدار تھی کہ اُس کے اٹھارہ مدرسوں کے معائنے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ خوراک کا ماہوار خرچ فی طفل پندرہ سے تیس روبل ہو گیا ہے۔

نمبر چہارم (ایک آدمی) صحت کے سلسلہ میں کام کرتا تھا۔ اُس نے اعضاء مخصوصہ کی بیماریوں کے لئے ایک دواخانہ کے قیام کی تحریک کی اور نوجوانوں اور بچوں کے لئے مقررہ شدہ بستروں کی تعداد میں اضافہ کی سفارش کی۔ وہ مریض بچوں کو یالٹا واقعہ کریمیا میں بھیجنے کا ذمہ دار تھا۔ اُس نے تپ دق والوں کے لئے ایک مزید دواخانہ کھلوایا اور اس طرح ضلع میں تیرہ دواخانے ہو گئے۔ ان بچوں کی رہائش گاہ میں جو منشیات کے عادی تھے۔ اس نے موسم سرما میں استعمال کی خاطر ایک ورک شاپ تیار کرائی۔ (یہ قابل رحم بچے خانہ جنگی اور قحط کے باعث یتیم ہو چکے ہوتے تھے۔ اور کئی عرصہ شہروں میں آوارہ پھرتے رہے تھے) اُس نے اس امر پر بھی اصرار کیا کہ ان عورتوں کے لئے جو فاحشہ عورتوں کی رہائش گاہ میں اصلاح پا رہی ہیں۔ کم غیر دلچسپ کام مہیا کیا جائے۔ مثلاً بوریاں بنانے کی بجائے فینسی سلائی کا کام۔

نمبر پانچ۔ (ایک عورت) نے اصرار کیا کہ بستروں کی چادریں آنکھوں کے ہسپتال میں دو ہفتہ کی بجائے ایک ہفتہ کے بعد تبدیل کی جایا کریں۔

نمبر چھ (ایک مرد) نے کئی مقدمات برآمد کئے۔ جہاں چھوٹی چھوٹی ذاتی ورک شاپوں میں ۱۸ سال سے کم عمر کے لڑکوں سے آٹھ گھنٹہ سے زیادہ کام لیا جاتا تھا۔ مالکوں پر مقدمات دائر کئے گئے۔

نمبر سات (ایک عورت) نے پانچ کارخانوں کا معائنہ کیا اور ایک کو بغیر کسی ہسپتال کے پایا۔ مزدوروں کو دوا کے لئے نزدیک ترین ہسپتال میں پہنچنے میں ۷ ورسٹ فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا۔

انسان کو تعجب نہیں ہوتا جب وہ دیکھے کہ ان حالات میں اخراجات بڑھتے جاتے ہیں

اور مرکزی حکومت کو مجبوراً گاہے بگاہے تخفیف اخراجات کا کلہاڑا بیدردانہ چلانا پڑتا ہے۔ مگر گو مزدوروں کے بچوں پر بلاواسطہ خرچ بڑھتا جاتا ہے معلموں کی خراب حال تنخواہوں میں اضافہ کے لئے کوئی ویسا ہی دباؤ نظر نہیں آتا۔ سوویٹ قسم کی جمہوریت بھی ہماری مغربی جمہوریت کی طرح اپنی مشینری کے اس نقص کو دور کرنے سے قاصر رہی ہے۔

انتخاب کا آخری اجلاس عام

روسی انتخاب کا آخری مرحلہ وہ اجلاس عام ہوتا ہے جس میں اُمیدوار منظور کر لئے جاتے ہیں اور انہیں احکام و ہدایات دی جاتی ہیں۔ میں تین پہاڑی والے کارخانے میں تو اس گمان قدر کارروائی کا ملاحظہ نہ کر سکا۔ (جس نے سرکاری فہرست کو حسب دستور منفرد طریقہ کے مطابق منظور کر لیا) لیکن مجھے یقین ہے کہ جو کچھ وہاں ہوا وہ اُس کارروائی کے بالکل مطابق تھا۔ جو میں نے ماسکو کے ایک بڑے انجینئرنگ کے کارخانے کے اجلاس میں دیکھی۔ اس کارخانہ میں تقریباً دو ہزار مرد اور عورتیں کام کرتی ہیں اور یہاں سے چار رکن نامزد ہوتے ہیں۔ کارخانہ کے دروازے احتیاطاً بند کر دئے گئے۔ کیونکہ یہاں ایک فوجی ٹھیکہ کا کام ہو رہا تھا لیکن ایک ماہر رہنما مجھے جلدی ہی ایک بڑے شیڈ کے نیچے لے گیا جہاں جلسہ ہو رہا تھا۔ پہیوں کے اُوپر تختے رکھ کر اسٹیج تیار کیا گیا تھا۔ اور حاضرین کا جم غفیر جس میں سے کچھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور کچھ کھڑے تھے۔ ایک خاکی وردی میں ملبوس فوجی منتظم کی تقریر سن رہا تھا۔

وزیرِ جنگ کی تقریر

یہ تو صاف پتہ چلتا تھا۔ کہ اُس کا فوج سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔ اور میں تعجب کر رہا تھا کہ آیا یہ کوئی معمولی سپاہی ہے یا غیر کمیشن یافتہ افسر جب میرے رہنما نے مجھے بتایا کہ یہ وورو سیلوف ہے جو سرخ فوج کا کمیسر یعنی وزیرِ جنگ ہے۔ میں جلدی ہی پلیٹ فارم پر پہنچ کر نیچے کے چہروں کو تاکنے لگ گیا۔

مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ تھی۔ اور ان میں سے اکثر نوجوان تھے یا پوری جوانی میں تھے۔ میرے خیال میں پورے کے پورے دو ہزار مزدور راستے دھندے موجود تھے۔ کوئی مقرر اُن سے بہتر سامعین کی خواہش نہیں کر سکتا سب اس وقت ایک ہی جیسے جذبات رکھتے تھے سب مزدور تھے اور اسی طرح سب کے مفاد یکساں تھے۔ مقرروں اور سامعین کے درمیان کوئی فرق نہ تھا جس کا مطلب یہ بھی ہے کہ مزدوروں اور ان کی حکومت کے درمیان کوئی فرق نہ تھا۔

برطانیہ کی تہدیدی یادداشت کا جواب

تقریر کے ایک حصہ میں اُمید افزا لہجے میں حکومت کے قیمتوں کو کم کرنے کے عزم صمیم کا ذکر تھا۔ لیکن اُس کا زیادہ تر حصہ برطانوی حکومت کی اس تند کامیتی اور تہدیدی یادداشت کے جواب میں تھا۔ جو حال ہی میں ماسکو کو وہاں کے پروپیگنڈے کے خلاف احتجاجاً بھیجی گئی تھی۔ وورو سیلوف کا انداز جنگجویانہ نہ تھا۔ لیکن وہ روسیوں کے اس حق کا استقلال

سے اظہار کر رہا تھا کہ وہ اپنے ملک میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ گر وہ اظہار خیال برطانوی حکومت کے بارے میں ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بالاصرار کہتا تھا۔ کہ روسی حکومت نے چین میں مداخلت نہیں کی۔ لیکن روسی اس حقیقت کو پردہ راز میں رکھنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ وہ چینی قوم کے عوام کے ساتھ اُن کی جنگ آزادی میں ہمدردی رکھتے ہیں۔

اُس کی تقریر کے اختتام پر (جیسا کہ کارروائی کے ہر درمیانی وقفہ میں ہوتا تھا) ایک فوجی باجا "دی انٹرنیشنل" (بین الاقوامی گیت) کے چند اشعار گاتا تھا۔ صدر نے حاضرین سے دریافت کیا کہ آیا وہ تقریر پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اور جب انھوں نے ظاہر کیا کہ انکی خواہش ایسی نہیں ہے تو اُس دن کا اصلی کام شروع کیا۔

تین پہاڑی والے کارخانہ کا وفد

سب سے اول ماسکو کے سب سے بڑے پارچہ بافی کے کارخانے یعنی تین پہاڑی والے کارخانے سے ایک وفد آیا۔ ایک عورت نے اعلان کیا کہ اُس کارخانے نے انتہائی اشتراکی فہرست کو بالاتفاق منظور کیا ہے۔ اور اُس نے اس کارخانے والوں سے بھی کہا کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔ اور اس طرح سر آسٹن چیمبرلین برطانوی وزیر خارجہ کو اس کی بات کا جواب دیں۔ باجا بجنے لگا۔ حاضرین نے آحسنت کے نعرے لگائے۔ اور یہ حقیقت آشکارا تھی کہ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔

صدر کا دریافت رائے کرنا

پھر صدر نے ہم سے دریافت کیا کہ آیا ہم سب نکاز یعنی انتخابی اعلان پڑھ چکے ہیں۔ ہاتھوں نے پھر کہا کہ "ہاں"۔ کیا ہمیں اس سے اتفاق ہے؟ "ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں" پھر سب ہاتھوں نے بھی آواز بلند کی۔ کیا ہم اس میں کوئی اضافہ چاہتے ہیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہم چاہتے ہیں۔ پارچہ بافی کا کارخانہ چاہتا تھا کہ ہم مزید ٹرالیبوس لائنوں کا مطالبہ کریں۔ اور اس بات پر بھی اصرار کریں کہ منافع گیر اشخاص کی تعداد جو کسی عمارت میں سکونت پذیر ہے۔ اُس کو دس فی صدی کم کر کے مزدوروں کے لئے زیادہ جگہ حاصل کی جائے۔ کیوں نہیں؟

دو نوجوان لڑکیوں کا ترمیمیں پیش کرنا۔

اس کے بعد دو جمیلہ نوجوان لڑکیاں جو "سپیرادل" نظام سے تعلق رکھنے والی تھیں۔ سرخ نکٹائیوں کی رنگینی میں دو ترمیمیں پیش کرنے کے لئے آگے بڑھیں۔ اُنہوں نے اصرار کیا کہ ماسکو کے بے گھر بچوں کے لئے بہتر انتظام کیا جانا چاہئے۔ اور (کیا کوئی روس کے سوائے اور کہیں ایسی بات وہم و گمان میں بھی لا سکتا ہے) سب مدرسوں میں غیر زبانوں کی تعلیم زیادہ ہونی چاہئے۔ وہ کہتی تھیں کہ اگر ہم نے اچھے بین الاقوامی بننا ہے تو یہ ہمارے لئے لازمی ہے۔ ہم نے پھر اظہار رائے کیا اور "سپرادل" لڑکیوں کی تجاویز منظور ہو گئیں۔ ووٹ دیتے وقت اُنہوں نے اپنے ہاتھ اپنے سروں کے اوپر تک بلند کئے اور پانچوں اُنگلیاں پھیلا کر رکھیں۔ یہ ایک سادہ نشان ہے جس کا مطلب اُن کی رسم کے مطابق یہ ہے کہ "زمین کے پانچوں براعظم مجھے اپنے وطن سے بھی

زیادہ عزیز ہیں"۔

اور پھر آخر کار انتخاب آیا۔ مزدوروں کی کونسل کی طرف سے ایک فہرست ہمارے روبرو پیش ہونے والی تھی۔ ووروسیلاف کا نام اعزازی طور پر سب سے اوّل تھا۔ اور اُس کے بعد کارخانے کے چار مزدوروں کے نام تھے۔ ہم سب نے چیئرز لگائے۔ ہم سب نے رضامندی کا اظہار کیا۔ کوئی نہیں چاہتا تھا۔ کہ کسی اور کو نامزد کرے۔

سپاہی اور وزیر جنگ میں مساوات

ہر چہرے پر قناعت اور عمدہ اخوت کا نور دکھائی دیتا تھا۔ جب کارروائی ختم ہونے لگی تو سُرخ ہوائی فوج کا ایک سپاہی پلیٹ فارم پر آیا۔ اور اُس نے اعلان کیا۔ کہ اگر انگلستان کے ساتھ لڑائی ہو گئی تو وہ اور اُس کے ساتھی اپنا فرض ادا کرینگے۔ میں انگلستان میں ایسی کارروائی کا گمان بھی نہیں کر سکتا۔ ہمارے ہاں سپاہی وزیر جنگ کی برابری میں ایک ہی پلیٹ فارم سے تقریر نہیں کیا کرتے۔

اجتماع شام انتخاب

کچھ متعجب ہو کر میں نے محسوس کیا۔ کہ انتخاب ختم ہو گیا۔ یہ بالکل ویسی ہی کارروائی تھی جسے انگلستان میں ہم "اجتماع شام انتخاب" کہتے ہیں۔ لیکن ایسی نمائش کے وقت ہمیں خیال ہوتا ہے۔ کہ عین اسی وقت کسی دوسرے ہال میں ہمارے مخالف ایسی ہی مجلس منعقد کر رہے ہیں۔ روس میں یہ حقیقت بے نقاب ہو گئی ہے۔ کہ دوسرا اجتماع فضول ہے۔

برطانوی یادداشت کے خلاف احتجاجی جلوس

اپنے فرائض شہریت کو ختم کرکے حاضرین اپنے آپ کو خوش خلق اور وسعت پسند محسوس کرتے تھے۔ وہ ایک جلوس کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔ ایک باجا آگے ہو لیا۔ اور وہ برطانوی یادداشت کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے ماسکو سوویٹ کی مجلس گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک بڑی موٹر کار جو خوب آراستہ تھی سب سے آگے جا رہی تھی۔ اور اس کے گرد مشعل بردار تھے۔

موٹر کار میں نمایاں ریشمی انگریزی ٹوپی پہنے ہوئے ایک نوجوان کھڑا تھا جو گویا سر آسٹن چیمبرلین اس وقت کا انگریزی وزیر خارجہ زیر حراست تھا۔ ایک سرخ سپاہی اس پر پہرہ دے رہا تھا جب کہ ایک چینی اور ایک انگریز کان کن (جس کی شباہت کچھ بہت قابل وثوق نہ تھی۔) اس کی شکست پر اظہار مسرت کر رہے تھے۔

میرا خیال ہے کہ انتخاب میں اتفاق رائے تو بہر حال ہو جاتا اور یہ یقیناً روس کے انتخابوں کا مقصد ہے لیکن سر آسٹن چیمبرلین نے ہمیں معمولی سے زیادہ بلدلی اور عمدہ جذبات میں اس اتفاق رائے تک پہنچا یا۔

باب چہارم

ایک گاؤں اور اسکی سوویٹ

موسم سرما کی کیفیت

موسم سرما کسی روسی گاؤں کی سیر کے لئے مناسب نہیں۔ مگر جب میں وسطی اضلاع میں دریافتِ حال کے لئے گیا۔ تو ابھی تک موسم سرما ہی تھا۔ کھیت اپنے برقعہ برف میں نہاں تھے۔ جنگلی جانور اپنے دامنوں میں رُوپوش تھے۔ اور کوؤں اور چڑیاؤں کے علاوہ فقط سنہری کلغی والے جانوروں کا ایک جھنڈ نظر آتا تھا۔ جو تاریک صنوبروں میں بکھری ہوئی کرنوں کی طرح ایک دوسرے کا تعاقب کر رہے تھے۔

سوائے کسانوں کی چھوٹی چھوٹی برف گاڑیوں کے جنہوں نے برف میں راستے بنائے ہوئے تھے۔ رُوحِ حیات معطل نظر آتی تھی۔ لیکن موسم سرما میں بھی اُس تبدیلی کے کچھ اثرات معلوم ہو ہی جاتے تھے۔ جو انقلاب کے بعد آہستہ آہستہ عمل میں آ رہی تھی۔

تبدیلی کے آثار

وسطی روس کسان کے لئے ہمیشہ ہی ایک مفلس علاقہ رہا ہے۔ اس کی زمین بھو کی ریگ ہے۔ یہاں وہ روایتی کالی مٹی نہیں ہے۔ جسے دیکھ کر سیاح رشک کرتے ہیں۔ گو کالی مٹی بھی سائنس کا کچھ مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جرمنی کا کسان اپنی مفلس ریتلی زمین میں اس سے دگنی فصل اُگا لیگا۔ جتنی روسی جاہل کسان اپنی کالی مٹی سے حاصل کرے گا۔

انقلاب سے قبل زوال دیہات

انقلاب سے پہلے سال بسال اعداد و شمار سے وسطی روس کے دیہات کے زوال کی خبر ملتی تھی۔ لگان کمر توڑ تھے اور مالیہ وحشیانہ۔ شاہو کاری یہ تشکار گاہ تھی اور ہر سال مویشیوں اور فصلوں میں کمی ہوتی جاتی تھی یہ علاقہ اپنے لئے بھی غلہ پیدا نہ کر سکتا تھا۔ اسے زرخیز وانگا یا زیادہ خوش و خرم جنوبی علاقے سے غلہ لانا پڑتا تھا۔

دیہاتیوں کی بسر اوقات

دیہات کی بسر اوقات یا تو مردوں کو ماسکو بھیجنے سے ہوتی تھی یا عورتوں کو پارچہ بافی کے کارخانوں میں بھیجنے سے جو جنگلوں میں تعجب انگیز مقامات پر پائے جاتے ہیں یہ کارخانہ ان مقامات پر کیوں ہیں؟ کوئلہ سینکڑوں میلوں سے اور روئی ہزاروں میلوں سے لانی پڑتی ہے۔ ہاں۔ کارخانے وہاں اس لئے ہیں۔ کہ زمین بھو کی ہے۔ اور کسان اس سے بھی

زیادہ بھوکا ہے۔ الغرض اس لئے کہ مزدوری بہت سستی ہے۔

جب میں ولیڈیمیر سے پانچ ورسٹ کے فاصلہ پر بوگومولوواکے چھوٹے سے گاؤں میں کسانوں کے درمیان بیٹھا ہوا ان سے سوال پر سوال کر رہا تھا۔ تو میں نے احساس کیا۔ کہ ہوا کا رُخ بدل چکا ہے۔ اب کسان سمجھ گئے ہیں۔ کہ کھیتی باڑی کرنا بھی مفید ہے +

انقلاب سے قبل اور بعد کا فرق

انقلاب سے قبل ہر کنبہ اوسطاً اس قدر غلہ پیدا کرتا تھا۔ جو پانچ چھ مہینے کی گذران کے لئے کافی ہوتا تھا۔ اب اس کے ایک سو چالیس گھروں میں سے فقط دس ایسے ہیں جو سال تمام کے لئے غلہ پیدا نہیں کرتے اور بعض سالانہ ضرورت سے زیادہ بھی پیدا کرتے ہیں۔

انقلاب سے پہلے گاؤں میں ۹۶ گائیں تھیں۔ اب ۱۵۸ ہیں۔ اس کے گھوڑوں میں بھی ۴۰ فی صدی کا اضافہ ہوا ہے۔ اپنی انجمن امداد باہمی کے ذریعے یہ مکھن انڈے اور اُون بھی فروخت کرنے لگ گیا ہے۔ اس سے بھی زیادہ قابل ذکر یہ امر ہے کہ اب یہ مکھن کھانے بھی لگ گیا ہے۔ جو مغانی روس میں ایک نیا معاشرتی امر واقعہ ہے۔ فی الحقیقت کسان کی میز پر اب اُس کھانے کا اکثر حصہ اور بالخصوص اُس غلہ کا آجاتا ہے جو پہلے باہر بھیجا جایا کرتا تھا۔ اور یہ روسی تجارت کے توازن کا ایک تکلیف دہ پہلو ہے۔ گاؤں ہی اب اپنے لئے بیج کو صاف کرتا اور چنتا ہے اور اس مقصد کے لئے مشترکہ مشینری موجود ہے۔ اس کی مشترکہ پن چکی اور مشترکہ لوہار کی دوکان ہے۔ یہ اس بات پر بھی ناز کرتا ہے کہ اُس نے بونا شروع کر دیا ہے جو روس میں ایک نئی چیز ہے +

نقشہ اراضی

اس نئی خوشحالی کی بنا صاف نظر آگئی جب گاؤں کی سوویٹ کے صدر نے گاؤں کی اراضی کا نقشہ دکھایا۔ انقلاب سے قبل زمین حسب معمول لمبے لمبے اور کم چوڑے کھیتوں میں منقسم تھی۔ ہر تین میں سے ایک کھیت ہر سال غیر مزروعہ رہتا تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ اس پر خاردار جھاڑیاں بکثرت اگتی تھیں۔ ہر سال وہی دو یا تین فصلیں یکے بعد دیگرے اسی زمین میں کاشت ہوتی تھیں۔ ہل چلانے کے معنی سطح کو کھجلانے کے تھے۔ اور مویشیوں کی کھاد بھی شاذ و نادر ہی استعمال ہوتی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ پرانے وقتوں کی زراعت کے مطابق روس الکبری کے زمانے میں پیداوار بوئے ہوئے بیج سے پانچ گنی ہوتی تھی۔ اس گاؤں میں ان کے آباؤ اجداد چار گنی حاصل کرتے تھے۔ انقلاب سے پہلے پیداوار اوسطاً تگنی ہی رہ گئی تھی۔ تعجب نہیں کہ یہ خیال پیدا ہو گیا۔ کہ کاشتکاری فائدہ مند نہیں۔ آج کل پیداوار نو یا دس گنی ہوتی ہے۔

تو کیا انقلاب زمین میں بھی نئی روح پھونک دیتا ہے؟ ایک لحاظ سے تو یہ درست ہے۔ ابتدا میں تو زمین لگان بھی ادا نہ کر سکتی تھی۔ اور وہ سارے گاؤں کے اختیار میں تھی۔ پہلے تو پرانے کھیتوں اور سالانہ تین فصلوں کا دور جاری رہا۔ زار چلے جائیں اور کمیسر آجائیں۔ لیکن کسان آسانی سے اپنے طریقے نہیں بدلتا۔

انتہائی اشتراکی جماعت کا کسانوں میں پروپیگنڈا کرنا

مگر انتہائی اشتراکی جماعت نشر و اشاعت کی سب ترکیبوں سے واقف ہے۔ اس نے کسانوں کو پڑھنا سکھایا اور اُن کے لئے اخبارات جاری کئے۔ اس نے دیہات کے کلبوں اور کتب خانوں کی دیواروں پر باتصویر اشتہارات آویزاں کئے۔ اس نے اُس کو جگہ دی جو تھیٹر کا کام دیتا ہے تعلیمی کھیل کرلئے۔ اس نے مدرسے کے طالب علموں کو (اور یہ ذکر حیرت انگیز ہے کہ اب اس گاؤں کے تمام بچے مدرسے جاتے ہیں) اُن کے والدین کو تعلیم دینے کے لئے استعمال کیا۔ اس گاؤں میں ابھی تک لاسلکی کا سامان نہ تھا لیکن میں نے یہ ناقابل یقین اختراعات اور کئی دیہات میں دیکھیں جہاں کی صورت حال بیشمار صدیوں سے کسی اور تبدیلی کی شرمندۂ احسان نہ ہوئی تھی۔ یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ ان اختراعات کے تعلیمی امکانات سے پورا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ علاوہ بریں انتہائی اشتراکی پارٹی کسانوں کے لئے نمونے کے فارموں اور ترقی یافتہ دیہات کی سیر کا اہتمام کرتی تھی۔ جہاں زراعت کے نئے طریقے استعمال ہو رہے تھے۔

نئے طریقوں کی ہردلعزیزی

اس طرح بالآخر یقین آ ہی گیا۔ یہ طریقے تا ہنوز استہزا اور مذہبی بدعت ہی کیوں نہ ہوں۔ اور پادری اور سفید ریش لوگ سر ہی کیوں نہ دھنا کریں۔ لیکن انہوں نے زمین کی پیداوار کو دگنا کر دیا۔ اس طرح وہ انتہائی لوگوں کی منظوری جس کی اشتراکی قانون اراضی کی رو سے

ضرورت سے حاصل ہو گئی۔ لمبے لمبے کھیت ناپید ہو گئے ہیں ان کی جگہ چار بڑے بڑے کھیتوں نے لی۔ اس اختراع سے ہی زیر کاشت اراضی میں ایک تہائی کا اضافہ ہو گیا۔

طریق کاشت

ہر کھیت میں ایک مکمل پیدا ہوتی ہے اور فصلیں ایک دوسرے کے بعد ایک سات سالہ دور میں بوئی جاتی ہیں۔ قدرت نے اپنے آپ کو خلاف انقلاب ثابت نہیں کیا۔ دوگنا پیداوار ایک حقیقت ہے اور آئندہ کسی بہت ہی سست یا بہت ہی بدقسمت خاندان کو بازار سے روٹی خریدنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ زراعتی پیداوار کی بہتر کاشت پر ہی اکتفا نہ کرتے ہوئے بوگوموسوا کے باشندوں نے غیر ممکن اراضی کو جس میں جنگل اور جھاڑیاں تھیں۔ زیر کاشت لا کر مزروعہ اراضی میں پانچویں حصّہ کا اضافہ کر لیا ہے۔ جو کچھ اس گاؤں میں ہوا ہے۔ وہ صوبہ کے ایک تہائی رقبہ میں ہو چکا ہوا ہے اور نئے طریقے جلدی جلدی اختیار کئے جا رہے ہیں۔

دیہاتیوں کے سیاسی جذبات کا امتحان

جب میں اس داستان کو سن رہا تھا۔ تو میں اس سوچ میں تھا کہ اس گاؤں کے رہنے والوں کے سیاسی جذبات کا کس طرح امتحان لوں۔ کیا وہ ان پرانے دنوں کے واپس آنے کی آرزو رکھتے ہیں جب اُن کو موجودہ فصلوں سے ایک تہائی پیداوار میں سے لگان ادا کرنا پڑتا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ اگر آزادانہ رائے لی جائے تو کیا کثرت رائے

زار والے نظام کے حق میں ہوگی۔ اس کے جواب میں صدر نے جو انتہائی اشتراکی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ ایک ریزولیوشن پڑھ کر سنایا۔ جو حال ہی کے انتخابی جلسہ میں اتفاق رائے سے منظور کیا گیا تھا۔ اس میں گاؤں نے اقرار کیا تھا۔ کہ وہ اُس پارٹی کی رہنمائی قبول کریگا۔ جو اشتراکیت کے راستے پر ہے"۔

کیا یہ اظہار رائے تہ دل سے تھا؟ کیا یہ مبنی بر اخلاص تھا؟ کیوں نہیں؟ اگر کوئی انقلاب غلہ کے تین سٹے پیدا کرے۔ جہاں پہلے ایک ہی سٹہ پیدا ہوتا ہو تو دہقان اُسے تباہ کرنے کی کوشش کیوں کریں؟

انقلاب اور دیہاتی

بوگو مولووا گاؤں میں انقلاب کے بعد کی زندگی اور ترقی کا یہ خاکہ تین پہاڑی والے کارخانے کے تذکرے کی معاون تصویر ہے لیکن دیہاتی زندگی کے واقعات کو منسلک کرنا زیادہ مشکل ہے۔ ہر کاشتکار علیحدہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اور اکیلا اپنے کھیت میں کام کرتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ ہر ایک انہی اقتصادی اور سیاسی حالات سے متاثر تھا لیکن وہ کارخانہ کے مزدوروں کی طرح کبھی ایک دستہ فوج میں مربوط نہ ہوتے تھے۔ جو ایک مرد واحد کی طرح کام کرتا ہو۔ روس کے بڑے حصے میں کسان دو مرتبہ وحشیانہ انداز سے مالکان اراضی پر حملہ کرنے اور زمین پر قبضہ کرنے کے لئے اٹھے۔ مگر اس گاؤں میں ایسا نہ ہوا۔ جنگ جاپان کے بعد جو ہلڑ کیا گیا وہ آسانی سے دبا دیا گیا۔ کیونکہ اس وقت دہقانوں کے پاس ہتھیار نہ تھے ۱۹۱۷ء میں مالکان کی تعداد کثیر شہروں کی طرف دھکیلی گئی۔ جہاں

سے وہ بالعموم غیر ممالک کو نکل گئی لیکن یہ ہمیں بھی اپنے جوش و خروش اور آمادۂ حیات کے باوجود دہقانوں کو اس طرح کی منظم جماعت نہ بنا سکیں جس طرح مسلسل و منظم جد و جہد نے شہری مزدوروں کو کارخانوں کے اندر بنا دیا تھا کچھ اس وجہ سے اور کچھ اپنی دماغی پسماندگی اور بے علمی کی وجہ سے اور کچھ اس فاصلہ کی وجہ سے جو دیہاتوں میں باہم بھی ہوتا ہے۔ اور دیہاتوں اور شہروں کے درمیان بھی ہوتا ہے۔ کسان انقلاب میں سوتے ہوئے حصہ دار ہی تھے۔ انقلاب ان پر عائد ہو گیا لیکن شہری مزدوروں نے ہی اس کو پیدا کیا۔ انقلاب کو ان کا خیال رکھنا پڑا اور اس نے انہیں خوش رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ کبھی ان کا اپنا کام نہ تھا۔

دیہات میں ترقیات

پھر بھی کسی صوبے کے گاؤں کی معاشرتی تاریخ پر نظر ڈالنے سے ان معاشرتی تبدیلیوں کا پتہ مل جاتا ہے جو کارخانوں کی حیرت انگیز تبدیلیوں کی یاد دلاتی ہیں۔ یہاں بھی نتیجتاً اہم واقعہ اعلیٰ جماعت کا نابود ہو جانا ہے جس کی فوقیت زائل ہو گئی۔ جوں جوں اس کے دعووں نے گاؤں کو مفلس بنایا۔ مالک اراضی مفقود ہو چکا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف حقوق زمینداری کے حصول کے لئے جو رقوم ادا کی جاتی تھیں۔ وہ بند ہو گئی ہیں بلکہ کسانوں کی خودداری اب اپنے سے "بہتر جماعت" کے متکبرانہ آداب و اخلاق سے دبی ہوئی نہیں جس شخص نے ٹالسٹائی کے قلم سے کھینچی ہوئی اس ہولناک تصویر کو دیکھا ہے جس میں اس نے بقایا لگان وغیرہ کی وصولی کے لئے ایک گاؤں پر فوج کے ایک دستہ کے حملہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ سمجھ سکے گا کہ کسان بھی اپنی ننگی پیٹھوں پر مطلق العنانی کے کوڑوں کی مار کا مزا چکھ چکے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں کسان فوجی خدمت کے

تمام خوف اور بیشتر بار سے سبک دوش ہو چکا ہے۔ پرانے ایام میں (جیسا کہ نکراسوف کے درد بھرے الفاظ یاد دلاتے ہیں) گاؤں کے لوگ ایک فوج میں جبراً بھرتی کئے جانے والے رنگروٹ کی روانگی پر اس طرح گریہ و بکا کرتے تھے کہ گویا کوئی مر گیا ہے۔ انہیں نہ صرف اپنے فرزندوں کی طویل جدائی کا غم ہوتا تھا۔ بلکہ ان وحشیانہ سزاؤں کے تصور سے ان کا بدن کانپتا تھا۔ جو پرانی فوج میں دی جاتی تھیں۔ اس کے برعکس سرخ فوج ہر دلعزیز ہے۔ اس میں داخل ہونے کے معنی ہیں۔ عمدہ مواقع ترقی و تعلیم۔ اس کا عرصہ ملازمت بھی کم کر کے دو سال رکھا گیا ہے۔ اور تعداد میں بھی دو تہائی کی تخفیف کر دی گئی ہے۔ کسانوں کے دس لاکھ فرزند جو انقلاب سے قبل بارکوں میں ہوتے تھے اب گاؤں میں کام کرتے ہیں۔

دیہات میں حکومت خود اختیاری

مزید براں کارخانہ کی طرح گاؤں نے بھی حکومت خود اختیاری حاصل کر لی ہے۔ پرانے زمانے میں حکومت کا نمائندہ ایک پولیس افسر ہوتا تھا جس کے اخلاق ویسے ہی گرے ہوئے ہوتے تھے۔ جیسے کہ اُس کا لب و لہجہ اور طریق کار تشدد آمیز ہوتا تھا۔ آج کل گاؤں اپنے معاملات کا انتظام منتخب شدہ سوویٹ (انجمن یا مجلس) کے ذریعے کرتی ہے۔ اس سوویٹ میں ہر سو اشخاص کی آبادی کے لئے ایک نمائندہ کے حساب سے نمائندے ہیں۔ جن میں سے چار عورتیں ہیں۔ گاؤں میں ۲۴۰ گھر ہیں۔ جن میں ۷۴۴ افراد ہیں۔ اور ایک بستی جس میں ۴۴ گھر اور ۲۲۹ افراد ہیں۔ اس سے ملحق ہے۔ کارخانہ کی طرح یہاں بھی غیر سرکاری جماعتیں امیدواروں کی نامزدگی پر بحث و مباحثہ کرنے کے لئے ابتدائی اجلاس کرتی ہیں۔ اور اس

کے بعد تمام گاؤں کے جلسوں میں اُن کی گزشتہ کارگزاری اور آراء پر کھلی بحث ہوتی ہے۔ پیشتر اس کے کہ گاؤں رائے دینے کے لئے آخری مرتبہ اکٹھا ہو ۔

گاؤں کے انتخاب کا نتیجہ

میں ویسے گیا اس لئے گاؤں کا کوئی انتخاب دیکھ نہ سکا۔ لیکن مجھے معلوم ہوا کہ یہاں شہروں کی نسبت سخت مقابلہ ہوتا ہے۔ یہاں حقیقی کشمکش ہوتی ہے جو منظم جماعتوں کے مابین نہیں ہوتی لیکن کسانوں کے مختلف مفاد اور گروہوں میں ہوتی ہے کئی دیہات میں امیر دہقانوں کے یعنی جن کے پاس کچھ سرمایہ مویشیوں مشینوں یا جمع کردہ روپیہ کی شکل میں ہے۔ اور غریب دہقانوں کے درمیان جو روزانہ محنت سے زندگی بسر کرتے ہیں سخت امتیاز ہوتا ہے۔ انتہائی اشتراکی جماعت ابتدائی نشر و اشاعت سے انتخاب پر اثر ڈالنے کی کوشش کرتی ہے لیکن اُس پر یہ الزام عائد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے ارکان کے حقوق پر نامناسب حد تک زور دیتی ہے۔ اس گاؤں میں اس کے ۱۹ خالص ارکان تھے۔ اور نیز انجمن نوجوانان کے رکن تھے۔ لیکن سوویٹ میں متقدم الذکر میں سے کوئی بھی نہ تھا۔ اور موخرالذکر میں سے فقط دو تھے یعنی کہ صدر بھی جو ایک خوب باہمت اور بالیاقت آدمی تھا۔ اور جو گاؤں کی زراعتی ترقی میں پیش پیش رہا تھا۔ انتہائی اشتراکی جماعت کا رکن نہیں تھا۔ اگرچہ وہ اس جماعت سے عام ہمدردی رکھتا تھا ۔

دیہاتی عورتوں میں امورِ عامہ سے کم دلچسپی

گاؤں کی سوویٹ کا صدر اس کا افسر انتظامی ہے اور اس عہدے کے فرائض سرانجام دینے کے لئے اس کو مشاہرہ بھی ملتا ہے۔ اس گاؤں اور بہت سے دوسرے گاؤں کی سیاسی تعلیم میں یہ کمزوری کا پہلو ہے کہ عورتیں امورِ عامہ میں دلچسپی لینے میں بہت سست رفتاری سے کام لے رہی ہیں۔ جہاں ۷۰ فی صدی مرد رائے دہندوں نے حق رائے کا استعمال کیا وہاں کل ۴۰ فی صدی عورتوں نے کیا۔ وہ اشخاص جن کو سوویٹ آئین کے ماتحت حق رائے سے محروم کر دیا گیا ہے ۹۹۰ میں سے کل ۹ ہیں اور ان میں زمانہ زار کا ایک پولیس کا سپاہی مقامی پادری، اور کچھ وہ لوگ شامل ہیں۔ جو اشتراکی اخلاق کے خلاف گھوڑوں کی تجارت کرتے ہیں۔

گاؤں کی سوویٹ کے دو اہم سوال

ایسے مختصر اور پیوستہ گاؤں میں سوویٹ کے دو بڑے فرائض ہوتے ہیں۔ وہ ان ارکان کو منتخب کرتی ہے جنہوں نے ذیل (وولوسٹ) کی زیادہ اہم سوویٹ میں کام کرنا ہے۔ یہ گاؤں میں ایسے رکن منتخب کرتا ہے۔ دوسرا فرض گاؤں کے تمام معاشرتی اداروں یعنی مدرسہ۔ کلب وغیرہ کا انتظام کرنا ہے لیکن عملاً سوویٹ ہر ضروری امر کو گاؤں کے اجلاس عام میں پیش کرتی ہے۔ جس میں رائے دہندوں کو شامل ہونے کا حق ہے۔ جب میں بوگولووا میں گیا تو وہاں ایک پل بنایا جا رہا تھا۔ ایک اجلاس یہ فیصلہ کرنے کے لئے منعقد ہونے والا

تھا۔ کہ آیا لوگ خود پرانے دستور کے مطابق اپنے گھوڑے لے کر جنگل میں جائیں اور لکڑیاں کاٹ لائیں یا ایک جمعیت امداد باہمی (ارٹل) کی درخواست کو منظور کریں۔ جو اس کام کو ٹھیکہ پر کرنے کے لئے تیار تھی۔ رائے غالب یہ معلوم ہوتی تھی۔ کہ ماہر جمعیت امداد باہمی کو کام دے دیا جائے۔ اور یہ اقتصادی ترقی کی طرف ایک قابل قدر اقدام ہے ؛

"اور اب ہم آزاد ہیں"

ایک گاؤں جس کی حکومت ان عام اجلاسوں کے ذریعے چلتی ہے جمہوریت کے اول اور سادہ ترین تخیل کا احساس کرتا ہے۔ ایک دہقان جو کسی غیر ملک کے باشندے سے زمانہ بعد از انقلاب پر گفتگو کر رہا ہو اپنے کلام کے کسی نہ کسی حصے میں ضرور کہہ اٹھے گا "اور اب ہم آزاد ہیں"۔ روس سے باہر یہ خیال مسلمہ نہیں ہے۔ گاؤں میں اور کارخانہ میں انسان اس خیال کو سمجھنے لگتا ہے۔ اور گاؤں اور کارخانہ تمام عمارت کی بنیادیں ہیں۔ ہر دہقان بڑے فخر سے اس حقیقت کو دل میں جگہ دیتا ہے کہ اس نظام کی چوٹی پر جمہوریہ روسیہ کا صدر کالینین ہے۔ جو خود پیدائشی دہقان ہے۔ اور پیشہ کے لحاظ سے نیم دہقان، نیم آہنگر۔ دہ ہزاروں میل چل کر اسے درخواستیں دینے کے لئے ماسکو جاتے ہیں۔ جب انسان اس سادہ طبیعت خوش مزاج اور پست قد سفید ریش کو اپنا نیلی سرج (اونی کپڑا) کا بھدا سا سوٹ پہنے ہوئے دلکش انداز اور نورانی نگاہوں سے ان سائلوں (درخواست دہندوں) کے درمیان دہقانوں میں دہقان کی صورت ادھر ادھر جگہ کاٹتا دیکھے تو وہ بھی اُن کے فطرتی اعتماد میں شریک ہو جاتا ہے ؛

مختلف دیہات میں تفاوت حال

لیکن پیشتر اس کے کہ بوگومولووا کی ترقی کی بنا پر کوئی محتاط پیشین گوئی بھی کی جا سکے۔ بعض حقیقتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ گاؤں روس کے ایک ترقی یافتہ ضلع میں ایک غیر معمولی ترقی پسند قریہ ہے۔ ولیڈیمیر کا ضلع مقابلتہً مفلس ہے۔ اس کی زمین خستہ حال ہے۔ پارچہ بافی کی صنعت میں بھی ناحال اچھی مزدوری نہیں ملتی۔ لیکن یہ ایک فہیم اور عروج پسند علاقہ ہے۔ اور زراعت کے ساتھ صنعت کے اشتمال نے دہقانوں کے دماغ کو تیز کر دیا ہے لیکن اس ضلع میں بھی ابھی ایک تہائی دیہات نے چار کھیتوں اور سات سالہ دور فصل کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اگر روس کے تمام رقبہ کو شامل کیا جائے۔ بعد وسیع شمالی رقبے کے جہاں زراعت کبھی ایک معاون پیشہ سے زیادہ حیثیت اختیار نہیں کر سکتی تو تاحال بمشکل کل رقبہ کا دسواں حصہ کاشت کے کسی نہ کسی نئے طریقے کو اختیار کر چکا ہے۔ ابھی کئی برس گذر جائیں گے۔ پیشتر اس کے کہ تمام ملک کا نصف حصہ بھی یورپی مدارج تک پہنچ سکے۔

جنگ عظیم سے زراعتی تباہی

حقیقت یہ ہے۔ کہ جنگ عظیم، خانہ جنگی اور انقلاب نے قدرتاً روسی زراعت کو تقریباً بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ جنگ عظیم نے کاشتکاروں کو زمین سے جدا کھینچ لیا۔ اور اس طرح مزارعہ اراضی۔ مویشیوں اور علی الخصوص گھوڑوں میں بہت کمی واقع ہو گئی۔ شہری اور فوجی اغراض کے لئے فصلوں کو سرکاری تحویل میں لے لینے کی حکمت عملی جو کہ ۱۹۲۱ء میں نئی اقتصادی

حکمت عملی کے اجرا تک جاری رہی۔ وہ اس سے بھی تباہ کن تھی صنعتی پیداوار میں بھی بلا کی کمی واقع ہو گئی تھی۔ اور جو کچھ پیدا ہوتا تھا۔ اس کی سرخ فوج کے لئے ضرورت تھی۔

زرعی جنگ

جب دہقانوں نے دیکھا کہ اس غلے کے عوض جو اُن کو مجبوراً دینا پڑتا تھا۔ اُنہیں کپڑے اور مٹی کے تیل کی نہایت معمولی مقدار دی جاتی ہے۔ تو انہوں نے بر سبیل انتقام اتنی ہی اراضی کی کاشت شروع کر دی جتنی اُن کی اپنی غلے کی ضروریات کے لئے اکتفا کرے۔ نئی حکمت عملی جس کو روسی ہمیشہ N. E. P. یعنی New Economic Policy کہتے ہیں) زراعت میں قدرے ترقی ہونے لگی۔ اور اب پیداوار زمانہ قبل از جنگ کا ۹۰ فی صدی ہے زوال کا باعث کسی نسبت در یہ بھی ہوا کہ اُمرا کی زمینوں کے حصے بخرے ہو گئے۔ کیونکہ امرا اکثر ماہرین زراعت کو ملازم رکھا کرتے تھے۔ اور اصول سائنس کے مطابق کاشت کراتے تھے۔ اُن کی عدم موجودگی ایک عرصہ تک اقتصادی نقصان کا باعث رہی۔ جیسا کہ رومانیا اور بالٹک کے صوبوں میں ہوا۔ جہاں بڑے بڑے ممالک اراضی تقسیم کر کے دہقانوں کو دے دئیے گئے تاکہ انقلاب کو روکا جا سکے۔

فوج میں زرعی تعلیم

یہ نقصان جبھی پورا ہو سکتا ہے جب سوویٹ حکومت اپنی اَن تھک کوششوں سے دیہاتیوں کو نئے طریقہ ہائے کاشت تعلیم کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ان کی طبعی

کاہلی پر ایک حد تک غلبہ حاصل کیا جا چکا ہے۔ ہر نوجوان جو سرخ فوج میں رہ کر گاؤں واپس آتا ہے وہ نئے خیالات کا مبلغ ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک سپاہی کو ضروری زراعتی اصولوں اور عملوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن اس راہ میں مادی اور ذہنی رکاوٹیں بھی ہیں۔ انسان یہ تو سمجھ سکتا ہے کہ گہرا ہل چلانا اچھا ہے لیکن ہل بھی تو اچھا ہونا چاہیئے۔ اور اچھا ہل ہو تو اس کو چلانے کے لئے وہ چھوٹے چھوٹے گھوڑے کافی نہیں ہوتے۔ جو کسی غریب روسی گاؤں میں پائے جاتے ہیں۔ ریاست کی طرف سے قرض ملتا ہے (جو بہت وسیع پیمانہ پر نہیں ہوتا) تاکہ گاؤں یا جمعیت ہائے امداد باہمی ٹریکٹر (ہل چلانے کے انجن) خرید سکیں۔ لیکن خاص روس میں ۱۹۲۵ء کے اوائل میں کل ۶۹۴۵ ٹریکٹ تھے۔ اور سالانہ اضافہ کل ۴۰۰ مشینوں کے قریب ہے۔ مزید برآں اگرچہ دیہاتیوں کو نئی فصلوں کی کاشت پر بڑی محنت سے آمادہ کیا جاتا ہے تاہم بیج کی کافی مقدار مہیا کرنا کار دارد ہے۔ انجام کار دہقان یقیناً گھاس کے بیج کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور مانگ ذخیرہ سے زیادہ ہے کیونکہ ایسے غیر ملکی نمونے مہیا کرنا پڑا رہے گا۔ جو روسی آب و ہوا میں سرسبز نہ ہو سکیں۔ وہ اصلاح یافتہ نمونے تجربہ خانوں میں تیار کئے گئے ہیں جو روسی آب و ہوا کے مطابق ہیں لیکن ایک سال اور گذر جائے گا پیشتر اس کے کہ ہر دہقان کو یہ نیا بیج مہیا کیا جا سکے۔ یہ مثالیں کسی حد تک ترقی کی اس سست رفتار کی وجہ ظاہر کرتی ہیں جب انسان قومی کارگذاری کا مقابلہ کسی ایسے گاؤں سے کرتا ہے جسے خوش قسمتی سے کوئی سمجھدار رہنما مل گیا ہو ہر جگہ دیہاتی خوشحالی ایسی نمایاں نہیں جیسی کہ بوگورودا میں ہے۔ اور نہ ہر گاؤں اپنی اقتصادی حالت پر ایسا قانع ہے۔ جو گاؤں بازار کے لئے غلہ پیدا کرتے ہیں۔ ان کو یہ زبردست شکایت ہے کہ جہاں زراعتی پیداوار

کی قیمت کا درجہ اب ۲۰۹ ہے، جو ۱۹۱۳ء میں ۱۰۰ تھا۔ وہاں صنعتی اشیاء کا درجۂ قیمت ۳۴۰ ہے۔ انتہائی اشتراکی پارٹی کے اندر ہی شاہانہ لڑائی لڑ کر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ مؤخر الذکر درجہ کو جون ۱۹۲۷ء تک ۱۰ فی صدی کم کر دیا جائے۔ دہقان خوب سمجھتے تھے کہ ناہموار شرح تبادلہ اُن کے لئے نقصان کا باعث ہے۔ اور اُن کی ناراضی انجام کار شاید ایک سیاسی خطرہ بن جاتی۔

کسان کا حصولِ مقصد

غریب کسانوں سے کوئی معاملہ وصول نہیں کیا جاتا۔

لیکن ماہرانہ ترقی کی سست رفتاری اور پیداوار کی مقابلۃً کم قیمت کی شکایت کے باوجود دہقان کے پاس وجہ موجود ہے کہ وہ اپنے آپ کو اُن مادی فوائد کی بنا پر مبارک باد کہے جو اُسے انقلاب کی بدولت نصیب ہوئے ہیں۔ اُس نے وہ چیز حاصل کر لی ہے جو صدیوں سے اُس کا نصب العین اور اُس کی مسلسل خونی بغاوتوں کی محرک تھی یعنی اُس نے زمین حاصل کر لی ہے۔ کیونکہ گو قانونی مالک تو حکومت ہے لیکن تمام عملی اغراض کے لئے اپنے قطعہ زمین پر اُس کا قبضہ محفوظ اور مستقل ہے اور اُسے یقین ہے کہ اُس کے بعد اُس کی اولاد اس سے اثاثِ زندگی پیدا کرے گی۔ یہ وہ فائدہ ہے کہ اُس کے بڑھاپے کے وقت بھی اُسے نئے سلسلے کا حامی اور اُن تمام حملوں کے خلاف اُس کا محافظ بنائے رکھتا ہے جو اُسے تباہ کرنے کے لئے کئے جائیں۔ وہ معاملہ جو اُس کی فصل سے نقدی کی صورت میں نہ کہ جنس میں لیا جاتا ہے۔ اُس کی عادات اور آمدنی کے لحاظ سے مقرر کیا گیا ہے۔ اور غریب طبقہ کے کسان جو تمام تعداد کا چوتھا حصہ ہیں۔ بالکل معاملہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہیں۔ گزشتہ ایام میں دہقان کو معاملہ اور حق کاشت اراضی

کی قسط میں ۱۶ روبل فی سال اوسطاً پڑتے تھے۔ اور اب اُسے اوسطاً ۱۵½ روبل دینے پڑتے ہیں۔ مگر یہ ہندسے اُس کے فائدے کو کم دکھلاتے ہیں۔ کیونکہ روبل جو اُس نے ادا کرنے ہیں۔ اُن کی قیمت اس دوران میں نصف سے بھی کم رہ گئی ہے۔ کوئی رقم بھی بڑی معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن یہ بالکل نا ترقی یافتہ دہقان اپنی ضروریات کا بہت بڑا حصہ خود ہی پیدا کرتے ہیں اور دورانِ سال میں روپیہ کا بہت کم لین دین کرتے ہیں۔ ان کو سولہ روبل بھی بہت بڑی رقم معلوم ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں نمک کا ٹیکس بھی موقوف کر دیا گیا ہے اور یہ وہ ٹیکس ہے جس کو کسانوں نے ہر زمانے میں اور ہر ملک میں (بالخصوص ہندوستان اور قبل از انقلاب فرانس میں) مخصوص اور غیر متناسب تلخی سے ناپسند کیا ہے۔ مزید برآں ہر سال غریب کسانوں کو نقدی دی جاتی ہے تاکہ وہ مویشی اور زراعتی سرمایہ کی دوسری چیزیں خرید سکیں۔ کئی علاقوں میں بالعموم اور دریائے والگا کی وادی میں بالخصوص مسلسل خشک سالی کی آفت کو رد کرنے کے لیے مستقل تجاویز پر عملدر آمد ہو رہا ہے مثلاً خشک سالی کا مقابلہ کرنے والی فصلیں لگائی جا رہی ہیں۔ جنگلات از سرِ نو تعمیر کئے جاتے ہیں۔ اور طوفانِ ریگ کی روک تھام کے لئے جھاڑیوں کے جنگل سدِ سکندری کا کام دینے کے لئے آباد کئے جا رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ سفید روس اور شمال کے مفلس علاقوں کی حالت کو۔ جہاں قلتِ زراعت کے سبب آبادی کے تناسب کو ہی حد سے زیادہ کمنا پڑتا ہے۔ لوگوں کو سائبیریا کے زرخیز میدانوں یا کوہ یورال کے علاقوں یا شمالی قفقاز میں بھیج کر درست کیا جا رہا ہے۔

انقلاب نے بحیثیت مجموعی لینن کے اصولوں کی اطاعت کی ہے۔ مزدور جو جمہوریت میں حکمران طاقت ہیں اپنے آپ کو کسانوں کے مفاد کا امین تصور کرتے ہیں۔ دہقانوں نے بھی باہمی یاری پاس خودداری کا حظ اٹھایا ہے جو اپنی حکومت اور معاشی آزادی سے حاصل ہوتی ہے اگرچہ انہیں اپنے نئے درجے کے حصول پر اتنا جوش مسرت اور دانستہ فخر نہیں ہے

باب پنجم

سوویٹ نظام

سوویٹ نظام انسانی دماغ کی ان بے شمار اختراعات سے ہے جن کی بنا کسی خوش قسمت تاریخی حادثے پر معلوم ہوتی ہے۔ یہ نظام قائم رہا ہے کیونکہ یہ مزدوروں کی اس ڈکٹیٹرشپ کا بازو بنے رہنے کے لئے خوب موزون تھا۔ جو انتہائی اشتراکی جماعت کے اصول اور عمل کی بنیاد ہے۔ جب لینن اپنے ساتھیوں کے ساتھ مارچ ۱۹۱۷ء کے بعد سوئٹزرلینڈ سے روس میں واپس آیا۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ فی الفور اس امر کا بخوبی اندازہ نہ لگا سکا کہ سوویٹ جماعتیں اس کے مقاصد کے لئے کس قدر مفید ہو سکتی ہیں۔ یا اگر اس نے ایسا اندازہ لگا لیا تو اس نے اس کا اظہار فوراً نہ کیا۔ اس کے پہلے اعلان سے یہی پتہ چلتا تھا۔ کہ روس معمولی جمہوری طریقوں پر اپنے آپ کو معاشرتی انقلاب کے لئے منظم کرے گا۔ لیکن عام ہڑتال جس نے زاریت کو شکست فاش دے دی اس نے ان سوویٹ جماعتوں کو بھی از سرِ نو زندہ کر دیا۔ جو ۱۹۰۵ء کی قبل از وقت کشمکش کے وقت معرض ظہور میں آئی تھیں۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ وہ معمولی ہڑتالی کمیٹیوں کی حیثیت رکھتی تھیں۔ جن کے ارکان کارخانوں اور ورکشاپوں کے ہڑتالی مزدوروں کے نمائندے تھے۔ ہڑتال نے جب اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ اس کے بعد بھی سوویٹ ہوبک

زندہ رہیں۔ تاکہ عارضی حکومت پر اثر انداز ہوسکیں۔ کیونکہ ڈوما (روسی۔ پارلیمنٹ) نے انقلاب انگیزی میں کوئی حصہ نہ لیا تھا۔ اور نہ اسے روسی باشندوں کا نمائندہ کہا جا سکتا تھا۔ لینن کی نگاہ نے فوراً تاڑ لیا کہ سوویٹ مجالس روس کے مقاصد کے لئے کیا ہی کارآمد ہوسکتی ہیں۔ اور اس نے ٹھان لی کہ انہیں مزدور جماعت کی ڈکٹیٹر شپ کے لئے مستقل بازوئے کار بنانا چاہیئے۔ ابتدائی ایام میں پیٹروگراڈ کی سوویٹ ہی کچھ اہمیت رکھتی تھی۔ وہ دارالخلافہ میں تھی۔ اس نے پیرس کومیون (پیرس کی انقلابی جماعت) کی روایات کو تازہ کیا۔ اور انقلاب کی رہنمائی کی۔ جوں جوں انتہائی اشتمالی لوگوں کے اثر میں سرعت سے اضافہ ہوا۔ (جنہوں نے ابھی کمیونسٹ کا نام اختیار نہیں کیا تھا) سوویٹ مجالس جو تمام روس میں پیدا ہوگئی تھیں۔ قومی تنظیم کے لئے پہلا وقتی نمونہ ثابت ہوئیں۔ کسانوں کے نمائندے بھی شامل کر لئے گئے اور آخر کار گھر کی خادماؤں اور دوسرے مزدوروں کے نمائندے بھی لے لئے گئے جو ان کارخانوں اور ورکشاپوں میں نہ تھے۔ جہاں ابتداءً سوویٹ مجالس قائم ہوئیں۔

سوویٹ مجالس کی طاقت میں اضافہ

اس طرح ایک قدرتی تاریخی ارتقاء کے ذریعے اور کسی بناوٹ یا اختراع کے اظہار کے بغیر ڈکٹیٹر شپ نے اپنا بازوئے کار تیار کر لیا۔ چونکہ زار کی بنائی ہوئی ڈوما کو اخلاقی قوت حاصل نہ تھی اور کرنسکی کی حکومت نے یہ مہلک غلطی کی کہ عام حق رائے دہندگی کے ذریعے قومی اسمبلی کا انتخاب معرض التوا میں ڈال دیا اس لئے سوویٹ مجالس کی طاقت غیر محسوس اور قدرتی طور پر مضبوط ہوتی گئی بغیر اس کے کہ جمہوری اصولوں کی کسی خلاف ورزی کا اعلان کرنا پڑے۔ چونکہ

کرنسکی کی حکومت نے اپنی کمزوری اور اتحادیوں کے ہاتھ میں اپنے کٹ پتلی ہونے کا ثبوت دیا۔ اس سے مرکزی روس کی مزدور جماعت فوراً اس آوازہ پر متفق ہو گئی۔ کہ "سب طاقت سوویٹ مجالس کے ہاتھ میں ہو"۔ لینن نے فیصلہ کیا کہ وہ قومی اسمبلی کے اجلاس سے پہلے ہی اپنا کاری وار چلا دے اور جب بالآخر اس کا اجلاس ہوا جس میں انتہائی اشتراکی اقلیت میں تھے۔ تو پہلے تو اس نے اسے نظرانداز کر دیا اور پھر اسے منتشر کر دیا۔ ڈکٹیٹرشپ کے اپنے نمائندہ بازوئے کار موجود تھے۔ جو کم از کم مرکزی روس میں مزدوروں کی رائے کا آئینہ تھے۔ رفتہ رفتہ ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس مقصد کے لئے سوویٹ نظام کیسا موزون تھا۔ یہ نظام انتظامی کاموں کی انجام دہی کے لئے بہت موزون ہے اور جب کسی اشتراکی ریاست میں اس کی بنیاد ڈال دی جائے۔ تو ان بے شمار صنعتی کارخانوں کا جو قومی قرار دیئے گئے ہوں انتظام کرنا قانون سازی سے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ اعلیٰ سوویٹ مجالس کا بالواسطہ انتخاب منظم پارٹی کو مفید ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ مزدور جو براہ راست ادنیٰ ترین سوویٹ مجالس کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس خیال میں ہوتے ہیں۔ کہ تمام نظام انہی کے زیر اثر ہے۔

سرمایہ داروں کا پروپیگنڈا

جب کسی قوم میں اشتراکیت کا وجود ہنگامہ کارزار کے بعد ہوا ہو تو اس میں ڈکٹیٹر شپ کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ سرمایہ دار ممالک میں جس نوع کی جمہوریت ہے اس پر اشتراکی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس کے ادارے مزدوروں کی رائے کے درست اظہار

کا موقع نہیں دیتے۔ اگرچہ ہر جگہ آبادی میں مزدوروں کی ہی اکثریت ہوتی ہے۔ اس نوع کی جمہوریت مزدوروں کو طاقت کا ایک موہوم احساس دیتی ہے۔ درآں حالیکہ اصلی اقتدار اس جماعت کو حاصل ہوتا ہے۔ جو کارخانوں بنکوں اور زمین کی مالک ہوتی ہے۔ یہ جماعت ذرائع پیداوار کی مالک ہونے کے باعث مزدوری پیشہ جماعت کو کام کے بلکہ زندگی کے مواقع سے محروم کر سکتی ہے اس جماعت کی دولت اپنے افراد کو اگر تعلیم کا اجارہ نہیں تو کم از کم عوام پر بے انتہا فوقیت تو دے دیتی ہے۔ ان کی تحکم کی عادت - ان کا ماہرانہ علم اور ان کا تمدنی وقار جو مزدوروں کے دماغ کو حیران و ہراساں کر دیتا ہے۔ اُسے وہ زندگی۔ سوسائٹی اور جائداد کے متعلق اپنے نقطہ نظر کو دوام دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ تربیت یافتہ دفتری حکومت جو ریاست کے قانون اور تمام نظام کو چلاتی ہے۔ اس کے ارکان صاحب جائداد طبقے سے لئے جاتے ہیں۔ اور مجموعی طور پر اُس کے خیالات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ امر ہے۔ کہ چونکہ یہ سرمایہ دار جماعت اخبارات کی مالک ہوتی ہے (سوائے چند مستثنیات کے جو زمانہ حال میں ہوئیں) اس لئے یہ خبروں کا اپنی مرضی کے مطابق انتخاب کر کے اور مسائل ملکی کو اپنے رنگ میں پیش کر کے مزدوروں کے خیالات پر اثر ڈالتی ہے۔ اور ان کی سیاسی قوت فیصلہ کو بگاڑ دیتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عام حق رائے دہی کے ہوتے ہوتے بھی اکثریت کی رائے کو غلط راہ پر لگایا جا سکتا ہے۔ اور اُسے سرمایہ دار اور حکمران جماعت کا مطیع بنایا جا سکتا ہے۔

تحویل اقتدار کا اصول

اندریں حالات سرمایہ دار سلطنتوں کی اندرونی جمہوری تشکیل کو انتہائی اشتمالی لوگ اس غرض کے لئے پسند نہیں کرتے کہ اس کے ذریعے اشتراکیت پیدا کی جائے۔ انقلاب کا مرحلہ آنے سے پہلے ہی وہ ایک جماعتی جنگ میں مصروف ہو جاتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اصلی اقتدار آبادی کی اکثریت یعنی کارخانوں اور اراضی پر کام کرنے والے مزدوروں کے ہاتھ میں آ جائے یہ جبھی ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ ذرائع پیداوار کی ملکیت بمعہ اس تمام بلاواسطہ اختیار اور غیر مرئی اثر کے جو اس کا لازمہ ہے۔ انفرادی ہاتھوں سے نکل کر تمام مزدور جماعت کے قبضے میں آ جائے۔

سرمایہ دار جنگ کے بغیر اپنے حقوق سے دست بردار نہیں ہوتے

انتہائی اشتمالی نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ اس کشمکش کے کسی نہ کسی مرحلے پر طاقت کا استعمال ناگزیر ہے۔ امتیازی حقوق رکھنے والی جماعت اپنے ان حقوق کی حفاظت کے لئے جن پر جمہور کی پیدا کی ہوئی دولت کی غیر مساویانہ تقسیم کا دارومدار ہے۔ انجام کار ہمیشہ آلاتِ حرب استعمال کرے گی۔ دوران انقلاب میں اور جنگ میں فتح حاصل کرنے کے کچھ عرصہ بعد تک مزدور جماعت کو صرف ”ڈکٹیٹر شپ“ قائم کرنی ہو گی اور پرانی صاحب ملکیت جماعت کو اپنا علانیہ دشمن تصور کر کے اس کو اثر و اقتدار کے استعمال سے کلیتہً محروم کرنا ہو گا جب یہ تبدیلی مکمل ہو جائیگی۔ تو پرانی مالک جماعت ہی معدوم ہو جائے گی۔ اور پیدائش۔ دولت اور غیر مساویانہ تقسیم کے امتیازی حقوق کو منسوخ کر کے تمام آبادی ایک ہی جماعت پر مشتمل ہو گی یعنی مزدوروں

پر جو دستی اور دماغی کام سے مشترکہ سرمایہ میں اپنا حصہ دینگے ۔

معیار رائے دہی

اس لئے سوویٹ نظام ابتداءً جماعتی جنگ کا ایک لازمی بازو بنے کا رہا ہے۔ مردوں اور عورتوں کا رائے دینے کا حق (اور اس نظام میں مرد اور عورت کے حقوق میں کوئی امتیازی فرق نہیں ہے) کسی جائداد کی ملکیت یا قبضہ پر نہیں ہے جیسا کہ یورپی جمہوریتوں کے پہلے نمونوں میں تھا۔ نہ ہی حق رائے دہی کا مدار کسی رقبہ میں خاموشانہ زندگی بسر کرنے پر ہے بلکہ اس کی بنا اس کارروائی اور سرگرمی پر ہے جو ایسے کام کے کرنے میں دکھائی جائے جو جمہور کے لئے مفید خیال کیا جاتا ہو۔ یہ دوسرا اصولی اساس کہا جا سکتا ہے جس کو سوویٹ نظام نے اپنے لئے قائم کیا ہے لیکن اصلی تاریخی اساس وہی تھا کہ بحیثیت مزدوروں کے یہ مرد اور عورتیں ایک ایسے فریق سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو سرمایہ داری کے خلاف اس لئے برسرپیکار ہے۔ کہ خود حکمران جماعت بن جائے۔ اصول جمہوریت کے اس خیال کو کہ قومی یا عام رضامندی کا کا اظہار سرمایہ دار ممالک کے جمہوری اداروں سے ہو سکتا ہے انتہائی اشتراکی حقارت سے مسترد کرتے ہیں جب تک کہ سوسائٹی جماعتی جنگ میں زندگی بسر کر رہی ہو۔ ڈزرائیلی کی طرح وہ ہر ملک میں ایک قوم نہیں بلکہ دو قومیں دیکھتے ہیں۔ مخبرین نے نزول حبیب سراحت سے کام لیا ہے۔ اس اعتراض کا کہ سوویٹ نظام قوم کی مجموعی رائے کا اظہار کرنے سے قاصر ہے۔ ان نے یہ جواب دیا ہے ۔

سرمایہ پرست اور مزدور میں صلح ناممکن ہے

سوسائٹی آج کل ایسی جماعتوں پر مشتمل ہے جن کے مفاد متضاد ہیں۔ ان جماعتوں میں اسی طرح صلح ناممکن ہے۔ جس طرح بھیڑیوں اور بھیڑوں میں۔ بھیڑیے بھیڑوں کو کھا کر خوش ہوتے ہیں۔ بھیڑوں کو بھیڑیوں سے اپنے آپ کو بچانا ضرور ہے۔ اور سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا یہ ممکن ہے۔ اور اگر ممکن ہے، تو کس طرح کہ بھیڑوں اور بھیڑیوں کی مشترکہ رائے کا استعمال کیا جا سکے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی چیز ہے جسے "بھیڑوں بھیڑیوں" کی مرضی کہا جا سکے۔ ہر عقلمند انسان یہی کہے گا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ بھیڑوں بھیڑیوں کی مشترکہ مرضی نہیں ہو سکتی۔ دو نوں میں سے ایک ہی مرضی ہو سکتی ہے یا تو بھیڑیوں کی مرضی جو فریب خوردہ مظلوم بھیڑوں کو غلام بناتی ہے۔ یا بھیڑوں کی مرضی جو بھیڑیوں سے بھیڑوں کو چھینتی ہے اور ڈاکوؤں کو پرے ہنکا دیتی ہے۔ کوئی درمیانی راستہ نہیں ہو سکتا جماعتوں کا باہمی تعلق بھی ایسا ہی واضح ہے ...... وہ جانی دشمن ہیں۔ اُن کی مشترکہ مرضی کیا ہو سکتی ہے؛ کسی قسم کی "سرمایہ دارانہ۔ مزدورانہ" مرضی ...... لیکن انقلاب کے زمانے میں مزدور دنیا کو تبدیل کرنا چاہیگا۔ اور سرمایہ دار پرانی غلامی کو مستحکم کرنے کی سوچیگا +

منافع گروں کے لئے سوویٹ نظام میں جگہ نہیں

ان حالات میں سوویٹ نظام اپنے جماعتی رنگ کو چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔ اس کا رسمی اور سرکاری لقب "مزدوروں اور کسانوں کی حکومت" ہے۔ اس لئے ہم آئین کے

پہلے مسودات میں سے ایک میں یہ بنیادی اصول دیکھتے ہیں۔

جمیع روس کے مزدوروں کسانوں اور سپاہیوں کی سوویٹ مجالس کی یہ تیسری کانگریس قرار دیتی ہے کہ موجودہ وقت میں کام کرنے والوں اور منافع گیروں کے درمیان اس فیصلہ کُن لڑائی کے موقع پر ان منافع گیروں کے لئے سوویٹ اقتدار کے کسی ادارے میں کوئی جگہ نہیں۔

حقِ رائے دہی اور اس سے محرومی

یہ ہے وجہ جو از حقِ رائے دہی سے محروم کرنے کی جس کی اہمیت اس نظام کے ابتدائی ایام میں بہت حد تک تھی۔ اور جس کے آثار اب تک بھی پائے جاتے ہیں۔ عام اصول یہ ہے کہ فقط "مزدور" ہی رائے دینے کا حق رکھتے ہیں۔ اور اس اصطلاح میں کسان دماغی اور پیشہ ور کام کرنے والے۔ مزدوروں کی بیویاں۔ اور کسانوں کے گھرانے شامل ہیں۔ ان سب کو حقوق شہریت اور حقِ رائے دہی اٹھارہ برس کی عمر میں ہو جاتا ہے۔ اور مرد اور عورت میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ شرمناک جرائم میں سزا یافتہ انسانوں اور دماغی خلل رکھنے والوں کے علاوہ حقِ رائے دہی سے محروم باشندے مختلف جماعتوں پر مشتمل ہیں۔ جن کو منافع گیر شمار کیا جاتا ہے۔

(۱) وہ جو کلی یا جزوی طور پر روزی کمانے کے لئے نفع کی خاطر مزدوروں کو ملازم رکھتے ہیں۔ اس میں وہ لوگ شامل نہیں جو گھر کے کام کے لئے کوئی نوکر رکھتے ہیں۔ اور نہ وہ لوگ شامل ہیں۔ جو ایک یا دو شاگردوں کو کام سکھاتے ہیں۔

(۲) وہ جن کا گزارہ سٹہ بازی کی قسم کی منافعہ گیری پر ہے یا وہ (اگر روس میں کہیں ایسے لوگ ہوں) جو کرایہ یا سود سے بسر اوقات کرتے ہیں۔

(۳) بعض جماعتیں جو اپنے پیشے کے باعث پرانے نظام کی حامی سمجھی جاتی ہیں۔ بالخصوص پادری اور زمانہ زار کے ملازمان پولیس۔

حق رائے دہی سے محروم لوگوں میں کمی۔

۱۹۱۷ء کے بعد جو وسیع معاشرتی تبدیلی رونما ہوئی ہے اس کے باعث اب حق رائے دہی سے محروم لوگوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں رہی۔ مالکان اراضی اور سرمایہ دار جماعت کے قریباً دس لاکھ افراد ملک سے باہر چلے گئے ہیں۔ بہت سے خانہ جنگی میں قتل ہو گئے۔ باقیماندہ میں سے اکثر کو "ماہرین فن" یا منشیوں (کلرکوں) یا معلموں کی حیثیت سے کام مل گیا ہے۔ اور اس طرح وہ حقوق شہریت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اگر ولیڈیمیر کے ضلع کو اوسط خیال کیا جائے۔ تو مجھ کو شہروں میں پانچ فی صدی اور دیہات میں ایک فی صدی سے بھی کم بالغ آبادی حق رائے دہی سے محروم نظر آئی۔ ممکن ہے کہ کسی بڑے شہر میں یہ تناسب کسی قدر زیادہ ہو لیکن روس کے وسیع رقبوں میں دیہات والے تناسب سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ آج کل یہ تھوڑی سی تعداد انتخاب کے نتائج پر کچھ زیادہ اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ خواہ عام حق رائے دہی کی مذکورہ بالا استثنیات کو منسوخ بھی کر دیا جائے لیکن ان استثنیات کو قائم اس لئے نہیں رکھا گیا۔ کہ وہ منافع گیر "خوفناک طور پر کثیر التعداد" ہیں۔ بلکہ اس خیال سے کہ وہ اپنے پہلے وقار۔ آدمیوں پر قابو پانے کے پہلے تجربے اور اپنی تعلیمی سطح کی بلندی

کے باعث خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں حق رائے دہی سے محرومی کے معنی فقط یہی نہیں کہ وہ رائے نہیں دے سکتے۔ بلکہ وہ انتخابی جلسوں میں بھی شامل نہیں ہو سکتے۔ اور نہ کسی سوویٹ کے رکن منتخب ہو سکتے ہیں۔ حق رائے دہی سے محرومی ایک داغ ہے۔ جو ان کے سابقہ اثر کو زائل کرنے والا خیال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بعض تکلیف دہ مثالیں بھی ہیں۔ اور کسی مخلص مزدور کے دوست باوجود اس کے کہ اس نے ایک مددگار بھی ملازم رکھا ہو۔ اس کے حق رائے دہی سے محرومی کے رنج میں بسا اوقات اس کے شریک نظر آئیں گے۔

ترقی صنعت اور سوویٹ نظام

کسی ایسے ملک کے لئے جس نے مکمل طور پر صنعتی ملک ہو کر اشتراکیت کو اختیار کیا ہو۔ سوویٹ نظام قدرتی اور منطقی اساس نمائندگی ہو سکتا ہے۔ ذہنی لحاظ سے یہ رقبہ جاتی نظام پر کئی طرح فوقیت رکھتا ہے۔ ایک بڑے کارخانے کے مزدور ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ ان کا نقطہ نگاہ مشترک ہوتا ہے۔ روزانہ میل جول کے عادی ہونے کے باعث نہ صرف کام میں بلکہ تعلیم اور تفریح میں بھی ان میں ایک اخلاقی اتحاد ہوتا ہے۔ جو کسی بڑے شہر کے ایک چوتھائی رقبے میں اتفاقیہ طور پر بسنے والوں میں کبھی مشکل سے ہی ہو سکتا ہے۔ ان کی مشترکہ رضامندی کا ذکر محض ایک استعارہ ہی نہیں ہوتا۔ یہ بھی کوئی کم اہم امر نہیں۔ کہ وہ ان مردوں اور عورتوں کے حالات اور شخصیتوں سے جو ان کا نمائندہ بننا چاہتے ہیں۔ بہت گہری واقفیت رکھتے ہیں۔ بہ نسبت اس واقفیت کے جو کسی بڑے جمہوری حلقہ نیابت کے رائے دہندوں کو اپنے امیدواروں کے متعلق ہو سکتی ہے۔ خواہ وہ

امیدوار کوئی مقامی آدمی ہی کیوں نہ ہو۔ کسی ترقی یافتہ ملک میں جس نے اپنی زراعت کو بڑے بڑے کھیتوں کی بنا پر جن میں بہت سے آدمی کام کرتے ہوں صنعتی پیمانہ پر پہنچا دیا ہو اس نظام کی دیہاتی رقبہ جات میں بھی توسیع کی جا سکتی ہے۔ بغیر اس کے کہ اس کے عملدرآمد کی واقفیت میں کمی ہو۔ روس میں انقلاب کے بعد سوائے نمونے کی سرکاری فارموں (کھیتوں) کے بڑی بڑی زمینداریاں نہیں رہیں۔ کسان مشترکہ کام نہیں کرتے۔ لیکن وہ بکھرے ہوئے جھونپڑوں یا مکانوں کے چھوٹے چھوٹے مجموعوں میں آباد نہیں ہیں۔ جیسا کہ ان ملکوں میں ہے جہاں عرصہ دراز سے امن و امان قائم ہے۔ وہ دیہات میں رہتے ہیں۔ جو باوجود اس کے کہ بسا اوقات وہ ایک سڑک کے دونوں طرف دور تک بکھرے چلے جاتے ہیں۔ ایک قسم کا تعلق ہمسائیگی اور روح اشتراک پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے گاؤں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ دیہاتی رقبہ جات میں اکائی ہے۔ جیسا کہ کارخانہ شہروں میں اکائی ہے۔

روسی کسانوں اور کارخانہ والوں میں فرق

لیکن سوویٹ نظام روسی باشندوں کی آرا کی درست نمائندگی حاصل کرنے کے لئے کوئی مناسب الارکان خاکہ نہیں ہے۔ یہ جماعتی جنگ کا ایک بازوئے کار ہے۔ کسان گو وہ غریب ہیں اور گو وہ مزدور ہیں بہرحال وہ انقلاب کے ہراول نہ تھے۔ فی الحقیقت سوائے اس کے کہ انہوں نے اراضی پر بڑی مستعدانہ سرگرمی سے قبضہ کر لیا۔ انہوں نے انقلاب میں اس وقت تک کوئی حصہ نہ لیا۔ جب تک کہ خانہ جنگی کے آخری دور میں

اس نفرت کے باعث جو انہیں سفید جرنیلوں سے تھی۔ وہ انتہائی اشتراکیوں کی قیادت میں شریک کارزار ہوئے۔ کسانوں میں وہ زاویہ نگاہ پایا نہیں جاتا جو شہروں کے منظم مزدوروں میں ہے۔ سوائے اُن نوجوانوں میں سے زیادہ ذکی الطبع افراد کے جو سُرخ فوج کے مدارس میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ کسان انقلاب کے مقاصد کو نامکمل طور پر ہی سمجھتے ہیں۔ اور اُن کی تعلیمی پستی اور اُن کے ایک ایسے ملک میں جہاں سڑکیں اور ریلیں بہت کم ہیں۔ دور دراز فاصلوں پر بکھرے ہوئے ہونے کے باعث ان کو باخبر رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ تاہم آبادی میں غالب اکثریت انہی کی ہے۔ انقلابیوں کے رہنماؤں پہ یہ حقیقت آشکارا تھی۔ کہ اگر انہوں نے دیہاتوں اور شہروں کو یکساں حق نمائندگی دیا تو کسان جلدی ہی انقلابی جماعت پر چھا جائیں گے۔ اور سوویٹ جمہوریت کی حکمت عملی کی بنیاد کسی فطرتی اور دقیانوسی نوع کی انفرادیت پر ہو جائیگی۔ جو کہ بہ نظر قدامت پسند اور شاید عیسائیت کے سبب سے زیادہ توہم پرست فرقے کی روایات سے متاثر ہوگی۔ خوش قسمتی سے کسانوں نے پہلے ہی ۱۹۱۷ء کے اوائل میں جب کہ مزدوروں اور کسانوں کی سوویٹوں کے اجتماع اوّل اوّل ہوئے غیر مساوی بنا پر نمائندگی کو تسلیم کر لیا تھا۔ اگر ہم سو کو اکائی تصور کریں۔ تو بنا نمائندگی یہ تھی۔ کہ شہروں کے ایک سو رائے دہندوں کی قوت رائے دہی دیہات کے پانصد باشندوں کی قوت رائے دہی کے برابر ہے حقیقی تناسب کو بیان کرنا آسان نہیں جب تک مردم شماری کے نتائج کا پورے غور سے مطالعہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ دیہاتی آبادی میں بچوں کو بھی شمار کیا جاتا ہے درآنحالیکہ شہری حلقہ ہائے نیابت میں بالغوں کا ہی شمار ہوتا ہے۔ شہری رائے کا وزن غالباً دیہاتی رائے سے تین گنا ہے۔ پھر بھی دیہاتیوں کی بڑی اکثریت ہے۔

انتہائی اشتراکی فریق کے اقتدار کا راز

اندریں حالات انتہائی اشتراکی فریق جس کے ہاتھ میں ڈکٹیٹرشپ ہے کس طرح روسی جمہوریت اور سوویٹ یونین پر اپنا اقتدار قائم رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کی اصلی طاقت تو شہروں میں ہے۔ گو دیہات میں بھی آہستہ آہستہ اس کی رکنیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔
اس کا راز بالواسطہ طریق انتخاب میں ہے۔ تمام رائے دہندہ آبادی فقط ان شہری اور دیہاتی سوویٹوں کو منتخب کرتی ہے جو مینار کی نہ ہیں ہیں۔ بالاتر سوویٹوں کا انتخاب وہ سوویٹیں کرتی ہیں جو نیچے ہیں۔ اس لئے خالص دہقانی رائے اعلیٰ سوویٹوں کے انتخاب کے لئے کبھی میسر نہیں آتی۔ اس کے ساتھ ہمیشہ شہروں کی پاسنگ یافتہ نمائندگی شریک ہوتی ہے۔ مگر یہ ملاوٹ بھی ناکافی ہو جاتی۔ اگر خود دیہات ایسے لوگوں کا انتخاب نہ کریں۔ جو اگر انتہائی اشتراکی نہ ہوں۔ تو کم از کم اس پارٹی سے ہمدردی رکھنے والے ہوں۔ یہ "غیر فرقہ بند ہمدرد" بحیثیت مجموعی تربیت یافتہ اور سرگرم انتہائی اشتراکی نمائندوں کے ہم پلہ نہیں ہوتے اور ان کی پشت پر کوئی نظام نہیں ہوتا۔ کہ اگر وہ چاہیں بھی تو رائے دیتے وقت کسی ایسے شخص کو ترجیح دیں جو انتہائی اشتراکی نہ ہو۔ ترتیب کی ہر سیڑھی پر تجربہ اور نظام اپنا اثر پیدا کرتا ہے۔ جب انسان سوویٹ سلسلہ میں ضلع کی سوویٹ تک پہنچتا ہے۔ تو انتہائی اشتراکیوں کی کافی اکثریت یقینی ہو جاتی ہے۔ اور جب اس سے اوپر پہنچتے ہیں۔ تو غیر فرقہ بند ارکان کی مقدار ناقابل لحاظ ہو جاتی ہے۔ پارٹی کی امداد پر مقتدر اختیارات ہونے کے باعث یہ عمل بغیر کسی خلل کے ہوتا ہے۔ خاص دباؤ ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ترتیب جماعتیں

جو انتہائی اشتراکی فریق کے خلاف صف آرا ہوئیں مٹا دی گئی ہیں۔

مختلف سوویٹ مجالس کا سلسلہ

سوویٹوں کا سلسلہ ایک ہموار و متناسب الاضلاع نقشے کے مطابق ہے لیکن بعض ان کے ناموں کو چھوڑ کر جن کا ترجمہ کرنا مشکل ہے۔ اس نظام کی ترکیب کو سمجھ لینا مشکل نہیں۔ سوویٹ حکومت نے ملک میں انتظامی رقبہ جات کی اسی تقسیم کو جاری رکھا۔ جو زار کے زمانہ میں تھی۔ اگرچہ اس نے آہستہ آہستہ از سر نو تقسیم بھی کی ہے۔ ہر رقبہ کی ایک سوویٹ ہے۔ سب سے چھوٹی رقبہ جاتی اکائی وولوسٹ (Volost) ہے جس کو انگریزی پیرش (Parish) کا مترادف سمجھا جا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ پیرش سے بالعموم وسیع ہوتا ہے۔ اور اس میں ستر سے لے کر سو تک دیہات ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد اویزد (Uyezd) یعنی تحصیل ہے۔ لیکن ان اکائیوں میں سب سے اہم گوبرنیا (Gubernia) ہے جس کا میں نے ترجمہ کونٹی کیا ہے۔ ترجمہ ضلع کے مترادف سمجھا جا سکتا ہے۔ اگرچہ بعض لوگ اس کا ترجمہ صوبہ کرتے ہیں۔ پورے روس میں ایسے ۳۲ ضلع ہیں۔ باستثنا آزاد جمہوریتوں کے۔ اور ان کی آبادی آرکینجلسکوئی (Archangelskoi) کے وسیع جنگلی علاقے کے چار لاکھ نفوس سے ماسکو یا لینن گراڈ اور دیگر زیادہ رقبوں کے بیس یا تیس لاکھ نفوس تک ہے۔ وہ رقبہ جسے زیادہ صحیح طور پر صوبہ کے مترادف کہا جا سکتا ہے۔ اوبلاسٹ (Oblast) ہے جس میں چند ضلع شامل ہوتے ہیں لیکن اس کی کوئی انتظامی حیثیت نہیں ہے۔ ضلع ہی انتظام کے اصلی کام کا مرکز ہے۔ عام طور پر اس کی نمایاں انفرادی حیثیت ہوتی ہے۔ یہ بھی بڑی

تدبیریں سوچ سکتا ہے۔ اور ان پر عملدرآمد کرنے میں اسے کسی قدر خود ابتدا کرنے کا بھی حق رکھتا ہے

بالواسطہ انتخاب کا طریق

دیہاتوں اور شہروں سے ابتداء کی جائے تو بالواسطہ طریق انتخاب یوں ہے۔ جب گاؤں اپنی سوویٹ منتخب کر لیتا ہے۔ تو پھر وہ سوویٹ ذیلی کی سوویٹ کے لئے اپنے نائب منتخب کرتی ہے۔ اور اس انتخاب میں قریباً بلحاظ تناسب آبادی حصہ ملتا ہے۔ دیہات کی سوویٹ تحصیل سوویٹ کا انتخاب بھی کرتی ہے۔ اور اپنے ہر دس ارکان کے لئے ایک نمائندہ منتخب کرتی ہے ان سوویٹ جماعتوں میں سے ہر ایک اپنی مجلس منتظمہ منتخب کرتی ہے۔ جو تمام جماعت کے اجلاسوں کے درمیان جلسے کرتی ہے۔ صدر، معتمد (سکرٹری) اور بعض دفعہ ایک اور رکن کو ان کے کام کے لئے تنخواہ بھی دی جاتی ہے۔

سوویٹ جماعتوں کے اختیارات

اہم فیصلے سوویٹوں یا سوویٹ جماعتوں کی کانگریس کو جیسا کہ اُسے زیادہ درست طور پر کہا جاتا ہے۔ اس کے نیچے کی شہر کی سوویٹ جماعتیں اور دو لوسٹ اپنی ذیلی وار سوویٹ جماعتیں روسی تناسب سے منتخب کرتی ہیں جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ یعنی شہر کے ہر ۲۵ ہزار رائے دہندے ایک نمائندہ منتخب کرتے ہیں۔ اور ذیلی کے ہر دس ہزار باشندے ایک نمائندہ۔ انتخاب کی سہولت کے لحاظ سے بعض دفعہ ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ ذیلی سوویٹ کی بجائے شہروں یا سوویٹ کسانوں کی طرف سے نمائندے منتخب کرتی ہیں۔ اس کی مجلس منتظمہ

کی تعداد بہت بڑی ہوتی ہے جس میں بعض دفعہ پچاس پچاس ارکان ہوتے ہیں۔ جو مختلف محکموں کی ذمہ داری لے کر خاص مہارت حاصل کرتے ہیں۔ انتظامی امور مختلف محکمہ جات میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ جو جمہوریت کی وزارتوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ جن کو کمسریت کہا جاتا ہے اس طرح ہر ایک ضلع کا اپنا نظام ہوتا ہے۔ جو قومی حکمت عملی کے منشا کی تقلید کرتے ہوئے تعلیم حفظان صحت زراعت وغیرہ کے متعلق مقامی حکمت عملی مرتب کرتا ہے۔ کسی حد تک جدت کی گنجائش بھی ہے۔ اور قومی حکمت عملی کو مقامی ضروریات سے تطابق دینے کے لئے بھی کسی حد تک اجازت ہوتی ہے لیکن ضلعوں کی خود مختاری کو یہ امر سخت محدود کرتا ہے۔ کہ اُن قومی صنعت گاہوں کے منافع کے علاوہ جن کا یہ انتظام کرتے ہیں۔ یا اُن زائد محاصل کے علاوہ جو مقامی ضروریات کے لئے عائد کئے جائیں قطعی مالیات کے لحاظ سے خود مختار نہیں ہوتے مرکز سے جو رقم کسی ضلع کے لئے مقرر کی جائے۔ اتنا ہی قومی خزانہ سے اُسے حصہ ملتا ہے لیکن یہاں بھی دوسری خصوصیتوں کی طرح سوویٹ نظام اپنی خصوصیت قائم رکھتا ہے۔ نہ گاؤں میں نہ اُن سے بڑے رقبوں میں۔ نہ ہی اہم رقبہ ہائے ضلع میں امور ریاست کی انجام دہی پیشہ ور دیوانی ملازمین کے سپرد ہے جس طرح گاؤں، پرگنہ سوویٹ کے منتخب شدہ صدر نے زار کے زمانے کے حاکم کی جگہ لے لی ہے۔ اُسی طرح ضلعوں میں سوویٹ کے منتخب شدہ ارکان نے پرانے نظام کے سررشتہ داران دفتر کو برطرف کر دیا ہے۔ یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ ان گراں قدر انتظامی سلسلوں کی کل ماہرین فن۔ معتمدین اور محرّرین کے بغیر نہیں چل سکتی لیکن منتخب شدہ ارکان اپنے فرائض ہمیشہ جانفشانی اور حوصلہ مندی سے سرانجام دیتے ہیں۔

سب کمیٹیوں میں تقسیم کار

ایک اور خصوصیت جو تمام نظام میں پائی جاتی ہے۔ یہ ہے کہ تمام سوویٹ کو مختلف ماتحت کمیٹیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک کے حصے میں امور عامہ کا کوئی نہ کوئی محکمہ آجاتا ہے۔ ان کمیٹیوں میں ارکان کے علاوہ اوروں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر ایک رکن کو کچھ نہ کچھ خاص کام کرنا ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے کو بعض شفاخانوں یا مدرسوں کی درستی حال یا ساعت ہائے کار کے تحدیدی قوانین کی سخت گیرانہ پابندی کے لئے ذمہ دار محسوس کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم ماسکو کے چند ارکان کی رپوٹوں میں دیکھ آئے ہیں۔ سوویٹ جماعتوں کی باقاعدہ مجالس کثرت سے نہیں ہوتیں۔ اور نہ زیادہ دنوں تک رہتی ہیں۔ اکثر ماسکو سے کوئی مشہور قومی رہنما قومی حکمت کی تشریح و توضیح کے لئے ان مجالس میں شریک ہوتا ہے۔ مختلف محکمہ جات کی رپورٹوں پر تنقید کی جاتی ہے۔ اور بجٹ (میزانیہ) پاس کیا جاتا ہے لیکن سوویٹ کے ہر رکن کا اصلی کام اس کے انتظامیہ فرائض کی بجا آوری ہے۔ مثلاً دلیڈلیبر کے ضلع میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی۔ اگرچہ مجھے علم نہیں کہ وہ منظور ہوئی یا نہیں۔ کہ ضلع سوویٹ کا ہر نیا منتخب شدہ رکن ضلع کے شہر میں پہنچے۔ اور اس محکمہ کے دفتر میں ایک ہفتہ بھر کام کرے جس سے اس کا خاص تعلق ہے تاکہ اسے اپنے کام سے واقفیت ہو جائے۔ اس غرض کے لئے قیام گاہ بھی موجود ہے۔

قومی حکومت

مقامی حکومت سے نظر ہٹا کر اگر قومی حکومت کو دیکھا جائے۔ تو کئی ایک پیچیدگیاں ہیں۔ جن کی تشریح کرنا ضروری ہے۔ وہ رقبہ وسیع جس کو دنیا روس کے نام سے پکارتی ہے۔ ایک ریاست نہیں ہے۔ بلکہ آزاد جمہوریتوں کا ایک مجموعہ ہے۔ جن میں سے ہر ایک کی اپنی حکومت ہے۔ مزید براں اُن جمہوریتوں میں سے جو اس مجموعہ میں شریک ہیں۔ روس اور ماورا ئے کوہ قاف دو ایسے ائتلاف ہیں۔ خود جن میں کئی خود مختار جمہوریتیں اور علاقے شامل ہیں۔ لیکن ان تمام حکومتوں کا سلسلہ تقریباً ایک ہی جیسا ہے۔ خواہ وہ مجموعہ ہو۔ یا مؤتلفہ جمہوریتیں یا خود مختار جمہوریتیں ہوں ٭

حکمران جماعت

حکمران جماعت ہر حال میں سوویٹ جماعتوں کی کانگریس ہے۔ ہر ضلع اس میں اپنے نمائندے بھیجتا ہے۔ یہ بالواسطہ منتخب کئے جاتے ہیں۔ جس میں شہر اور دیہات کی سوویٹ جماعتیں اپنی آبادی کے تناسب سے رائے دیتی ہیں۔ اور ہر حال میں وہی تناسب برقرار رکھا جاتا ہے۔ جس میں شہر والوں کو دیہاتیوں سے پانچ گنا فوقیت حاصل ہے۔ جو حقیقت میں تگنی رہ جاتی ہے ٭

کانگریس کا اجلاس ہمیشہ سال میں ایک بار تقریباً دس روز تک ہوتا ہے۔ یہ اصلی معنوں میں مجلس واضع قوانین نہیں ہے۔ یہ حکمت عملی پر عام مباحثہ کرتی ہے۔ ایسی

قرار دادیں منظور کرتی ہے جن میں وہ اصول بیان کئے جاتے ہیں۔ جن کے مطابق قوانین بنائے جاتے ہیں۔ اس کے اجلاس کا ماحول ایک بڑے مظاہرہ عمومی کا سا ہوتا ہے مثلاً تمام یونین کی کانگریس جس کے قریباً ۱۵۰۰ ارکان ہوتے ہیں۔ ماسکو کی تماشہ گاہ میں اجلاس کرتی ہے سٹیج پر قائدین اور افسران محکمہ جات انتظامیہ ہوتے ہیں۔ اور تقریریں فصاحت و بلاغت سے لبریز ہوتی ہیں +

مرکزی مجلس منتظمہ

حقیقی وضع قوانین جماعت مرکزی مجلس منتظمہ ہے۔ یہ سوویٹ کانگرس سے جس کو یہ جواب دہ ہے زیادہ مرتبہ اجلاس کرتی ہے (یونین کی صورت میں تین بار سالانہ) میزانیہ منظور کرتی ہے۔ وزرا کی رپورٹیں وصول کرتی ہے۔ اور بین الاقوامی حکمت عملی پر غور و خوض کرتی ہے۔ یہ خود بھی دو مجالس مستقلہ منتخب کرتی ہے۔ ایک تو پریزیڈیم جس کے ۲۱ ارکان ہوتے ہیں۔ اسے اعلیٰ مجالس کے انعقاد کے دوران میں وضع قوانین کا اختیار ہوتا ہے۔ اور یہ کچھ امور انتظامیہ بھی سرانجام دیتی ہے۔ دوسری قومی کمسروں کی کونسل یہ اشخاص جمہوری ممالک کے وزرا کی طرح ہوتے ہیں۔ اور یہ امور انتظامیہ کے اعلیٰ ترین افسر ہوتے ہیں۔ جب وہ کونسل کا اجلاس منعقد کریں تو ان کے اختیارات کسی مجلس وزرا سے زیادہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کو ہنگامی قوانین وضع کرنے اور فرامین جاری کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ جو قانونی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر سوائے فوری مواقع کے ان کے فرامین اور مسودہ ہائے قانون کی تصدیق مجلس منتظمہ سے کرانا ضروری ہے۔ یورپ کے تخیل وزرا

سے بیکتر ایک اور امتیاز بھی رکھتے ہیں۔ ہر کیبنٹ حقیقت میں ایک ہمسروں کی جماعت کا صدر ہوتا ہے۔ یہ مجالس مشاورت جنہیں کالیجیا کہتے ہیں۔ کثرت سے اجلاس منعقد کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ روزانہ بھی تاکہ موجودہ کام پر بحث و تمحیص کریں۔ اور مجلس مشاورت کے ہر رکن کو اختیار ہوتا ہے۔ کہ کمسر کے فیصلہ کے خلاف کمسروں کی کونسل میں اپیل کرے۔

محکمہ ہائے انتظامیہ کی تقسیم

ان محکمہ ہائے انتظامیہ کی تقسیم کا ذکر کرنا باقی ہے۔ ان کے تین حصے ہیں۔

(الف) ان میں سے پانچ ایسے معاملات کے متعلق ہیں جن کا تعلق کلیتہً یونین کے حلقہ اختیار میں ہے بلحاظ جمہوریتوں میں اسی طرح کے کیبسر نہیں ہیں۔ اگرچہ ہر جمہوریت میں یونین کے ہر محکمہ کی کمسریٹ کا نمائندہ ہوتا ہے۔ یہ پانچ محکمے جن کو یونین کے قومی کیبسریٹ کہا جاتا ہے۔ مذکورہ ذیل ہیں۔

(۱) امور خارجیہ (۲) دفاع ملک (فوج اور جنگی بیڑہ) (۳) تجارت بیرونی۔ (۴) ذرائع آمد و رفت۔ (۵) ڈاک خانے اور تار گھر۔

(ب) اور پانچ محکمہ جنہیں یونائیٹڈ کمسریٹ یعنی متحدہ کمسریٹ کہتے ہیں۔ یونین میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اور ان جمہوریتوں میں بھی جو اس سے ملحق ہیں۔ یونین کی کمسریٹ عام اصول انتظامیہ طے کر دیتی ہے۔ اور کسی قدر نگرانی بھی رکھتی ہے۔ لیکن ان محکموں کے لئے ہر جمہوریت کے اپنے کیبسر بھی ہوتے ہیں۔ وہ محکمے یہ ہیں۔

(۱) خوراک (۲) مالیات (۳) مزدوروں اور کسانوں کا معائنہ (۴) تجارت اندرونی

۵) اقتصادیات عامہ کی مجلس اعلیٰ ۔

ان میں سے تیسرا محکمہ سوویٹ نظام کا مخصوص نرالا محکمہ ہے۔ یہ اوپر سے لے کر نیچے تک نظام کے ہر مرحلے پر پایا جاتا ہے۔ یہ محاسبے اور معائنے کا محکمہ ہے۔ یہ حسابات کی پڑتال کرتا ہے تعمیر ہائے عامہ کا معائنہ کرتا ہے۔ یہ نہایت منصفانہ رپورٹیں پیش کرتا ہے جو اکثر سرکاری امید افزائیوں پر پانی پھیر دیتی ہیں۔ اس کا کام یہ ہے۔ کہ ناقابلیت اور خرابی یا رشوت ستانی کا سراغ رکھے۔

ان محکموں میں سے پانچواں یعنی اقتصادیات عامہ کی مجلس اعلیٰ تمام اشتراکی ریاست میں سب سے اہم ستون ہے۔ اگرچہ اس کا بیان ہمارے سلسلہ کتب میں اُس جزو سے متعلق ہے۔ جو صنعت کے بارے میں ہے لیکن یہاں اس کی ذمہ داریوں کے حلقہ کی وسعت کا بیان کر دینا مناسب ہے۔ اگرچہ ہر ایک کارخانہ جو ملکیت قومی قرار دیا گیا ہے۔ اپنا علیحدہ خود مختارانہ نظام رکھتا ہے جسے ٹرسٹ (امانت) کا عجیب نام دیا جاتا ہے۔ تاہم سب کارخانوں کے کو باہم ربط دینا مجلس اعلیٰ کے ذمے ہے۔ یہ مجلس ہر کارخانے کی مقدار ساخت اور رفتار کا مقرر کرتی ہے۔ جو اس کے پیش نظر ہونی چاہئے آخری منزل پر قیمتوں کا معیار مقرر کرنا بھی اس کے ذمے ہے۔ اُن پیدا کرنے والوں کے مفاد میں جو انجمن ہائے عمال میں تنظیم پا چکے ہیں۔ اور استعمال کرنے والوں کے مفاد میں آخری حق ثالثی بھی اُسی کو حاصل ہے۔ جب زراعتی پیداوار کی قیمت کا معیار صنعتی اشیاء کی قیمت کے معیار سے اوپر یا نیچے خطرناک پرواز کر رہا ہو اور شہر یا دیہات میں ناراضگی کا خطرہ درپیش ہو تو آخری فیصلہ بھی کرتی ہے۔ اسی کے انتظامات پر اس امر کا انحصار

ہوگا کہ روس کس سرعت سے اس قدر فالتو رقم جمع کر سکتا ہے جو اس کے سرمایۂ اصلی یا راس المال کی تجدید و توسیع کے لئے کافی ہو۔

گوس پلین

ایک علیحدہ محکمے کے طور پر کام کرنے والا (گو اعلیٰ مجلس اقتصادیات سے خوب مشورہ کرتے ہوئے) ایک ادارہ ہے جو اپنے ڈائرکٹروں کو اس وہم میں ضرور مبتلا کرتا ہوگا کہ وہ ہر ہفتہ ایسی گرم بازاری سے گزریں گویا وہ تخلیق الٰہی کے سات ایام ہیں۔ اس کا نام گوس پلین ہے۔ اور حقیقت میں یہ تمام صنعتی نظام کا دماغ ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ تمام دستیاب شدہ اعداد و شمار کی بنا پر قوم کی ضروریات کا اندازہ لگائے اور اس کی آئندہ ترقی کی تجاویز مرتب کرے۔ اسے حق ہے کہ کسی صنعت کی توسیع کی تجویز کرے اور کسی کے دائرے کی تحدید کرے۔ یا اعلیٰ پیمانہ کی اس برقی ترقی کے اگلے مرحلے کا خاکہ کھینچے جس میں لینن اپنی زندگی کے آخری ایام میں سب سے زیادہ دلچسپی لیا کرتا تھا۔ یہ ایسی تجاویز بھی کر سکتا ہے۔ جو جنگلات وغیرہ کے بہتر انتظام کے متعلق ہوں۔ تاکہ یونین کی تجارت برآمد میں اضافہ ہو سکے۔ اور ان تجاویز پر عمل درآمد کرنے سے جو منافع حاصل ہو اس کے صرف کرنے اور زراعتی انجن وغیرہ خریدنے کی تدابیر بھی یہی مرتب کر سکتا ہے۔ زراعت سے لے کر صنعت اور کان کنی تک تمام میدان کار سے تعلق رکھنا اس کے لئے ضروری ہے۔ یہاں سرمایہ دارد دنیا کی سب سے دولت مند شرکتوں کے لئے قابل رشک احاطۂ عمل اس تصور کے لئے ہے جو بڑی دلیری سے لیکن زنجیر حقائق میں پابند رہ کر تجویز و تخلیق کرتا ہے کیونکہ روس نے ایک ایسی عجیب

قوم کیلئے تدابیر مرتب کرتی ہیں جن سے کھانا اور سیکھنا بھی ہے پیشتر اس کے کہ آئندہ ترقی کے لئے کوئی قانون رستم بچ جائے۔

ہر سال یہ ادارہ آئندہ برس کے لئے کام سوچنے میں مصروف رہتا ہے۔ اگرچہ یہ سخت مشکلات میں کام کر رہا ہے۔ جنہیں بھی کسی حد تک یہ اُن پیشین گوئیوں کو پورا کر رہا ہے۔ جو اشتراکیوں نے اس بارے میں کی ہیں۔ کہ اگر کوئی قوم صنعت پر اس قدر قابو پالے کہ کل کی کل کے لئے بیک وقت تدابیر سوچے اور اس کے مختلف حصوں کی ترقی کو باہم ربط دے تو اس کو بہت فوائد حاصل ہوں گے۔

بگوس پلین یونین کا ایک ادارہ ہے لیکن اس کے خودمختارانہ کام کرنے والے نمونے جو اس سے مل کر کام کرتے ہیں۔ ہر ملحقہ متحدہ جمہوریت میں پائے جاتے ہیں۔

(ج) آخرکار ہم اُن چھ محکموں کی ایک فہرست دیکھتے ہیں۔ جو یونین کے انتظامی ساز و سامان میں موجود نہیں بلکہ متحدہ یا خودمختار جمہوریتوں میں ہی پائے جاتے ہیں۔ یونین ان محکمہ جات کے کاروبار کے لئے عام اصول وضع کر سکتا ہے لیکن تمام انتظامی ذمہ داری قومی ابتدائی جماعتوں کے سر ہے۔ یہ محکمہ جات

(۱) زراعت (۲) امور داخلہ (۳) انصاف (۴) تعلیم (۵) حفظانِ صحت (۶) اور معاشرتی خوشحالی کے قومی کمیسریٹ ہیں۔

یہ بالکل عیاں ہے کہ ایک ایسے وسیع ملک میں جس کی زمین مناسب و ہوا کئی مختلف درجے رکھتی ہو۔ جس میں شمالی منطقہ بارد کے قریبی علاقوں سے کر کوہستان اور یا پلتی کوہ قاف کے منطقہ حارہ کے نزدیک والے علاقے شامل ہوں۔ زراعت کے ساز و کومت

کا تعلق غیر مرکزی رکھنا ضروری ہے تعلیم بھی قومی جمہوریتوں کے سپرد کر دی گئی ہے۔ کیونکہ قومی ثقافت کا احترام سوویٹ حکمت عملی کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے۔ باقی کے محکمے بھی معمولی پولیس کی (جسے روس میں ملیشیا کہتے ہیں) نگرانی سے لے کر صحت عامہ کے تحفظ اور معاشرتی خوشحالی کی ترقی (یعنی بوڑھوں، جنگی پنشن خواروں وغیرہ کی خبر گیری) تک بلاشک و شبہ مقامی دلچسپی کے معاملات سے متعلق ہیں۔

روسیوں کا ایک دعویٰ اور اس کا جواب

ایک قدرے پیچیدہ نظام انتظامیہ کے تذکرے کو مجھے ڈر ہے کہ لازمی طور پر قدرے خشک اور غیر دلچسپ رہا ہے۔ ختم کرنے سے پہلے اس کی بعض عام خصوصیات پر زیادہ توجہ دلانا ضروری ہے۔ روسی اس بات کے دعویدار ہیں کہ ایک نیا انتظام ہونے کی حیثیت سے ان کا نظام ہر دوسرے نظام کی نسبت حکمرانوں کو عوام الناس سے زیادہ قریب اور ہمیشہ باتعلق رکھتا ہے۔ نظام کے بنیادی اداروں کے متعلق تو میرے خیال میں یہ درست ہے۔ شہروں کی سوویٹ یا جماعتوں میں کارخانہ کی نبض حیات متحرک نظر آتی ہے۔ دیہاتی سوویٹ جماعتیں ہمیشہ عام دہقان سے باتعلق ہوتی ہیں۔ لیکن اس منزل سے اوپر حکومت کے مقامات ستون ایک عقدہ لاینحل سے دو چار ہیں۔ ایک ایسے عظیم ملک میں جو ابھی تک بالکل دقیانوسی ذرائع آمدورفت کی لعنت کو دور نہیں کر سکا منتخب شدہ جماعتوں کو بیک وقت زیادہ دنوں تک مصروف اجلاس نہیں رکھا جا سکتا اور نہ ہی ان کے اجلاس کثرت سے بلائے جا سکتے ہیں۔ اعلیٰ سوویٹ جماعتیں حقیقی معنوں میں سوویٹ جماعتیں

نہیں۔ وہ سوویٹ جماعتوں کی کانگرسیں ہیں۔ یا اجلاس عام ہیں۔ اُن کا سب سے بڑا کام یہ ہے۔ کہ وہ دور افتادہ اضلاع کو مرکز سے وابستہ رکھتی ہیں۔ اُن کے ارکان بڑے غور سے رپوٹوں کو سنتے ہیں۔ اور اچھے اچھے تاثرات لے کر اپنے اپنے علاقوں کو منتشر ہو جاتے ہیں۔ کچھ مفید مشورہ ہو گیا۔ لیکن اس سے زیادہ کا دعوی اُن کی کارروائی کے لئے نہیں کیا جا سکتا۔ سوویٹ کانگرسوں کے یہ اجلاس امور انتظامیہ کی کافی مسلسل جانچ نہ کرتے ہیں۔ اور نہ کر سکتے ہیں۔

یہ کہنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سوویٹ جماعتوں کے اندر یا باہر کسی منظم فریق مخالف کا نہ ہونا اس نقص کو اور بھی زیادہ کرتا ہے۔ انتظام کا حقیقی کام اور جانچ اور تنقید اور نگہداشت کا کام بھی مجالس منتظمہ کے حصے آتا ہے۔ اگر وہ حقیقتاً عامتہ الناس سے وابستہ رہتی ہیں۔ تو یہ انتظام کی خوبی کے باعث نہیں جتنا اس وجہ سے ہے کہ اُن کے ارکان خود منتخب شدہ اور عامتہ الناس کے آدمی ہوتے ہیں۔ اور کہ اُن کی کثرت انتہائی اشتراکی فریق کے ارکان کی ہوتی ہے۔ اور اُس فریق نے محنت کشوں کی اجتماعی ذہنیت کے مطالعہ کو فن لطیف کی حد تک ترقی دے دی ہے۔ ان مجالس منتظمہ کے بارے میں سب سے نمایاں اور دلچسپ امر یہ نہیں کہ وہ ایک ٹیڑھے اور بالواسطہ طریقے سے منتخب ہوتی ہیں۔ بلکہ یہ کہ وہ آدمی جنہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ہاتھ سے کام کرنے والے مزدوروں کی طرح بسر کیا ہے۔ شدید مطالعہ اور مسلسل توجہ کے ذریعے ایک تدریجی پیچیدہ انتظامیہ مشین کو چلانے کی صورت پیدا کر ہی لیتے ہیں۔

سوویٹ نظام کے متعلق ایک اعتراض اور اُس کا جواب

آخر میں بہتر ہوگا کہ اُن دو سوالوں کا جواب دیا جائے جو اصولی بحث کرتے وقت اس نظام کے بارے میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ دلائل بیان کرنا قدرتی امر ہے کہ پیشہ دارانہ نیابت کا سلسلہ فرقہ وارانہ مفاد پر زور دے گا۔ اور بہبودی عام کے نقطہ نگاہ کو تاریک کر دیگا۔ اگر لوگ بافندوں اور لوہاروں کی حیثیت سے رائے دینگے تو کیا وہ اپنے پیشے یا فن کے مخصوص مفاد کا زیادہ تر خیال نہ رکھیں گے۔ کیا یہ اغلب نہیں کہ اگر تمام پیشوں یا حرفوں کے مرد اور عورتیں ایک رقبہ خاص میں ہونے کے باعث جمع ہوں اور اکٹھے رائے دیں۔ تو بہبودی عام کا وسیع تر نقطہ نگاہ نمایاں ہو جائے گا۔ بادی النظر میں یہ دلیل وزنی معلوم ہوتی ہے۔ میں یہی جواب دے سکتا ہوں۔ کہ میں نے روس میں کبھی اس تنگ خیال فرقہ وارانہ نقطہ نگاہ کا نام و نشان نہیں پایا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے دو سبب ہوں۔ ایک تو یہ کہ ہر ایک حرفہ اپنے مخصوص مفاد کی حفاظت کے لئے اپنی انجمن عمال پر نظر رکھتا ہے جو سوویٹ ریاست میں ایک مسلمہ طاقت ہے۔ دوسرے یہ کہ انتخاب کے ماحول کی درستگی اور مسائل زیر بحث کا انتخاب حقیقتاً انتہائی اشتراکی فریق کے ہاتھ میں ہے۔ جس پر گو اور کوئی بھی الزام کیوں نہ لگایا جا سکے کم از کم اس تنگ خیالانہ نقطہ نظر کا الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اُس کا ناقابل معافی گناہ تو روس کے اکثر مخالفین کے نزدیک یہ ہے کہ وہ تمام دنیا کو اپنی ایک ذیل تصور کرنے کی غلطی پر مصر ہے۔

دوسرا اعتراض اور اس کا جواب

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا بالواسطہ طریق انتخاب راستے دہندوں کو قومی حکمت عملی کے اہم مسائل پر بحث کرنے اور فیصلہ دینے سے باز نہیں رکھتا۔ ایک حد تک یہ درست ہے۔ نئی حکمت عملی کا فیصلہ انتخاب پر نہیں کیا جاتا۔ نہ ہی سوویٹ کانگرسوں کے اجلاس میں بلکہ انتہائی اشتمالی فریق کی کونسلوں کے اندر۔ دوسری طرف جیسا کہ ہم قبل ازیں دیکھ چکے ہیں۔ دیہات کی مجالس انتخاب میں بھی بین الاقوامی مسائل زیر بحث آتے ہیں لیکن سب سے زیادہ یاد رکھنے کے قابل یہ امر ہے کہ موجودہ روس کے مسائل زیادہ تر مسائل انتظامیہ ہیں۔ عام الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ نظام کے تمام اعضاء۔ یونین کی مجلس وزراء سے لے کر شہر کی سوویٹ کی مجلس منتظمہ تک ایک ہی جیسے مسائل سے دست و گریباں ہیں۔ خواہ انسان کریملن میں بیٹھا تمام یونین کی سب سے مقدس جماعت سی۔ آئی۔ کے یعنی مجلس منتظمہ مرکزیہ کا اجلاس دیکھ رہا ہو یا لینڈ بیسر میں ایک گول میز پر ضلع کی مجالس منتظمہ کے ارکان کی کارروائی سن رہا ہو۔ اسے ایک ہی جیسے مسائل زیر بحث نظر آئینگے۔ جن سے پہلے ہم قیمتوں میں ۱۰ فیصدی کی کمی کیونکر کر سکیں گے؟ ہم اپنے تکلوں۔ کارخانوں اور کام پر لگے ہوئے مزدوروں کی تعداد میں کیا ترقی ثابت کر سکتے ہیں ہم ناخواندگی کے بقیۃ السیف پر آخری حملہ کب اور کیسے کر سکیں گے؟ یا ہم اپنے مدرسوں میں خواہ وہ دور دراز دیہات میں ہی کیوں نہ ہوں۔ ہر بچے کے لئے کتب جگہ مہیا کر سکیں گے؟ کیا یہ خوش قسمتی یا خوش انتظامی کے باعث ہے کہ اس سال تپ محرقہ کے بیماروں کی تعداد نصف رہ گئی ہے۔ اور

آخر کار یہ کہ ہم کتنی جلدی پتنا گھاس کا بیج مہیا کر سکیں گے۔ تاکہ دہقان جو ہماری نشر و اشاعت کے باعث ہی اس کے لئے چلا رہے ہیں کہیں مایوس نہ ہو جائیں۔

سوویٹ سیاسیات کے یہ مسائل ہیں۔ کم از کم ان کے ساتھ دلچسپی رکھنے کی ہر رائے دہندہ کو ترغیب دلائی جاتی ہے۔ ان کے ساتھ روسی لوگوں کی اس بڑی تعداد کو جو پہلی مرتبہ روس کی ہمیشہ ہر سال تبدیل ہونے والی سوویٹ جماعتوں سے گزرتے ہیں۔ واقفیت پیدا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ تعلیم کا عمل مسلسل ہے اور غیر مختتم ہے۔ کیونکہ کم از کم ایک لحاظ سے بہ استثنا کی ان ڈکٹیٹروں (حکام مطلق) میں بے مثل ہیں جنہیں صفحہ ہائے تاریخ نے دیکھا ہے ان میں یہ جذبہ و جوش ہے کہ جن پر یہ حکمران ہیں۔ انہیں تعلیم دیں ؂

چھٹا باب

سوویٹ جماعتیں برسرِ کار

مرکزی مجلس منتظمہ کا ایک اجلاس

کریملن کے دروازوں سے جن پر پہرہ لگا ہوا ہے سندوبین اور مشتاق رنگ تمام یونین کی نمائندہ مرکزی مجلس منتظمہ (سی۔ آئی سی) کا مباحثہ سننے کے لئے داخل ہو رہے ہیں۔ انسان ان کی مختلف قومیتوں کا اندازہ لگا لیتا ہے جب وہ برف پر سے گزرتے ہیں اور سورج کی چندھیا دینے والی روشنی سینٹ باسل کے گرجے کے رنگ ہائے دلپذیر کو مست خرام ناز کر دیتی ہے۔ وہ ہال (بڑا کمرہ) جس میں چار صد کا مجمع جمع ہوتا ہے۔ ایک غیر خوش آئند سا مقام ہے۔ جو زار کے زمانے میں عدالت اعلیٰ کی نشست گاہ تھا مشتاق لوگوں میں زیادہ تر وہ مستعد نوجوان مرد اور عورتیں ہیں۔ جو اس نظام کا مطالعہ کرنے آئی ہیں جس کے ماتحت وہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ایک وسیع اور گاہکوں سے بھری ہوئی دوکان جہاں انتہائی اشتراکی فریق کی کتابیں فروخت ہوتی ہیں۔ ان کی سنجیدگی مذاق کی شاہد ہے۔ آلہ جہیر الصوت کا استعمال تقریر کی کشش کو زائل کر دیتا ہے۔ لیکن ایک فقرہ میرے

دل پر اثر کرتا ہے اور ایک دور دراز منظر کا نقشہ میری آنکھوں میں پھر جاتا ہے ۔

سفید روس کی دلدلوں کا حال

فصیح سفر سفید روس کی دلدلوں کا ذکر کر رہا ہے۔ میں نے ۱۹۱۹ء اور پھر ۱۹۲۳ء میں ان دلدلوں کو دیکھا تھا۔ پہلے تو پولینڈ کی جانب سے اور پھر سرحد کی روسی جانب سے جو ابھی تک خون اور آتش کا مرقع تھی۔ دلدلیں ایک لا انتہا جھیل کی طرح اپنی جھلک دکھاتی ہیں۔ انہیں انہی باندوں (اونچے راستوں) سے عبور کیا جا سکتا ہے جنہیں تجربہ کار شکاری ہی جانتے ہیں۔ جھیلوں کے پار کئی میلوں تک پانی نیچے زمین میں جذب ہو جاتا ہے۔

میں نے ان جھیلوں کی سرحد پر ایک شہر کو دیکھا تھا۔ جو بلا مبالغہ بھوکا مر رہا تھا۔ جب اس کے بازاروں سے گزریں۔ تو خوش قسمتی تھی۔ اگر کوئی غش کھا کر گرا ہوا شخص دکھائی نہ دے جرمنوں[۱] اور روسیوں نے معرکہ حرب میں آگے پیچھے جاتے ہوئے اس علاقہ کو برباد کر دیا تھا۔ اور پھر نئی امیدوں اور نئے وقتوں میں جنم لے کر پولینڈ کی اور بالشویکی فوجوں نے پرانی دنیا کے پرانے طریقوں کو دہرایا تھا۔ مجھے ایک یہودی گاؤں کا خیال آیا۔ جہاں پولینڈ کے ایک دستہ فوج کے باقی ماندہ لوگ اپنے گاؤں کے خاکستر میں بیٹھے ہوئے زانو اور نیو یارک کی باتیں کر رہے تھے۔ مجھے وہ عریض خطہ ہائے اراضی بھی یاد آگئے۔ جن پر صنوبر کے چھوٹے چھوٹے درخت مضبوطی سے بڑھ رہے تھے۔ جب کہ ان کی پچھلی طرف سے

---

(۱) جرمنوں نے سچ تو یہ ہے۔ کہ اسے بہت کم نقصان پہنچایا تھا۔ اور کہیں کہیں وحشت بھی کی تھی۔

گھنا جنگل انہیں ہوا کے مخالف اثر سے بچا رہا تھا۔ تو گویا جنگل ہی جنگ عالمگیر میں فاتح رہا تھا۔ اُس نے اُن کھیتوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا تھا جنہیں انسان نے اُس زمانے میں جسے پتھر کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ اور جب پہلے پہل انسان نے تاریکی اور سلک درسلک شاخوں کے قلعوں کو مسخر کرنا شروع کیا تھا۔ زیر کاشت لانے کی کوشش کی تھی شکست خوردہ انسان کہاں گیا جب کوئی شخص کسی ریلوے سٹیشن کے باہر ایک بھدی سی صلیب آویزاں دیکھتا تھا۔ جس پر "پناہ گزینوں کا مقبرہ" کے الفاظ تحریر ہوتے تھے۔ تو وہ سوال کا جواب سمجھ لیتا تھا گرانڈ ڈیوک نکولس نے اپنی پسپائی کے وقت دہقانوں کو اپنے آگے آگے دھکیل لیا تھا۔ جوں جوں تپ محرقہ نے اس کی ریل گاڑیوں کا بوجھ ہلکا کیا۔ اُن کا فالتو بار ان بے نام قبروں میں دھڑام سے گرا دیا گیا۔

میں نے اس دلدلی علاقے کا ایک اور گاؤں بھی دیکھا تھا۔ جہاں سے پسپا ہونے والے پولینڈ کے لشکر ہر گھوڑے اور گائے کو لے گئے تھے۔ دہقان بے لطف اور مصیبت زدہ بیٹھے تھے۔ اور جب میں اُن کو یاد دلاتا تھا۔ کہ زمین اُن کی ہے تو وہ زہر خندہ سے کام لیتے تھے فصلیں بیج کر بکھیر رہی تھیں۔ اور کوئی مصروف در دنہ تھا۔ وہ بیج کو کیا کرتے جب ہل ہی نہ چلا سکتے تھے جب تمام مہذب دنیا کئی برس ان ناداروں پر جھگڑا کر رہی تھی۔ جو فرانس کے تباہ شدہ کھیتوں کو اصلی حالت پہ لے آئیں تو میں کئی دفعہ متعجب ہوا کرتا تھا۔ کہ سفید روس کی اُن تباہ شدہ دلدلی زمینوں کا کیا بنا ہوگا جنہیں ورسیلز میں کوئی بھی یاد نہیں کرتا۔

دلدلی علاقہ میں ترقیات

اب دلدلوں سے پانی نکالا جا رہا ہے۔ فصیح منفر سفید روس کی متحدہ جمہوریت کا وزیر (دکمیسر) مالیات تھا۔ ۱۹۲۵ء اپنے بجٹ کی تصریح کر رہا تھا۔ زمانہ جنگ کی مخصوص آفت خیزیاں ختم ہو چکیں۔ اور سفید روس اب اپنے قدیمی افلاس کے مسئلہ سے دست و گریباں ہے کیونکہ یہ ملک زار کے زمانے میں پسماندہ مصیبت زدہ اور فراموش کردہ تھا۔ پولش نسل کے مالکان اراضی ختم ہو چکے ہیں اور زمین ختم ہو گئی ہے لیکن جھیلوں اور دلدلوں کے درمیان کی خشک زمین میں چھ نفوس کے ہر دہقان گھرانے کے لئے فقط ۳۳ ایکڑ رقبہ کی گنجائش ہے۔ زمین بنجر زرخیز ہے اور طریق کاشت باقی روس سے کچھ بہتر نہیں۔ اس قدر زمین پر دہقان گزارہ نہیں کر سکتے پرانے زمانے میں وہ سفید روس سے باہر آ کر اسی طرح زیادہ امیر آدمیوں کی فصل کاٹتے تھے جس طرح کوئی بار اکے دہقان انگلستان کے اضلاع پھیل جاتے ہیں۔ منفر کہتا تھا کہ سوائے زیادہ فصلیں کاشت کرنے کے ان کی حالت بہتر بنانے کی ایک ہی صورت ہے۔ کہ دلدلوں سے پانی خارج کر دیا جائے۔ انہوں نے سفید روس کا ۴۵ فی صدی رقبہ گھیرا ہوا ہے۔ کھانوں کی اوسط میں اور ۹ ایکڑ کا اضافہ ہو جانا مشکل نہیں۔ پھر دہقان گذارہ کر سکیں گے۔ لیکن ایک ایسے ملک کے لئے جہاں نہ سرمایہ ہو نہ ساکھ اراضی کی درستی کوئی جلدی ہونے والا کام نہیں۔ ۹۰ ہزار ایکڑ سے ابھی تک پانی نکالا جا چکا ہے اور یہ دس ہزار گھرانوں کی خوشحالی کے لئے کافی ہے۔ لیکن ان کے پروگرام کی تکمیل کے لئے ابھی پندرہ برس درکار ہیں۔

کارخانوں کا قیام

فقط یہی کچھ نہیں جو اس مصیبت کش علاقے نے اپنی حالت درست کرنے کے لئے کیا ہے اس کی سرکاری آمدنی جو ۱۹۲۳-۲۴ء میں ۲۲ ملین روبل تھی اس سال ۱۷ ملین ہو گئی ہے اس نے پچھلے سال کفایت شعاری سے کام لے کر ۱۲ لاکھ پچاس ہزار روبل بچائے تاکہ نئے کارخانے بنائے جا سکیں۔ اس سال اسی غرض کے لئے ۹ ملین خرچ کیا جائے گا۔ برقی ترقی میں اس کا خرچ ۱۹۲۴-۲۵ء کے میزانیہ کے دو فی صدی سے اس سال ۱۰ فی صدی تک پہنچ گیا ہے۔ اس دلدلی زمین کی ایک عنایت بھی ہے۔ اس میں نباتات کی کمی نہیں۔ اور یہ اس عظیم الشان نئے برقی کارخانہ کے لئے جو سترہ ملیون کے خرچ پر بنایا جا رہا ہے۔ ایندھن کا کام دیگی۔

تخفیف اخراجات اور تعلیم زبان وغیرہ

اور بہت کچھ ہے جس کے لئے وہ اپنے آپ کو مبارک باد دے سکتے ہیں۔ وہ یہ سیکھ رہے ہیں کہ انتظام کا خرچ کیسے گھٹایا جا سکتا ہے۔ اور اس بالائی خرچ کو وہ اپنے میزانیہ کے ۴۱ فی صدی سے ۱۹ فی صدی تک تخفیف کر چکے ہیں۔ وہ اپنے عہدہ داروں اور محرروں کو جبری تعلیم کے ذریعے شکار خواندہ ہوتی ہوئی سفید روسی زبان کا استعمال سکھا رہے ہیں۔ انقلاب سے پہلے اس زبان میں مشکل سے ایک طبع شدہ کتاب ہوگی۔ اب اس میں بے شمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں کل ۴۴ فی صدی بچوں کے لئے

مدرسوں میں جگہ بھی اسی تناسب فی صدی کے لئے ہے اور ۱۹۳۴ء تک یہ مہم سر ہو جائے گی۔ زاروں نے اس ملک کو یونیورسٹی کا سرچشمہ بھی عطا نہ کیا تھا۔ اب ان لوگوں نے ایک زراعتی اور ایک جانوروں کے معالج کا کالج قائم کر لیا ہے۔ اس سال وہ اپنی یونیورسٹی قائم کر لینگے۔ اب ان کی دوسری کاری تماشا گاہیں ہیں۔ وہ صیہونی مسئلہ کو جو زمانہ زار کا ترکہ ہے حل کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہودیوں کو تعلیم زراعت دینے کے لئے مدرسے جاری کئے اور اب وہ ان کو زمین تک لے جا رہے ہیں۔ اور اُن کو نئے کارخانوں میں بطور شاگرد کے کام بھی سکھایا جا رہا ہے۔ اگلے زمانے میں ان کا ایک ہی کام تھا کہ وہ معمولی تجارت کریں۔

نمائندوں کی تنقیدی تقریریں۔

اس کے بعد تنقید کرنے والے اٹھے۔ روس عظمیٰ کے ایک نمائندے لارین نامی نے کہا سفید روس والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی اقوام کا کام پہلے سے زیادہ سرعت کے ساتھ کریں۔ تاکہ وہ اُن کے بدقسمت ہم قوموں کے لئے جو سرحد کے پار دو پولینڈ کی غلامی میں ہیں چراغ ہدایت کا کام دے۔ ایک یوکرینی نمائندے نے یہودیوں کے لئے یہودی سکول جاری کرنے کی حکمت عملی کی مذمت کی اور کہا کہ خود ان میں سے اکثر اس کو پسند نہیں کرتے۔ ایک اور یوکرینی دیڑودسکی۔ صدر جمہوریہ یوکرینیہ) نے باہمی تقابل میں قدرے سختی سے کام لیا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس امر کو بھول گیا۔ کہ اس کے علاقے میں سیاہ مٹی ہے درآنحالیکہ سفید روس میں دلدلیں ہیں۔ اُس نے کہا کہ سفید روس تعلیم پہ کافی خرچ نہیں

کر رہا۔ اور نہ ہی اپنے راس المال کی توسیع پر۔ موخر الذکر مقصد کے لئے یوکرین نے اپنے دو لاکھ ملیوں کے بجٹ سے ساٹھ ملیون روبل خرچ کئے ہیں +

سفید روس کے نمائندوں کا جواب

سفید روس کی طرف سے جواب دیتے ہوئے شردبا کاف وزیر اور ایڈ میو ویش صدر نے اپنے ملک کے افلاس کی یاد دلائی۔ اور کہا کہ جب فروری کا مہینہ آتا ہے۔ تو دہقانوں کے ہر تین گھرانوں میں سے ایک اپنا سارا غلہ کھا چکتا ہے۔ اور آئندہ فصل تک اُس کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہوتا۔ اُن میں سے بہت کم لوگ بوٹ پہن سکتے ہیں۔ سوائے خوشی کے ایام کے۔ ان کی شہری آبادی کے ۴۵۰۰۰۰ ۴ افراد میں سے ۳۵۰۰۰ بیکار ہیں۔ اور اگر اُن دہقانوں کو شامل کر لیا جائے جن کو کام کی ضرورت ہے لیکن اُس کے مہیا ہونے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی تو یہ کہنا ہرگز مبالغہ آمیز نہیں کہ آبادی کا تیسرا حصہ بیکار ہے۔

اُنھوں نے یقیناً کافی ترقی کی ہے۔ اُنھوں نے جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے بعد پیداوار کو ۱۹۱۳ء کے معیار تک پہنچا دیا ہے۔ زمانہ قبل از جنگ میں کوئی معاشرتی محکمہ نہ تھا۔ نام کو بھی ایک انجمن امداد باہمی نہ تھی۔ انتہائی اشتراکی فریق نے تمام نقشہ بدل دیا ہے۔ اور عوام الناس کو معاشرتی زندگی اور خدمت کا سبق دے دیا ہے فصلوں کی زیادہ اور بہتر کاشت اور دلدلوں سے پانی کے اخراج میں ہی امید باقی ہے۔ جو ایک دوسرا انقلاب ہوگا۔

مجھے یہ بحث ناکافی معلوم ہوتی تھی۔ میں اُن طحقانی دلدلوں کی چمک کو دیکھ رہا تھا۔

جب وہ افق سرما میں پھیلتی چلی جاتی تھیں۔ بہرے ٹھٹھرتے جلے ہوئے گاؤں کی بدبو کو یاد کر رہے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ میں بھی تقریر کر سکتا ۔

فوجداری عدالتوں کی کارروائی

پہلا مقدمہ

موسم گرما کی پہلی علامت اس دن ظہور پذیر ہوئی جو میں نے فوجداری عدالتوں کے ملاحظے کے لئے مخصوص کیا تھا۔ میں بہت برخاستہ خاطر ہو کر کمرہ میں داخل ہوا۔ کیونکہ مجھے شبہ ہے کہ آیا سوسائٹی کے ساتھ مجرموں کے تعلق کے مسئلے کا کوئی تسلی بخش حل ہو سکتا ہے۔ گو بعض طریقے دوسروں کی نسبت کم تکلیف دہ اور کم خلاف انسانیت ہوں۔ پہلی چیز جو مجھے عجیب نظر آئی۔ وہ سوویٹ کی عدالتی کارروائی میں پرپیچ ضابطوں کی عدم موجودگی تھی۔ نہ کوئی نمائش تھی اور نہ قانون کے شان و شکوہ اور زاہدانہ عظمت سے ملزم کو خوفزدہ کرنے کا خیال معلوم ہوتا تھا۔ دیوار پر حسب معمول لینن کی بھولی بھالی تصویر لٹک رہی تھی۔ ججوں کی میز پر سرخ کپڑا بچھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ سرکاری ماحول کی خبر دینے والی کوئی علامت نہ تھی۔ تین ججوں میں سے کسی نے قبا یا بناوٹی کلاہ یا سنہری زنجیریں نہ پہنی ہوئی تھیں۔ اور ان میں سے ایک عورت تھی۔ اس بات نے فطرتاً مجھے اطمینان دلایا۔ خیال پیدا ہوتا ہے۔ (گو یہ خیال موہوم ہی ہو) کہ بنی نوع انسانی کے ساتھ سلوک کرنے میں عورتیں اتنی جلدی بے حس مشینیں نہیں بن جاتیں۔ ملزم عدالت کے روبرو کھڑا تھا۔ نہ اس کا کوئی پہرہ دار تھا۔ اور نہ اُسے ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا تھا۔ وہ صریحاً ذہین طبع نظر آتا تھا۔

اور اس کا خطرہ خیال ایسا تھا۔ کہ وہ ہر عورت کو اُس سے پرہیز کرنے پر آمادہ کرتا مستغیث عورت موجود نہ تھی لیکن اُس نے جلد بازی سے کام لیا تھا۔ اور چونکہ ملزم کو عین شادی سے پہلے اس کی بے وفائی کا شبہ ہو گیا۔ اُس نے اُس کو چھری گھونپ دی اور بمشکل اس کی جان بچی۔ واقعات بالکل عیاں تھے۔ فقط یہی بات مشکوک تھی۔ کہ آیا اُس نے جوش میں ایسا کیا ہے۔ یا دیدہ و دانستہ ٹھنڈے دل سے۔ بڑا جج جو تھا بلحاظ ایک جوان آدمی تھا۔ اور خوش آئند اور زیرکانہ چہرہ رکھتا تھا۔ خاموشانہ۔ عاطفت آمیز اور رازدارانہ لہجے میں مخل ہوا۔ اور ملزم سے اس طرح گفتگو کرنے لگ گیا۔ جیسے ایک شخص دوسرے سے باتیں کرتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا وہ بھول گیا ہے کہ عام لوگ بھی سُن رہے ہیں۔ ایسا نظر آتا تھا۔ کہ وہ ملزم کو خوب اطمینان دلا رہا ہے۔ اس نے اُن سے سوالات نرمی سے لیکن ہوشیاری سے دریافت کئے۔ اور پانچ منٹ کے اندر اندر ملزم نے صاف صاف بیان کر دیا۔ کہ ابتدائی سخت کلامی کے بعد وہ اپنے گھر گیا۔ اور چھری لایا۔ جج فیصلہ سوچنے کے لئے دوسرے کمرے میں چلے گئے ۔

دُوسرا مقدمہ

دوسرا مقدمہ اس قدر جدت آفریں نہ تھا۔ تین آدمی جو سرکاری ریل گاڑیوں کا روپیہ وصول کیا کرتے تھے۔ اُن پر یہ الزام تھا کہ ایک طویل عرصے میں انہوں نے ایک رقم کثیر کی خیانت کی ہے۔ اور حساب رکھنے میں اشتباہ انگیز غفلت سے بھی کام لیا گیا ہے۔ یہ ایک پیچیدہ مقدمہ تھا اور پیشہ وروں کو بلایا گیا تھا۔ ماہر تھے جو ریل کے بے طریقہ حساب کے متعلق رائے دینے کو بلائے گئے تھے۔ استغاثے اور صفائی

کی طرف سے دو وکیل تھے۔ اور ایک نمبر ار ریلوے کی طرف سے بھی تھا۔ بڑی مالیت کی رقوم کا سوال تھا۔ اور رقوم ہمیشہ پیشہ وران ہنر مند کو کرایہ پر سے سکتی ہیں۔ ان میں اور دوسری عدالتوں کے پیشہ وروں میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔

عدالتوں کے قیام کے متعلق اصول کار

سوویٹ جماعتیں تمام نظام عدالت میں انقلاب پیدا کرنے کے مقصد رفیعہ سے چلیں۔ وہ موجودہ نظام کو سرمایہ دار جماعت کا پشت و پناہ سمجھتی تھیں۔ اور انہوں نے تجویز کیا کہ اُن کی عدالتیں بھی جماعتی جنگ کا بازو بنے کا رہوں۔ اُن کا پہلا خیال یہ تھا۔ کہ پیشہ وروں کو بالکل جواب دے دیا جائے۔ کیونکہ اوسط درجے کا مزدور اپنے اشتراکی ضمیر کا استعمال کرتے ہوئے اور ہر مقدمہ میں سوسائٹی اور اخلاق کے متعلق اپنے مخصوص انقلابی خیالات کو بر سرِ کار لاتے ہوئے اپنے ہمسروں کے بارے میں جب حالات نے ان کو گمراہ کر دیا ہو۔ فیصلہ دینے کا اہل سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے پرانے پیشہ ور ججوں کا فرقہ نیست و نابود ہو گیا۔ علاوہ ازیں وہ پرانے نظاموں کے اِس دعوے کو بھی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کہ سیاسیات کے لئے عدالت میں جگہ نہیں۔ ہر مقدمے میں اخلاق۔ جائداد۔ سزا اور تعلقات انسانی کے متعلق سوسائٹی کا اپنا نقطہ نظر ہوتا ہے۔ اور اس سے ہی وہ مقدمہ میں کام لیتی ہے۔ اشتراکی ریاست کا بھی ان باتوں کے متعلق اپنا نقطہ نگاہ ہے اِس لئے اس کے ججوں کو بھی بحیثیت اشتراکی ہونے کے فیصلہ کرنا چاہئے۔ مزید برآں عدالت میں جس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ وہ محض سوسائٹی نہیں ہے بلکہ انقلا

اس سلئے سوویٹ جماعتوں نے فیصلہ کیا کہ ججوں کے تقرریں میں علی الاعلان سیاسیات کو دخل ہو۔ اعلیٰ جج کا تقرر ضلع کی انتظامیہ مجلس ایک سال کے سلئے کرتی ہے۔ اگرچہ اُس کو دوبارہ نامزد یا کسی دوسرے ضلع میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ دو اسیسر مقامی سوویٹ کی فہرستوں سے باری باری چنے جاتے ہیں۔ اور ایک وقت میں ایک ہفتہ تک کام کرتے ہیں۔ اُن کو جیوری کے قائمقام خیال کیا جا سکتا ہے لیکن اُن کے خیالات وسیع ہیں۔ کیونکہ تعیّن سزا کے سلئے وہ مشترکاً ذمہ دار ہیں۔

ججوں کا مزدور ہونا لازمی ہے

سوویٹ کا بنیادی اصول انصاف یہ ہے کہ تینوں جج مزدور ہوں۔ اس طرح اُس نے سرمایہ دار ریاستوں کے طریق عمل کو بالکل اُلٹ دیا ہے۔ لیکن تجربہ نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ انصاف ایک اشتراکی ریاست میں بھی دماغی محنت کا محتاج ہے۔ اور محض فطرتی عقل و دانش اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ جج اپنے فرائض سنبھالنے سے پہلے کچھ عرصہ جلدی جلدی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اور عارضی اسیسر بھی رات کے مدرسوں میں تعلیم حاصل کر کے اپنے کام کے سلئے تیار ہوتے ہیں۔ اعلیٰ عدالت ہائے مرافعہ میں بقول سنجارن کے ججوں میں اعلیٰ درجہ کی سیاسی اور اصطلاحی قابلیت ہونی چاہیئے۔ انقلابی عدالتوں میں جو آج کل کی پرامن فضا میں خانہ جنگی اور سازش کے اوائل ایام سے بہت کم اہمیت رکھتی ہیں۔ تمام ججوں کو مجلس منتظمہ مقرر کرتی ہے۔

وکیلوں کی موجودگی اور ہر ملزم کی طرف سے بلا معاوضہ پیروی

لیکن قانونی پیشہ تمام باتوں کے باوجود زندہ رہا ہے۔ وکیلوں کی ایک انجمن موجود ہے جس میں پرانے دور کے بلیڈر بھی شامل ہیں۔ اور یہ وکیل صفائی مقرر کرتی ہے جس کی خدمات ہر ایک قیدی بغیر معاوضہ کے حاصل کرتا ہے۔ مگر صاحب حیثیت ملزم اپنا وکیل بھی مقرر کر سکتا ہے۔ یونیورسٹیوں کے شعبہ علوم معاشرت میں قانونی حصہ بھی ہے جس کا نصاب تعلیم چار سال کا ہے۔ سوویٹ کا ایک مفصل مجموعہ ضابطہ انصاف تیار ہو چکا ہے فطرت ہی دنیا میں ایک ایسی چیز نہیں ہے کہ جو "ضرور واپس آجائے گی۔ خواہ تم نے بزد انشمشیر بھی اس کو کیوں نہ نکالا ہو"

سزائیں اور مجرموں سے سلوک

قیدیوں کے اہل و عیال کا خرچ

تاہم انقلابی جذبہ بہت حد تک موجود ہے۔ پرانے وقتوں کی بہ نسبت ضابطہ زیادہ انسانیت پرور۔ زیادہ چست رفتار۔ اور کم سرمایہ طلب ہے مرافع اپیلیں مقابلۃً بہت کم ہوتی ہیں۔ تعزیری انصاف کا پرانا نقطہ نگاہ زائل ہو چکا ہے۔ عدالتیں اس اصول پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتی ہیں۔ کہ اگر جرم ایسا ہے۔ جس کا مجرم سے دوبارہ سرزد ہونا اغلب نہیں تو سزا کی بجائے علانیہ مذمت پہ اکتفا کی جائے۔ عادی مجرموں کے لئے جنہیں زیر حراست اور علیحدہ رکھنا ضروری ہے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ قید خانوں

کو اخلاقی و تعلیمی کے ادارے بنایا جائے۔ اُسے کوئی نہ کوئی کام سکھایا جاتا ہے۔ یا وہ اپنا ہی پیشہ ورانہ کام کرتا ہے۔ اور انجمن عمال کی مقرر کردہ مزدوری میں سے اُس کے اہل و عیال کو خرچ دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ اُس کی رہائی پر اُس کے حوالے کر دیا جاتا ہے بعض جیل خانوں میں ایک حکومت خود اختیاری کا نظام قائم ..... کیا گیا ہے اور کہا جاتا ہے۔ کہ وہ کامیاب رہا ہے +

Third M. Bashir Ahmad Khan M. Bashir Ahmad

تیسرا مقدمہ
دلچسپ جرم
جسمانی توہین کی مخالفت

تیسرا مقدمہ جو میں نے سنا قید خانے کے نظام سے تعلق رکھتا ہے۔ ملزم ایک استاد تھا جسے قیدیوں کو کام سکھانے کے لئے رکھا گیا تھا۔ اُس نے ایک سے زیادہ مرتبہ مارا اور ڈرایا دھمکایا تھا۔ اُس کے جرم کو سنگین تصور کیا جاتا تھا۔ یہ بات تو بذاتِ خود دلچسپ تھی لیکن جج کا طریقہ بھی کم دلچسپ نہ تھا۔ وہ اس تمام شہادت سے جو اُس کے روبرو تھی۔ (اور جس میں وہ اپنے سوالوں سے اضافہ کر رہا تھا) اس کوشش میں تھا۔ کہ ملزم کے چال چلن اور عادات و اطوار کا اندازہ لگائے۔ یہ بات عیاں تھی کہ وہ شراب پیتا تھا اور جب نشے میں ہوتا تھا تو وحشیانہ سلوک کرتا تھا۔ یہ طریقہ انگریزی روایات سے متضاد ہے۔ ہمارے جج جرم کو ایک علیحدہ مختص واقعہ تصور کرتے ہیں۔ یہ سوویٹ جج

ملازم کی تمام زندگی کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں یہ بھی کہہ دوں کہ روسی ہمیشہ تعجب کرتے ہیں۔ کہ ہم انگریز جسمانی توہین سے غیر متاثر کیوں رہتے ہیں۔ لاربن نے مرکزی مجالس منتظمہ میں چینی حکمتِ عملی پر تقریر کرتے ہوئے اس بات کا ذکر کیا کہ انگریزی سرکاری مدرسوں میں ابھی تک سزائے بید دی جاتی ہے۔ میں نے ایک روسی دوست سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں نے آج دیکھا کہ ایک دس بارہ سال کا لڑکا ایک ٹریم گاڑی کے ڈرائیور کو ستا رہا تھا۔ ڈرائیور نے اس کے کان مروڑے۔ لڑکا اپنے حقوق کا اس درجہ یقین رکھتا تھا۔ کہ اس نے ڈرائیور کو فوراً بزور کہا کہ وہ اس حملے کی جواب دہی کے لئے ابھی تھانے چلے۔ اور روس میں رائے عامہ ایسی ہے کہ پاس کے لوگ اکٹھے ہوگئے۔ اور انہوں نے ڈرائیور کو جانے پر مجبور کر دیا۔ انقلاب کا اپنا ضابطۂ انسانیت بھی ہے "

فوجی بارکوں کا منظر

سُرخ فوج

ماتحت اور افسر کی تمیز اڑادی گئی

روسیوں کے خوش آئیند تجربوں میں سے مجھے کازان کی سُرخ فوج کی بارکوں کا نظارہ بھی یاد آتا ہے۔ ابتدا میں تو مجھے خفیف سی دلچسپی ہی پیدا ہوئی۔ بارکیں صاف اور کشادہ تھیں سپاہیوں کی پوشاکیں عمدہ تھیں۔ خوراک نہ صرف بہت کافی بلکہ بھوک کو تیز کرنے والی بھی تھی۔ افسروں نے مجھے بتایا۔ کہ اُن کے ہاں خوراک پولینڈ کی فوجوں

سے زیادہ ملتی ہے۔ معاشرتی زندگی سپاہیوں کے برداشتہ خاطر ہونے کا امکان دور کرتی
تھی۔ کیونکہ دیوار پر ایک فہرست آویزاں تھی جس میں تحریر تھا۔ کہ ان کے لئے شب کو تھیٹر
سنیما یا مجلس تفریح کے دروازے کھلے ہونگے۔ روایتی سیاسی ماحول دارالمطالعہ کے ایک
"گوشہ لینن" میں مہیا تھا۔ ایک کمرے میں شوقین ایکٹروں کی ایک جماعت اپنی تیاری کا
نمونہ دکھا رہی تھی۔ اور میں نے سرخ فوج کے مخصوص معاشرتی ماحول کا پہلا تیز اثر اس وقت
محسوس کیا جب میں نے یہ معلوم کیا کہ مرد ایکٹر تو زیادہ تر سپاہی ہیں لیکن عورتیں افسروں کی
بیویاں ہیں مگر مجھے اس ممنوع لفظ کے استعمال کی عذر خواہی ضروری ہے۔ کیونکہ افسر
تو پرانی فوج کے ساتھ ہی غائب ہو گئے۔ ایک سرخ "کمانڈار" محض ایک تربیت یافتہ
اور تجربہ کار سپاہی ہوتا ہے۔ جس کا ماہرانہ علم اپنے سے کمتر لوگوں سے زیادہ ہوتا ہے
اس کا کوئی برتر معاشرتی درجہ نہیں ہوتا۔ کرنیل کو (جو پھر ایک ممنوع لفظ ہے) کامریڈ پالین
کمانڈار (رفیق کمانڈار دستہ فوج) کہا جاتا ہے۔ اس کی وردی روسی کپڑے اور قطع کی ہوتی
ہے جیسی اس کے سپاہیوں کی۔ اور دھات کے ایک غیر نمایاں جیبی نشان کے علاوہ کوئی
چیز اس کے درجے کو ظاہر نہیں کرتی۔ سپاہی کمانڈاروں کو سلام اس وقت کرتے ہیں۔
جب احکام لے رہے ہوں۔ لیکن جب ڈیوٹی پر نہ ہوں۔ تو سلام نہیں کرتے۔ ضبط نظام
کام کے اوقات تک محدود رہے ۔

سپاہیوں کا علم اور باخبری

انگلستان اور چین کے متعلق سوالات

میں اپنا معائنہ ختم کرنے کو تھا جب ہوائی فوج کے ایک وسیع کمرۂ تعلیم اصولی میں کرنیل (ایسے استعمال لفظ کی معافی دیجئے) میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ کہ سپاہی مجھ سے کچھ سوالات کرنے کے خواہش مند ہیں۔ کیا میں اس کو منظور کر سکونگا، وہ میرے لئے ایک کرسی لے آئے۔ اور جلد ہی بیس کے قریب سپاہی اور کماندار ایک بڑے گھرانے کے افراد کی طرح ایک دوسرے کے کندھے پر بانہیں رکھ کر میرے گرد اکٹھے ہو گئے۔ سوالات عموماً سپاہیوں نے کئے۔ اور اُن میں سے بعض بہت ہوشیار تھے۔ وہ انگلستان کی عام ہڑتال کی بیرونی کیفیت سے آگاہ تھے لیکن چند باتوں کی وضاحت چاہتے تھے مسٹر میکڈانلڈ کا اس بات سے کیا مطلب تھا؟ اور مسٹر تھامس کا اس بات سے کیا مطلب تھا؟ اور شکست کھا جانے کے بعد کان کنوں کی کیا حالت ہے؟ کیا مسٹر اے۔ جے کک کے برخلاف ردعمل شروع ہو گیا ہے؟ پھر انہوں نے چین کی طرف سے سلسلہ کلام کا رخ بدل دیا۔ اور اس کوشش میں ہوئے کہ آیا میرے انگریزی ذرائع کیومنٹانگ کی اندرونی سیاست اور چیانگ کائی شک کی جنگی تدابیر کے بارے میں اُن کے حیرت انگیز مفصل اور وسیع علم میں کچھ اضافہ کر سکتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ میں اس امتحان میں کچھ ایسا؟ کامیاب نہیں رہا کیونکہ انہوں نے بطور انعام مجھے یہ پیشکش کی کہ میں اپنی سہ پایہ دار اتنہ پوشاک پر سرخ فوج کا لمبا کوٹ پہن کر ان کی بندوق چلا کر دیکھوں۔

"سرخ" فوج اور دوسرے ممالک کی فوجوں میں فرق

کوئی کسی دوسری فوج میں ایسے منظر کا تصور نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ انقلابی لشکر کے تمام نظام اور روح حیات کا ایک نمونہ تھا۔ اور فوجیں تو سیاسیات کے نزدیک بھی پھٹکنے نہیں دیتیں لیکن یہ فوج اس اصول پر قائم کی گئی ہے۔ کہ ایک اچھے سپاہی کا اس مقصد سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے جس کے لئے وہ لڑ رہا ہے۔ وہ محض ایک قومی رقبے کی حفاظت کرنے والا نہیں۔ وہ ایک بین الاقوامی تخیل کا علمبردار ہے۔

یہ نیا عنوان ہے یہ نئے عنوان کا حصہ ہے۔ فوج کی ایک سیاسی تعلیم کی کتاب بھی ہے اور ہر رنگروٹ سے اس کی مہارت کی بھی ویسی ہی توقع کی جاتی ہے۔ جیسی اپنی بندوق کی۔ سادہ زبان میں اس کتاب میں انتہائی اشتراکی اصول کا خاکہ دیا گیا ہے۔ پھر متعدد سرمایہ دار ممالک کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ اور ہر ملک میں مزدور جماعت کی موجودہ حالت اور آئندہ امیدوں کا بیان ہے۔ اس میں ملوکیت پرستی کے مختلف شکاروں کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ جن میں ہندوستانی اور چینی لازمی طور پر شامل ہیں۔ فرائض کی انجام دہی کی ترغیب اس دعوے کے ساتھ ہے کہ "سرخ فوج تمام دنیا کے مزدوروں کی محافظ ہے" بڑی بہتر مندی سے دفاع کے ساتھ جارحانہ اقدام عمل کو مخلوط کر دیا گیا ہے۔ لکھا ہے کہ روس پانچوں سرمایہ دار ممالک کے نرغے میں ہے جنہوں نے اس کی ناکہ بندی کر رکھی ہے۔ اور چھ سال تک روس کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ روس نے کتنی بار ترک مخاصمت کی کوشش کی ہے لیکن وہ سرمایہ دار اس کی کوشش کو مسترد کرتے رہے ہیں۔ اس لئے

اسے لامحالہ تیار رہنا چاہئے۔ پھر انتہائی اشتراکی جماعت کے حقوق کی حمایت کی گئی ہے۔ اس کے نصف ارکان خانہ جنگی کے زمانے میں سرخ فوج میں لڑتے رہے۔ اپنے خون سے انہوں نے اسے مضبوط بنایا۔ اور فتح کی طرف اس کی رہنمائی کی — ہر کمپنی میں اس کا بنیادی عنصر موجود ہے۔ اور رجمنٹ میں اس کی بہتر تعداد۔ ہر فرد کارکن اس کا رکن ہو سکتا ہے۔ پھر فوج کے نظام اور ضبط کی تشریح کی گئی ہے۔ ممتاز سپاہی اس کارکردگی کے لئے ایک ہی انعام زیبائش ہے یعنی "مرتبہ علم سرخ" جو افسروں اور سپاہیوں سب کو ملتا ہے۔ قومی غداری خواہ وہ کسی شکل میں ہو۔ اس کی سزا موت ہے۔

زمانہ زار کی توہین آمیز سزاؤں کی موقوفی

لیکن زمانہ زار کی توہین آمیز جسمانی سزائیں موقوف کر دی گئی ہیں۔ خاص کر وہ ہولناک پاداش جس میں بندوق کو سلامی کی حالت میں رکھ کر پشت پر ریگ کا بورا لاد کر گھنٹوں بھر کھڑا رہنا پڑتا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ قید تنہائی سے بڑھ کر سرخ فوج میں کوئی سزا نہیں۔ ہر ایک بٹالین کی ایک منتخب شدہ مجلس ہوتی ہے۔ جو کارخانوں کی کارکن جماعت کی مترادف ہے۔ اور اس کو حق حاصل ہے کہ کمانداروں کے ساتھ شکایات کے بارے میں گفتگو کرے۔ عام تعلیم اور سیاسی درس و تدریس کے علاوہ جو سرخ سپاہی کی باقاعدہ تربیت کا جزو ہیں علم زراعت کا جبری نصاب بھی ہے جو نوجوان دہقانوں کے لئے بیش بہا نعمت ہے اور دیہات کے آئندہ لیڈروں کی تربیت گاہ

فوج کی تعداد اور بھرتی کا طریقہ

ہمارے افسروں میں شاذ و نادر ہی کوئی سیاسی جاہل ہوگا۔

مستقل فوج ۵۰۰۰۰۶۰۰۰ سپاہیوں کا ایک چھوٹا لشکر ہے جو زمانۂ زار کی قوت کا ایک تہائی ہے۔ ہر ایک سپاہی دو سال تک کام کرتا ہے۔ اگرچہ ہوائی رضاکار چار سال تک کام کرتے ہیں۔ انتخاب بڑی سختی سے ہوتا ہے جس میں گھرانوں کے بوجھ کا لحاظ بھی رکھا جاتا ہے اور قابلیت کا بھی۔ اور گزشتہ سال تو قرعہ اندازی سے بھی انتخاب کیا گیا تھا۔ افسروں کا مہیا کرنا اب مشکل نہیں رہا۔ سپاہیوں کو ترقی دی جاتی ہے۔ اور فوجی کالجوں میں اُن کو تعلیم دی جاتی ہے۔ زمانۂ جنگی کے ابتدائی ایام میں کمانداروں کی سیاسی با اعتمادی کے تیقن کے لئے پرانی فرانسیسی تدبیر پر عمل کیا جاتا تھا۔ کہ اُن کے ساتھ ایک ایک سیاسی کمشنر بھی مقرر کر دیا جائے۔ اب یہ طریقہ مفقود ہے۔ سٹاف کے ایک جرنیل نے عمدہ الفاظ میں خوب بیان کر دیا کہ "اب ہمارے افسروں میں شاذ و نادر ہی کوئی سیاسی جاہل ہوگا"۔

مستقل سُرخ فوج کے علاوہ اس سے ایک بہت بڑی تعداد مقامی افواج کی ہے جن کی مدت ملازمت ۴ سال ہے۔ لیکن سپاہیوں کو ہر سال ایک ماہ کے لئے ہی بُلایا جاتا ہے۔ یہ دفاعی محفوظ فوج ہے اور مستقل فوج کا بیشتر حصہ سرحدی مقامات پر رکھا جاتا ہے۔ ہر قوم کے دستوں میں اسی کی زبان سرکاری طور پر استعمال ہوتی ہے۔ اگرچہ زبانِ حکم اصطلاحی لحاظ سے روسی ہے۔

سُرخ فوج کی ہردلعزیزی اور عزت

میرا یقین ہے کہ سُرخ فوج انقلاب کی ناقابل انکار کامیابیوں میں سے ہے۔ یہ عوام میں ہردل عزیزی حاصل کر چکی ہے۔ یہ گذشتہ روایات سے ویسی ہی بین مختلف نوعیت رکھتی ہے جیسی کہ ایک پچھلی صدی میں فرانسیسی انقلابی فوج تھی۔ فوجی کتاب کے الفاظ میں "سلاح پوش ہونا مزدوروں کا معزز منصب ہے"۔ وہی فوج میں ملازم ہو سکتے ہیں "منافع گیر" اسی طرح محصول استثنا ادا کرتے ہیں۔ جیسے ترکی میں قدیم ایام میں عیسائی ادا کیا کرتے تھے۔

سُرخ فوج کا حلف وفاداری

سُرخ فوج جماعتی جنگ کا ایک ہتھیار سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کا ہر سمجھدار سپاہی اپنے آپ کو ایک تخیل کا علمبردار تصور کرتا ہے جب میں ان صفحات پر نظر ثانی کر رہا ہوں تو سرخ فوج یکم مئی کو سالانہ قواعد کے لئے جمع ہوتی ہے۔ اور ہر ایک آدمی اپنے مقصد عزیز سے وفادار رہنے کی قسم ان الفاظ میں دہرا رہا ہے۔

"میں فرزند مشقت کاران روس اس امر کی سُرخ قسم اٹھاتا ہوں۔ کہ میں اپنی اشتراکی جمہوریت کے مزدوروں اور کسانوں کے مفاد کی حفاظت کرونگا۔ اور تمام عالم کے مزدوروں اور کسانوں کے مفاد کی بھی جب کبھی میری امداد کی ضرورت پڑے"۔

ساتواں باب

مختلف قومیتیں اور یونین

کازان

جو مسافر رات کے وقت کازان میں وارد ہو اس کی قسمت میں خوش آئند حیرت ہوتی ہے۔ شہر ایک چھوٹی پہاڑی پر آباد ہے۔ انسان برف پوش میدانوں کی دل کو اچاٹ کر دینے والی لامتناہی یکسانی پیچھے چھوڑ آتا ہے۔ اور یہاں آخر کار ایک نظارہ ملاحظہ کرتا ہے جو اپنی مخصوص نوعیت رکھتا ہے۔ دریائے والگا ایک بڑا چکر کاٹتا ہوا اپنی برفانی چھت کے نیچے شہر کے پاس سے گذرتا ہے۔ چھوٹی کازانکا ندی اس میں آ کر گرتی ہے اور اس کے دوسرے کنارے پر سبزہ پوش پہاڑیاں ہیں جب انسان اس بلند مقام شہر میں پہاڑی چڑھ کر پہنچے تو روسی شہروں کی زمانہ جدیدہ کی عام کیفیت کے برخلاف یہاں ایسے گرجا گھر پاتا ہے۔ جو کریمین کی دلآویز رنگینیوں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اور ایک اسلامی وضع کا محل بھی جو تاتاری شہزادوں کا آخری مقام سکونت تھا۔

مسلمانوں کا تنزل

کیونکہ جب تاتاری فتح و نصرت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر رک گیا۔ اور وہ واپس ہونے لگا۔ تو بن بلائے مہمان مسلمان جنھوں نے تقریباً تمام روس کو زیر نگیں کر لیا ہوا تھا۔ یہاں کازان میں آباد ہو گئے۔ تنزل کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور اپنا جنگجویانہ جوش کھو بیٹھے سولہویں صدی کے وسط میں تقدیر نے ان کو آ گھیرا۔ روس اپنے پاؤں پر کھڑا ہو چکا تھا۔ اور ماسکو کی بڑھتی ہوئی زاریت ایک وطنی خاندان کے ماتحت ملک کو متحد کر رہی تھی۔

زاروں کے ہاتھوں مسلمانوں کی تباہی

جب عیسائیوں نے اپنے جذبہ افتخار میں اپنے گرجاؤں کے گنبدوں پر شکست خوردہ ہلال سے بالاتر صلیبیں نصب کرنی شروع کر دیں۔ تو تاتاریوں پر زمانہ نازک ہو گیا۔ معاہدہ کی لاف برائے نام ہی نہ تھی۔ تاتاری امراء و شرفا برباد کر دئے گئے۔ والگا اور کاما کی زرخیز وادیوں میں روسی نو آباد کاروں کے گھنے قطعے بسا دیئے گئے۔ خاص کازان میں کوئی تاتاری اندرون شہر میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اور آج تک بھی ان کی مسجدیں فقط شہر کے گردونواح میں نظر آتی ہیں گی جس قوم نے کبھی روس کے زرخیز میدانوں پر حکمرانی کی تھی۔ اب غلاموں کی ایک ذلیل نسل رہ گئی تھی۔ جس کی زندگی جنگلوں کے کنارے افلاس اور جہالت میں بسر ہوتی تھی۔ جو کچھ تہذیب ان لوگوں نے حاصل کرنی شروع کی تھی۔ ان کی یاد سے محو ہو چکی تھی۔ زاریت کے آخری ایام میں بھی ان کا کوئی مدرسہ نہ تھا۔ سوائے ان مذہبی

مدرسوں کے جو مسجد سے ملحق ہوتے ہیں۔ اور جن کا رواج تمام اسلامی دنیا میں پایا جاتا ہے یعنی وہ مدرسے جہاں لڑکے چٹائیوں پر آگے پیچھے سر ہلاتے ہوئے قرآن کو حفظ کرنا سیکھتے ہیں۔

تاتاری زبان میں کتابوں اور اخباروں کا چھپنا ممنوع تھا

لیکن کوئی مدرسہ ایسا نہ تھا۔ جہاں تاتاری زبان (جو ترکی مصدر کی ایک زبان ہے) ابدلی یا پڑھائی جاتی ہو۔ تاتاری کتابوں اور اخباروں کا چھپنا ممنوع تھا۔ اور یہ امر واقعہ ہے۔ کہ تاتاری زبان میں فقط پندرہ کتابیں تھیں۔ جو سب کی سب مذہب سے متعلق تھیں۔ چند سکول جو زاریت نے تاتاریوں کے لئے کھولے۔ وہ اُن کی زبان سے بے پرواہ تھے۔ اور اُن کا منشا یہی تھا کہ اُن کو روسی سانچے میں ڈھالا جائے۔ اور سپاہیوں کے لئے تیار کیا جائے۔ اگر کوئی تاتاری زمانہ حال کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔ تو اُسے ایک فال بد خیال کیا جاتا تھا۔ میں اُس تاتاری سے ملا جس نے پہلے پہل علم طب کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اور جس کی عمر چالیس سے کچھ اوپر تھی۔ یہ قوم زندگی یا ایسی تھی کہ ابھی تک منگولیا کے صحرا میں آباد ہے جہاں سے یہ آئی تھی۔ اس نے زمانہ حال کا اس وقت چھوڑا اور امید کے تنکے کا سہارا اسی وقت پینے لگی۔ جب کہ خفیہ انجمن ہائے عمال اور جماعت ہائے اشتراکیہ نے روسی مزدوروں کے ساتھ ہی ان کو بھی زاریت کے خلاف جان توڑ لڑائی کے لئے منظم کرنا شروع کیا۔

تاتاری جمہوریت کا قیام

خانان تاتار مشکل سے کوئی یاد اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ لیکن جہاں وہ حکومت کرتے تھے وہاں انقلاب نے ایک تاتاری جمہوریت قائم کر دی ہے۔ یہ بغیر کسی جنگ و نزاع کے پیدا ہو گئی۔ یہ کسی خطرناک تحریک کے دباؤ سے رعایتہً نہیں دی گئی۔ یہ معرض وجود میں اس لئے آئی ہے۔ کہ قومیت کے مسئلے میں سوویٹ اتحاد کی تمام عمارت اور اشتراکی تشکیل کی تمام منطق اس امر کی مقتضی تھی کہ یہ جمہوریت قائم ہو۔ اس کے باشندوں میں نصف کے قریب روسی ہیں۔ ایک پسماندہ قوم کو ایک جمہوریت کا حکمران بنانا دلیرانہ قسمت آزمائی ہے لیکن یہ تو آخر وہی قسمت آزمائی ہے۔ جس کا تجربہ انقلاب نے تمام روس میں جاری کیا ہے۔ انقلاب کا مقصد یہ تھا۔ کہ مزدوروں اور کسانوں میں سے حکمران طبقہ پیدا کیا جائے۔ تاتاریوں کی مخصوص جہالت اور پس افتادگی عام مشکلات کی ایک بدتر صورت تھی۔ یہ تجربہ ایک چھوٹے پیمانے پر ہو رہا ہے لیکن یہ کئی تجربوں میں سے ایک ہے۔ ان عالی حوصلہ معماروں نے ویسے ہی نالائق اور اس سے بھی زیادہ دقیانوسی مواد سے اسی قسم کی خودمختار جمہوریتیں باشکیر خانہ بدوشوں۔ چاوشیوں۔ ازبکوں۔ خرگیز خانہ بدوشوں اور کوہ قاف کے جنگلی لوگوں کے لئے قائم کر دی ہیں۔ ان سب کو انتظامی خودمختاری حاصل ہے سوائے اس کے کہ خرچ تجارت خارجیہ اور وسائل آمد و رفت تمام اتحاد کے مشترکہ معاملات ہیں سب کو تمدنی خودمختاری حاصل ہے۔ ان کے درمیان اصلی واسطہ انتہائی اشتراکی جماعت ہے جو ہر جگہ ایکسا اصول امور انتظامیہ تعلیم اور نشریات میں استعمال کرتی ہے۔

ایک ہی جیسے خیالات کے اظہار کیلئے مختلف زبانیں

کازان میں مجھے سب سے زیادہ یہ معلوم کرنے کا دھیان تھا ۔ کہ تاتاری جمہوریت ان ذلیل غلاموں سے حکمران جماعت پیدا کرنے کے لئے کیا کام کر رہی ہے ۔ قومیت کا انتہائی اشتراکی نقطہ نگاہ سادہ اور سخت ہے ۔ سیاسیات میں تو قومیت ایک غیر متعلق شے ہے سوائے اس کے کہ عمل میں وہ سیاسیات کے اصلی کام یعنی جماعتی کشمکش میں پیچیدگیاں پیدا کر دے ۔ اس کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ مادری زبان کا احترام کیا جائے ۔ اور اسی میں ہر قوم اپنا بہترین غور و فکر کرے ۔ تمام سوویٹ جمہوریتیں سیاسی طور پر ایک ہی نمونہ کی ہیں ۔ اُن میں فرق صرف یہی ہے کہ ایک ہی جیسے خیالات کے اظہار کے لئے متعدد مختلف زبانیں استعمال کی جاتی ہیں ۔

تاتاری زبان کی ترویج

تاتاری علاقے میں پہلا کام یہ تھا ۔ کہ اس کی زبان کو موجودہ ضروریات کے لئے موزوں بنایا جائے ۔ جو چند ایک تعلیم یافتہ لوگ اس زبان کو جانتے تھے ۔ انہیں ہر قسم کی کتابوں کا ترجمہ کرنے پر لگا دیا گیا ۔ اور مجھے شک ہے کہ کتب سیاسیات کو سب پر ترجیح دی گئی ۔ کتب خانہ کی فہرست انقلاب سے پہلے پندرہ کتابوں کے نام دکھاتی تھی ۔ اب اس میں ایک ہزار ہیں ۔ ایک سرکاری روزانہ اخبار جاری ہو گیا ۔ اور جلدی ہی دہقانوں کے لئے ایک ہفتہ روزہ اخبار رونما ہو گیا ۔ اور چار پانچ ماہانہ رسالے بھی شائع ہونے لگ گئے ۔

خیالاتِ نو

خیالاتِ نو کے تخلیقی شکن انجمن نے حرم اور مسجد کے دروازے پے بے رحمی سے زد و کوب شروع کر دی سوائے چند دور افتادہ دیہات کے برقعہ غائب ہو چکا ہے بعض مسجدوں میں تو مردوں کے ساتھ عورتوں کو شامل نماز دیکھا جاتا ہے۔ تمام مدرسوں میں لڑکوں اور لڑکیوں نے پرانے دستور کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ وہ مدرس میں بالکل قدرتی طریق پر پہلو بہ پہلو بیٹھتے ہیں۔ انقلاب سے پہلے کوئی عورت معلم ہونے کی جرأت نہیں کر سکتی تھی۔ اب اُن کی تعداد نارمل سکولوں میں مردوں سے زیادہ ہے اور شعبہ علم طب میں بھی بعض ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جہاں عورتیں دیہاتی سوویٹ کی صدر منتخب ہوئی ہیں۔

مسئلہ ترقی

طریق تعلیم

کل تین سال ہوئے جب تاتاری جمہوریت منصۂ شہود پر آئی۔ لیکن ابھی سے اس کا تعلیمی نظام ایک جسم جاندار ہے۔ تمام اصول یہ ہے کہ تاتاریوں اور روسیوں کے لئے علیحدہ مدرسے مہیا کئے جاتے ہیں۔ ہر ایک میں مادری زبان ذریعہ تعلیم ہے لیکن دوسری زبان ایک مضمون مطالعہ کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ اگرچہ میرے خیال میں تاتاری روسی زبان سیکھنے کے اس سے زیادہ مشتاق ہیں۔ جس قدر روسی تاتاری زبان سیکھتے ہیں۔ دونوں زبانوں کو تمام سرکاری اور عمومی اغراض کے لئے مساویانہ حقوق جاری ہیں۔

دارالعلوم اور اعلیٰ مدرسوں میں تاتاری زبان لازمی طور پر ترقی کر رہی ہے لیکن آہستہ آہستہ بہت سے سرکاری مدرسوں کی تعداد جو (باستثنائے مدرسہ ہائے مساجد) انقلاب سے قبل ۱۲۶۴ تھی - اب ۲۳۷۰ ہے اور اُن میں سے ۸۴ فی صدی میں تاتاری زبان ذریعۂ تعلیم ہے۔

اعلیٰ تعلیم میں تاتاریوں کی تدریجی کمی

جوں جوں سیڑھی چڑھتے جائیں - تاتاری طلبا کی اوسط تعداد کم ہوتی جاتی ہے - جیسا کہ امید کی جانی چاہیئے - مختلف مدرسہ ہائے حرفہ میں وہ ۵۴ فی صدی ہیں - جہاں زراعت انجینیری اور دوسرے کاموں کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن دارالعلوم کی اعلیٰ جماعتوں میں ان کا تناسب ۱۲ فی صدی رہ جاتا ہے - میں ان ۴۴ کتب خانہ ہائے عامہ کا ذکر بھی کر دوں - جو انقلاب کے بعد تاتاریوں کے لئے جمع کئے گئے ہیں - اور ان ۳۱۸ تعلیمی کلبوں کا بھی جو گاؤں میں کھل گئی ہیں - اور جو تاتاری کسانوں میں خیالات جدیدہ کی ترویج کے گہوارے ہیں - زیر دکمیسر تعلیم جمہوریت طور پر فخریہ بیان کرتا تھا کہ اُس نے ابھی کا سہی چالیس سال سے کم عمر کی تاتاری آبادی میں بشمول عورتوں ناخواندگی کو ۸۰ فی صدی سے چالیس فی صدی تک پہنچا دیا ہے لیکن وہ افسوس سے کہتا تھا کہ عورتوں میں ابھی تک تعلیم کا پورا شوق پیدا نہیں ہوا - یہ باتیں تمام روس میں سوویٹ کی کارگزاری کی اچھی مثالیں ہیں لیکن ان کے طریقوں میں اشاعت و کشش کی جھلک پیدا ہو جاتی ہے جیسا انسان ان کو ایک ایسی قوم پر استعمال ہوتے دیکھتا ہے - جو کل تک ... تمام آبادیوں کی سی تھی۔

تاتاری کالج

حکمران جماعت پیدا کرنے کا عزم

جب میں نے تاتاری کالج دربیت فیک کے طلبا کو دیکھا تو مجھے اول مرتبہ یہ احساس
ہوا کہ روس شرقی کے ان تاریک علاقوں میں انقلاب کیا کچھ کر رہا ہے۔ میں تشریح
کروں کہ یہ نام ان ہولناک مخففوں میں سے ہے جنہیں روسی بہت پسند کرتے ہیں۔ اور
اس کا مطلب مزدوروں کا کالج ہے۔ یہ کالج روس کے ہر بڑے شہر میں موجود ہیں۔ ان
میں انجمن ہائے عمال اور ان کی جماعتی شاخوں کی سفارش پر ہونہار نوجوان مزدوروں کو
جن میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں، جمع کیا جاتا ہے۔ اور چہار سالہ نصاب کے ذریعے
ان کو وہ تمہیدی تعلیم دی جاتی ہے جو انہیں دارالعلوم میں داخل ہونے کے قابل بناتی
ہے۔ وہ چھوٹے چھوٹے دیہاتی قصبوں اور دور افتادہ دیہات سے آتے ہیں۔ اور بمشکل
حساب کے پہلے چار قاعدوں کا انہیں علم ہوتا ہے۔ چار سال کے بعد وہ دارالعلوم
کے داخلے کا امتحان پاس کر لیتے ہیں۔ اس کی تہ میں یہ خیال موجزن ہے کہ جمہوریت
اعلیٰ پیشوں کو پرانی باوقار جماعت کے بچوں کا اجارہ رکھنے کا گمان نہیں کر سکتی اور
اس وقت تک انتظار بھی نہیں کیا جا سکتا جب تک مزدوروں کے بچے آہستہ
آہستہ معمولی تعلیمی زینہ پر چڑھ آئیں۔ مختصر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کالج حکمران
ذات کے کھوائے گئے ہیں۔ جو طالب علم روسی ہوں۔ ان کا نظارہ حوصلہ افزا ہوتا تھا۔
لیکن جب میں اول تاتاری اور باشکیر طلبا کے چہرے دیکھتا تھا تو میرے دل میں یہ

خواہش پیدا ہوتی تھی۔ کہ کاش میں اُن کی زبان جانتا ہوتا تاکہ اُن کے دل کی تہ تک رسائی حاصل کر سکتا۔ سر اور چہرے کافی دلچسپ تھے جب وہ جماعت کے کمروں میں جمع ہوئے ہوتے تھے۔ سیدھے سیاہ بال۔ رخساروں کے اُبھرے ہوئے استخوان۔ چھوٹی چھوٹی آنکھیں اور بڑے بڑے نتھنے ان کی منگولی نسل کا پتہ دیتے تھے۔

خانہ بدوش لڑکیوں کی تعلیمی ترقی

لیکن وہ کن دماغی مہموں سے گذر رہے ہونگے۔ ان بیس برس سے کچھ زیادہ عمر کی لڑکیوں کی جبرت کا اندازہ لگاؤ۔ اگر دس برس پہلے ان کو کوئی یہ کہتا کہ ان کی قسمت میں برقعہ اور کسی تاتاری مزدور کے جھونپڑے میں غلامی کی زندگی بسر کرنا نہیں بلکہ اس کے نئے حکمرانوں کے فاضلانہ کام میں اشتراکِ عمل۔ وہ گندم گوں خوبصورت سیاہ بالوں والی لڑکی جو کبھی خانہ بدوش کے گھر میں پلی اور اس ذہنی دنیا کی وارث ہوئی۔ جو دس صدیوں سے نہ تبدیل ہوئی تھی اور نہ وسیع۔ آج کل وہ ان نقشوں اور تصویروں کو بیٹھی دیکھتی ہے۔ جو زاروں کے اصول کی تشریح کرتے ہیں۔ اور اپنے مستقبل کے اس کام کا تصور کرتی ہے جو اس نے بطور ڈاکٹر کے کرنا ہے۔ وہ لڑکا جو اس کے پاس بیٹھا ہے اور جسے شاید سبزہ زار میں گھوڑے چرانے میں زیست بسر کرنی ہوتی اب شاید اقتصادیات کی دستار فضیلت حاصل کرے اور جمہوریت کی صنعت کاریوں کا منتظم ہو کر زندگی کے دن کاٹے ان چار دیواریوں کے اندر وہ دکھ سے ماسکو کا سفر کرینگے۔ اور محمد صلعم کی دنیا سے مارکس کی دنیا میں جا پہنچینگے۔ روس اپنے آپ کو بھوکا مار رہا ہے۔ وہ خطرناک

زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور وہ مفلسانہ زندگی بسر کر رہا ہے لیکن شاندار مستقبل کی امنگ ہے جو اُسے شدائد برداشت کرنے کا حوصلہ دلا رہی ہے۔ ایک پشت میں وہ ان صدیوں غفلت مشرقی اقوام کے عامۃ الناس کو نہ کہ فقط بعض چیدہ افراد کو تہذیب کے دائرہ میں لے آئی ہو گی۔

فنونِ لطیفہ

اس تمام عظیم الشان کام پر میں تو ایک سرسری نظر ہی ڈال سکتا ہوں۔ اس میں رُوسی روح کارگر نہ ہو گی۔ اگر یہ فنونِ لطیفہ سے غافل ہو۔ میں اُس نظارہ کو جلدی ہی بھول نہیں سکتا۔ جو میں نے باشکیر زبان کے ایک کھیل دتھیٹر) میں دیکھا۔ سٹیج ایک خانہ بدوشانہ خیمہ کا اندرونی حصہ تھا۔ ایک ایسی نظم میں جس کی روانی ودلآویزی تھی۔ ایک دیسی جماعت غیر تربیت یافتہ میدانی علاقے کے سنجیدہ اوضاع واطوار اور شاندار لباس میں ایک دلپذیر ڈرامہ کھیل رہی جسے ان شاعروں میں سے ایک نے دیکھا تھا۔ جنہیں انقلاب نے موقعہ بہم پہنچایا ہے۔ اس تاتاری مقبول عام راگ کی لہریں ابھی تک میرے کان میں گونج رہی ہیں۔ جو مدرسہ سمرود کے طالب علموں نے میرے لئے گایا۔ اور میں کازان سے اس افسوس میں روانہ ہوا۔ کہ میں سب سے پہلے تاتاری مطربانہ ناٹک کو دیکھنے سے عین وقت پر محروم ہو گیا۔

سوویٹ حکمت عملی کے فوری نتائج غیر روسی علاقوں کا سوویٹ میں شامل رہنا

علاقہ یوکرین

سوویٹ اتحاد نے تاتاری اور باشکیر جیسی پس افتادہ اقوام کے لئے ادنیٰ پیمانہ پر جو کچھ کیا ہے۔ وہ کسی دن وسط ایشیا کے تمدنی اور سیاسی مستقبل پر بے انتہا اثر انداز ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سے بڑے اور فوری نتائج جو پرانی زاری شہنشاہی کی غیر روسی آبادی میں اس کشادہ دلانہ حکمت عملی سے رونما ہوئے۔ وہ یہ ہیں کہ یوکرین اور کوہ قاف کی اقوام کے سیاسی اور اقتصادی حیثیت سے گراں قدر علاقے سوویٹ کے حدود میں شامل رہے۔ یوکرینی (جنہیں روس اصغر کے باشندے یا روتھینین بھی کہا جاتا ہے) زرخیز سیاہ مٹی کے منطقے میں آباد ہیں۔ جس میں لوہے اور کوئلے کی کانیں بھی ہیں۔ روس کی گندم جو ملک کے باہر جاتی تھی اس کا بہترین خزانہ تھا۔ کیف۔ خارکوف اور اوڈیسہ کے بڑے بڑے شہر اس میں شامل تھے۔ اس سے علیحدہ ہو کر روس کی اقتصادی بحالی میں رکاوٹ اور تاخیر ہو جاتی۔ یہ خداداد اوصاف رکھنے والی قوم ایسی زبان بولتی ہے۔ جو روس کبیر کی زبان سے زیادہ مختلف نہیں۔ اور جس کو اس کے مصنف (علی الخصوص گوگل) ہمیشہ استعمال کرتے رہے ہیں۔ زاروں نے زبردستی اس پہ پابندی ٹھونس دی۔ انقلاب کے اوائل ایام میں یہ علاقہ نمائندہ اسمبلی اور اشتراکی انقلابی فریق کا حامی تھا نہ کہ سوویٹ کا۔ پہلے تو جنرل ڈینیکن کی فوجوں نے اسے پامال کیا۔ اور پھر پولینڈ کی فوجوں نے اس کے ایک حصہ کو روندا۔ فتنہ انگیز

ماخذ کی منظم ڈاکہ زنی نے اسے تختۂ مشق ستم بنایا۔ اور پیلی ادراکی قوم پسند اور نیم اشتراکی
لیکن پولینڈ کی طرف میلان رکھنے والی تحریکات نے اسے تباہ کیا۔ اور ڈینیکن کی طرح اس کی بےشمار
یہودی آبادی کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اس طرح یہ علاقہ زمانہ حال کی روسی سرگذشت کے
سب سے زیادہ طوفان خیز اور ستم انگیز دور کا مزہ چکھ چکا تھا۔ یہ تنہا اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکتا تھا
اور جرمنی کی شکست کے بعد اُسے یا تو پولینڈ سے ملحق ہونا لازمی تھا یا روس سے۔ اس کے
کسان انتہائی اشتراکی جماعت سے کوئی طبعی لگاؤ نہ رکھتے تھے۔ اس کے شہری باشندے
اور کان کن روس اور پولینڈ دونوں میں سے کسی سے وابستہ ہونا پسند نہ کرتے تھے۔
پولینڈ پر کسی کو اعتبار نہ تھا۔ آخر کار جب "سفید" اور "گلابی" ہر دو اپنے آپ کو قطعاً ناقابل
تسلیم بنا چکے تو "سرخ" لوگوں نے اپنی فوجی کامیابی کو انتظامی اور تمدنی خود مختاری کی
مراعات دے کر استحکام کر لیا۔ اب اس علاقے کی دہقانی زبان اس کی سرکاری زبان
ہے اور اگر کوئی اعتراض کیا جا سکتا ہے تو اس بنا پر کہ حد سے زیادہ کنجوسی نہیں کی گئی ہے۔
کیونکہ تعلیم یافتہ طبقے اور شہروں کی زبان روس اعظم کی زبان ہے۔ اور اس فوری تبدیلی
سے کئی ایک ناپسندیدہ نتائج پیدا ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہزاروں معلم جو دہقانوں کی نا تربیت یافتہ
اور مختلف الالوان زبان کو نہیں جانتے ملازمت سے برطرف کر دیئے گئے ہیں۔

سفید روس کا علاقہ اور مالدیویا

یہی حکمتِ عملی شمال کی جانب سفید روسیوں کے غریب اور مقابلتاً بہت کم ترقی
پسند علاقے میں استعمال کی گئی۔ ان ہر دو جمہوریتوں میں اقلیتیں بھی ہیں اور ان کو

بھی اسی طرح تمدنی آزادی دی گئی ہے۔ ایسے چھوٹے چھوٹے رقبے موجود ہیں۔ جن میں پولش یا یدش زبان تسلیم شدہ ہے اور ان کے علاوہ باقی علاقوں میں ان زبانوں کے مدرسے موجود ہیں۔ یہ حکمت عملی اس یکسانی سے بروئے کار لائی گئی ہے۔ کہ منسک میں جو سفید روس کا دار الخلافہ ہے۔ اعلان اور سائن بورڈ تختہ ہائے اشتہار یہودی زبان میں (بحروف عبرانی) بھی لکھے جاتے ہیں۔ اور سفید روسی زبان میں بھی۔ یہاں بھی یہ امر کسی قدر مشکوک ہے۔ کہ آیا یہودی بطور جماعت اس قدر نمایاں علیحدگی پسند کرتے ہیں۔ جانب جنوب مالدیویا کی ننھی سی جمہوریت قائم کر دی گئی ہے یہ بسیربیا کے بددل اور بغاوت پسند صوبے کے سامنے ہے جسے رومانیا نے ملحق کر لیا ہے۔ اور یہ گویا اس کے باشندوں کو ہر وقت یاد دلاتی رہتی ہے۔ کہ اگر وہ سوویٹ اتحاد میں ہوتے تو اسی طرح خود مختاری کے مزے اڑاتے۔

علاقہ کوہ قاف کی پیچیدہ سیاسیات

کوہ قاف کی پیچیدہ سیاسیات کا مفصل اور دیانت دارانہ بیان تو علیحدہ باب کا محتاج ہوگا۔ جارجیا کی لاانتہائی بحث کا غل ہمیشہ ہماری سامعہ خراشی کرتا ہے۔ اور اگر قومیت کا آزادانہ مفہوم لیا جائے۔ تو جارجی جو آزادی کامل کے حامی ہیں۔ رستی پر ہیں۔ کرۂ ارض کا یہ ابتری کا سارا کونہ جس میں سر بفلک پہاڑ اور گہری گہری وادیاں ہیں نہ صرف جارجی۔ ارمنی اور ترکی تاتاری قوموں کا مسکن ہے۔ بلکہ روسیوں۔ جرمن نوآبادکاروں اور کئی چھوٹی چھوٹی اصلی قوموں کا وطن بھی ہے۔ یہاں سوویٹ سے

دوبارہ ملحق ہو جانے سے پہلے ایک طرف جرجیوں اور ارمنوں اور دوسری طرف عیسائیوں اور مسلمانوں میں باہم مقامی جنگ۔ اور مسلسل فساد اور قتل عام کی لعنت رائج تھی۔ اب یہاں امن اور اتحاد ہے۔ مولفنت کا خیال اس کی چھوٹی چھوٹی جمہوریتوں میں خود مختاری کے ساتھ صلح و آشتی کو بھی قائم کر دیتا ہے۔ ان کے تمدنی حقوق کلیتہً تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ اور سوویٹ جماعتوں نے حقیقتاً جرجی زبان اور اس کے شکار غفلت علم ادب کے احیاء کے لئے پہلی قومی حکومت سے زیادہ کام کیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اگر آزادانہ رائے لی جائے۔ تو جرجی دوبارہ مکمل آزادی حاصل کرنے کو ترجیح دینگے ورآنحالیکہ یہ خطرہ موجود ہو کہ کہیں پھر اقتصادی انتہائی اور خانہ جنگی کا پرانا نقشہ نہ کھنچ جائے اور انجام کار کسی مغربی سلطنت کی "زیر حمایت" میں نہ جانا پڑے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہو۔ لیکن میں بغیر کسی رو رعایت کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ جارجیا کی انتہائی اشتراکی حکومت ایک خالص جرجی نظام ہے۔ اور سٹالین کی با اثر شخصیت کی بدولت جرجیوں کو سوویٹ اتحاد (یونین) میں تناسب آبادی سے بہت زیادہ اقتدار حاصل ہے۔ جہاں تک ارمنوں کا تعلق ہے۔ یورپ نے تو باتیں بنائی ہیں۔ اور روسیوں نے کام کر کے دکھایا ہے۔ اور ان کے لئے ایک قومی وطن مہیا کر دیا ہے۔ جہاں ان کی ستم رسیدہ قوم کا بقیۃ السیف خوشحالی میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اپنے قدیم تمدن کو برقرار رکھے ہے۔ باکو میں کازان کی طرح ترکی تاتاری قوم اپنی امید افزا تہذیب کی طرح ڈال رہی ہے۔ یہ قابل قدر کارگذاری ہے۔

انتہائی اشتراکی فریق کی خود اعتمادی

مختلف قوموں کا اتحاد

جب ماسکو نے اپنی پہلی شہنشاہی کے علاقہ جات کو جنہیں اس نے خانہ جنگی میں دوبارہ مسخر کر لیا تھا۔ از سرِ نو منتحد کرنے کی مہم کا بیڑا اٹھایا۔ تو ایک ہی چیز ہو سکتی ہے جس نے اسے پاس ونفوحات سے محفوظ کر دیا یعنی انتہائی اشتراکی فریق کی خود اعتمادی۔ کیونکہ خانہ جنگی فقط ایک جماعتی جنگ نہ تھی۔ بلکہ یہ ایک محاربہ عظیم تھا جس میں مرکز نے آہستہ آہستہ اپنے دور کے پایاں کو زیر نگیں کیا۔ انتہائی اشتراکی ماسکو۔ پیٹروگراڈ اور مرکزی نیم صنعتی خطے میں غالب تھے۔ باقی مقامات پر اشتراکی انقلابی اپنی مضبوط دہقانی کمک کے سہارے عروج پر تھے۔ ماسکو نے فتح کچھ تو اپنی مرکزی حیثیت کے باعث حاصل کی لیکن زیادہ تر اس وجہ سے کہ سفید جرنیلوں نے اپنی متواتر حماقت سے دہقانوں کو اپنے مقاصد کا دشمن بنا لیا۔ یہ اشتراکی شہنشاہی کا عظیم الشان رقبہ ایسی قوموں سے آباد ہے۔ جن کی نہ نسل ایک ہے۔ اور نہ مذہب۔ وہ بہت سے مختلف درجہ ہائے تمدن میں زندگی بسر کرتی ہیں۔ ذرائع آمد و رفت ابتدائی کیفیت میں ہیں۔ تمام ملک نفاق و شقاق کا مرقع تھا۔ جو قدرے تو پرانی تاریخی وراثت تھی۔ اور قدرے جماعتی جنگ کا ترکہ۔ ہر شہنشاہی یا مواقفت میں کسی نہ کسی رشتہ اتحاد کا ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ کسی مطلق العنان شہنشاہ کا وقار ہو۔ یا کسی حکمران قوم کی فوقیت یا کم از کم مشترکہ تاریخ اور تمدن و مفاد کا روبار کی یگانگت۔ نئے ماسکو میں یہ سب بنیادیں ناپید تھیں۔ حقیقتاً ان کی جگہ ماسکو نے جو بنیاد رکھی ہے۔ وہ تمام علاقوں میں ماسکو

کے نمونے پر حکمران ذات پیدا کرنے کی وہ قابلیت ہے جس کا ثبوت انتہائی اشتراکی فریق نے دیا ہے۔ نہ صرف روس اکبر روس اصغر اور روس سفید کے باشندوں کو جو تمدن کے ایک ہی درجے میں تھے۔ بلکہ ناترقی یافتہ ترکمانوں۔ تاتاریوں اور شاویشوں اور جرجیوں اور ارمنوں جیسے سرگرم قوم پرستوں کو ایک ہی نظام حکومت میں منضبط کرنے کے لئے انتہائی اشتراکی فریق کے اصول کافی پختہ۔ اس کا ضبط کافی سخت اور اس کا فراج کافی متعدی ثابت ہوا۔ اس فریق کے بغیر یہ کرتب پورا اتر نہیں سکتا تھا۔ اس کی جماعتی بنیاد نے قومیت کے سیاسی مفہوم کو منسوخ کر دیا ہے لیکن زبان اور تمدن کے گہرے تعلقات کو قائم رکھا ہے۔

سوویٹ آئین کے مطالعہ کے مبادیات

جماعت کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔

سوویٹ یونین کے آئین کے مطالعہ حقیقت کی ابتدا انتہائی اشتراکی فریق اس کے اصولوں اس کی تاریخ اور اس کے ضبط کے بیان سے ہوگی۔ جو قانون دان اس تمہید کے بغیر اس کی تشریح کرنے لگیگا۔ وہ جلدی ہی اپنے آپ کو پریشانی کے باعث انگشت بدنداں پائیگا۔ کیونکہ کاغذی آئین تو تمام دستاویزوں سے مختصر اور موہوم ہے کوئی اس کو اصول ہائے ہدایت کے خاکے سے بہتر نہیں کہہ سکتا۔ اگر یونین کی حقیقی بنا اسی کاغذ کے پرزے پر ہوتی تو وہ دائرہ اختیار اور تشریح و توضیح کے ان لا انتہا ہی تنازعات کے بوجھ سے جو لازمی طور پر اس کی بدولت پیدا ہوتے کبھی کی متزلزل ہو گئی ہوتی لیکن

تنازعات عملاً بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ قوم پرستی کی روح پختہ کار انتہائی اشتراکیوں کے دل میں بھی عارضی مقام کرتی پائی گئی ہے۔ اور ایسے ایسے وسیع اور مختلف علاقے صنعت اور مالیات کے معاملات پر لازماً مقامی نقطہ ہائے نگاہ بنا لیتے ہیں۔ مگر یہ تنازعات کبھی حقیقی خطرہ پیدا نہیں کر سکے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اگرچہ ایک شخص یوکرین کے کسی محکمہ کا ممبر ہونے کی حیثیت سے پختہ نقطہ نگاہ رکھتا ہو۔ لیکن بحیثیت ایک رکن جماعت ہونے کے اس کے لئے واجب ہے۔ کہ اپنا نظریہ پیش کرنے کے بعد جماعت کی مرکزی ہدایت کے اقتدار کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ دستور العمل میں "پولٹبیورو" یعنی انتہائی اشتراکی جماعت کے سیاسی دفتر کا ذکر نہیں لیکن حقیقت میں وہی ادارہ یونین کا حکمران رکن ہے۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ معمولی معمولی جھگڑے اس کے سامنے آتے ہیں۔ لیکن ہر اہم معاملے میں بھی دفتر جماعت کی کانگریس کے فیصلے کے ماتحت حکمت عملی کا فیصلہ کرتا ہے۔ جب تمام یونین کی عظیم الشان کانگریس جمع ہوتی ہے۔ تو پندرہ سو مندوب جو مطرب خانہ کی نشستوں پر رونق افروز ہوتے ہیں۔ وہ بڑے چھوٹے اور سفید روسیوں کا ایک معمولی جمگھٹا نہیں ہوتے۔ نہ ہی عیسائیوں مسلمانوں اور یہودیوں کی بھیڑ ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی کوہ قاف سائبیریا اور وسط ایشیا کے باشندوں کا گروہ۔ نہیں بلکہ وہ انتہائی اشتراکی جماعت کے قواعد دان سپاہی ہوتے ہیں۔ اُن کا حلف اطاعت فی الحقیقت دستور العمل کی مرکزی دفعہ ہے۔

سوویٹ دستور العمل کا تجزیہ

جب ایک دفعہ یہ بنیادی امر واقعہ بیان کر دیا گیا۔ تو اب "ہم" اشتراکی سوویٹ

جمہوریتوں کے یونین (اتحاد) کے دستور العمل کا مختصر تجزیہ کر سکتے ہیں۔ یہ دستور العمل یونین کی مختلف موافق جمہوریتوں ماوراۓ کوہ قاف۔ یوکرین۔ سفید روس اور موالفت روسیہ یعنی آر۔ ایس۔ ایف۔ ایس۔ آر۔ میں تجاویز منظور ہونے کے بعد ۳۰ دسمبر ۱۹۲۲ء کو ماسکو میں یونین کانگریس کے اجلاس میں منظور کیا گیا۔

پُرجوش تمہید

یہ ایک پرجوش تمہید سے شروع ہوتا ہے ہمیں بتایا جاتا ہے۔ کہ دنیا دو حصوں میں منقسم ہے۔ "سرمایہ دار حصہ میں قومی بغض و عناد اور عدم مساوات۔ غیر ملکی غلامی — قوموں پر جبر و تشدد — اور ملوکیت پرستانہ بربریت کا دور دورہ ہے" "لیکن اشتراکی حصہ میں "باہمی اعتماد اور امن و آشتی۔ قومی آزادی اور مساوات اور بین الاقوامی صلح پسندانہ اخوت اور برادرانہ تعاون" کا جذبہ موجزن ہے .... سرمایہ دار دنیا قوموں کی آزادانہ نشوونما اور ایک انسان کے دوسرے انسان سے منافع گیری کے مشترکہ طریقوں کے باعث قومیتوں کے مسئلے کو حل نہیں کر سکی۔"

تین مقاصد

اس کے بعد تین مقاصد سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ اول ملک کی اقتصادی زندگی کا احیا دوم حصہ سرمایہ داری کی مقابلے کے لئے سوویٹ جمہوریتوں کے مشترکہ محاذ کا قیام۔ سوم۔ تمام ممالک کے مزدوروں کا واحد عالمگیر اشتراکی سوویٹ جمہوریت میں اتحاد۔

اس آخری مقصد پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اتحاد (یونین) کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ یہ "برابر کی قوموں کا رضاکارانہ اشتراک رہا ہے۔ اور اس میں تمام اشتراکی سوویٹ جمہوریتیں داخل ہو سکتی ہیں" اور ان سب کا "ایک اشتراکی خاندان" ہوگا۔

یونین کا عہد نامہ

قانون سازی اور انتظامی اختیارات کے حدود

یونین کا عہد نامہ جو اس تمہید کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس کی ابتدا ان امور کے مربع اور مختصر شمار سے ہوتی ہے۔ جو یونین کے مختلف اعضاء کے قانون سازانہ اور انتظامی اختیارات کی حدود میں آتے ہیں۔ ان امور کے تین حصے ہو سکتے ہیں۔

سب سے اول تو وہ امور ہیں۔ جن کا زیادہ تر واسطہ بین الاقوامی تعلقات اور اندرونی آمد و رفت سے ہے اور جو ہر دستور العمل موافقت میں یونین کے مرکزی اعضاء سے متعلق ہونگے۔ یہ معاملات (۱) نمائندگی سفارت۔ (۲) تبدیلی حدود اتحاد (یونین) (۳) داخلہ جمہوریہ ہائے جدیدہ (۴) اعلان جنگ و صلح۔ (۵) حصول قرضہ ہائے غیر ملکی اور (۶) تصدیق عہدنامہ ہائے بین الاقوامی ہیں۔

اتحاد کے عساکر مسلح کا نظم و نسق (۱۰) کچھ منطقی طور پر سیاسی دفعہ سے تعلق رکھتا ہے ہر ممالک متفقہ دستور العمل میں ایسا ہی ضروری اور لابدی (۷) حق انضباط تجارت داخلی و خارجی ہے۔ لیکن اس کی زیادہ تشریح نہیں کی گئی۔ عملاً کل تجارت خارجی ریاست کا اجارہ ہے۔ یا ان اداروں کا جو اس غرض کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ پھر اس قدر

اہم (۹) وسائل آمدورفت ڈاک اور تار کا اہتمام ہے۔ آخر میں (۱۱) اتحاد کا میزانیہ بھی درج کیا گیا ہے جس میں محاصل بھی شامل ہیں۔ اور سکوں اور ساکھ کے نظام کا قیام بھی۔

پہلی جدت آفرینی

یہاں تک اس سوویٹ دستاویز میں دوسرے مواففتی آئینوں سے کم ہی فرق ہے۔ لیکن یہاں وہلیز سے ہی دو جدتیں زیر نظر رکھنی چاہئیں۔ تجارت اور وسائل آمدورفت کا شمول اندرونی ریاستوں کی باہمی تجارت اور وسائل آمدورفت سے بہت زیادہ معنی خیز ہے۔ اس سے مراد یونین کی تمام اندرونی تجارت اور آمدورفت ہے۔ علاوہ ازیں تمام عملی اغراض کے لئے محاصل اتحاد کے دائرہ عمل میں ہیں۔ انفرادی جمہوریتوں کو اور اضلاع کو مزید محاصل عائد کرنے کا اختیار ہے۔ اور وہ اس اختیار کا استعمال بھی کرتے ہیں گو شاذ و نادر ہی کسی قابل لحاظ حد تک۔ محاصل کی نسبت ان کی آمدنی کے زیادہ تر حصّے کا دارو مدار یونین کے اُن عطیات پہ ہے۔ جن کو جرمنی میں "مادرانہ" عطیات کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ زراعت تجارت آمدنی اور بحری جنگی کے اعلیٰ محاصل مواففتی محاصل ہیں۔ جن کی آمدنی مواففتی ریاستوں اور جمہوریتوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔

دوسری جدت آفرینی

اب ہم اس آئین کے سب سے جدت آفریں پہلو پر آتے ہیں۔ کسی دوسرے مواففتی آئین میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ بعض عام اصول قائم کر دیئے جائیں۔ جو تمام قصر مواففت

میں قدرے اخلاقی اتحاد پیدا کردیں۔ یہ بات ڈیمر نامی دستورالعمل میں پائی جاتی ہے۔ جس پر جرمن (برٹش) سوانقشت کی پابندی رہی ہے۔ امریکن دستورالعمل کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس انفرادیت کا پروانہ آزادی ہے جس کا تصور اٹھارھویں صدی کے آخری دور میں پایا جاتا تھا لیکن یہ امر بھی عجیب ہے کہ سوویٹ آئین میں انفرادی حقوق اور شہری اختیارات کا ذکر تک بھی نہیں۔ یہ مضمون ہی نادارد ہے لیکن اس میں یونین کو یہ حق دیا گیا ہے۔ کہ وہ حیات عامہ کے اعلیٰ ترین محکموں کے نظم ونسق کے لئے عام اصول وضع کرے۔ یہ بات کم سے کم ممکن الفاظ میں کہی گئی ہے۔ اور یونین کے دائرہ اختیار کے معاملات کو یوں شمار کیا گیا ہے:

دائرہ اختیار کے دیگر معاملات

(۸) یونین کے عام ڈھانچے کو قائم کرنا۔ قومی اقتصادیات کا بندوبست کرنا۔ اور بین الاقوامی معاہدوں کا طے کرنا۔

(۱۳) یونین کے تمام تر علاقے میں اراضی کی تقسیم اور جلب منفعت اور کانوں جنگلات اور دریاؤں سے جلب منفعت کے عام اصول مرتب کرنا۔

(۱۴) عدالتوں کے قیام اور ان کے ضابطے اور یونین کے لئے دیوانی اور فوجداری قوانین کے وضع کرنے کے لئے اصول قائم کرنا۔

(۱۵) مزدوری کے متعلق بنیادی قانون سازی۔

(۱۶) قومی تعلیم کے عام اصول مقرر کرنا۔

(۱۷) قومی صحت کی حفاظت کے لئے عام تدابیر اختیار کرنا۔

تاریخی تفسیر

یہ سب کچھ بغیر کسی تاریخی تفسیر کے بے معنی ہوگا۔ متذکرہ جمہوریتیں پہلے سے قائم شدہ ہم آہنگی کی بدولت باہم مشکل نہیں اور اتفاقیہ طور پر ایسا نہیں ہو گیا تھا۔ ہر ایک اشتمالی اشتراکی فریق کی مخلوق تھی۔ ہر ایک نے ابتدا سے ہی اس نمونے کی تقلید کی تھی۔ جو انقلاب کے ابتدائی ایام میں وسطی روس میں قائم ہو گیا تھا۔ ہر ایک کی بنا اراضی صنعت اور باقی اشیاء کی نسبت اشتراکی اصولوں کی یکساں تعبیر پر مبنی تھی جس میں تجربے کے پہلے دور کے نتائج نے قدرے ترمیم کر دی تھی۔ اس مختصر مضمون شماری میں دستور العمل نے حقیقتاً جو کچھ کیا ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ نمونے کو زمانہ مستقبل میں کسی اہم تبدیلی سے محفوظ کر دیا ہے۔ وہ "عام اصول" جن کی ترتیب کا اختیار یونین کو دیا گیا ہے۔ پہلے سے تسلیم شدہ اور رائج تھے۔ تو گویا دستور العمل عملاً یہ قرار دیتا ہے کہ بنیادی امور میں ان اصولوں سے انحراف نہیں کیا جا سکتا جب تک تمام یونین کا فیصلہ اس کے برخلاف نہ ہو جائے۔

مرکزی اقتدار

اس ترکیب کا اثر حیرت انگیز اور دور رس ہے۔ بیرونی نگاہ کو تو یہ جمہوریتیں خود مختار ریاستوں کی طرح نظر آتی ہیں۔ جو تمہید کے الفاظ میں باہمی تحفظ اور اقتصادی فوائد

کے لئے متحد ہو گئی ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ ان کی خود مختاری ایک ایسی دفعہ میں تسلیم کی گئی ہے۔ جو ناتراشیدہ الفاظ ہیں اور بغیر کسی قسم کی پابندیوں اور شرائط کے ہر شمولہ جمہوریت کو یونین سے علیحدہ ہو جانے کا حق دیتی ہے۔ جب انسان دستور العمل پر نظر غائر ڈالے تو یہ خیال زائل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حیات عامہ کا ایک محکمہ بھی ایسا نہیں۔ جس میں صراحۃً" یا کنایۃً" جمہوریتوں کی کامل مطلق العنانی کو تسلیم کیا گیا ہو۔ اور سب پر ایک ہی نمونے کے "تمام اصول" حاوی ہیں۔ سوویٹ یونین بالوضاحت زمانہ حال کی سب سے بڑی موافقت اقتدار مرکزیہ ہے۔

بقایا دفعات

آئین کے اس حصہ کی باقی دفعات کم اہمیت رکھتی ہیں۔ ان میں یونین کو اختیار دیا گیا ہے۔ کہ وہ نقل وطن اور آبادکاری۔ وزنوں اور پیمانوں۔ اعداد و شمار۔ غیر ملکیوں کے حقوق شہری کے قوانین اور عفو عام کی نگہداشت کرے۔ اس میں کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ سوائے شاید اس امر کے کہ عفو کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ لیکن آخری "معاملہ" اولین اہمیت رکھتا ہے۔ یونین کو اختیار ہے کہ کانگرسوں مجالس منتظمہ اور جمہوریتوں کی مجالس وزرا کے اُن فیصلوں کو کالعدم قرار دے دے۔ جو عہد نامہ اتحاد کے منافی ہوں۔

خود مختار ریاستوں کی مساویانہ حیثیت

مجلس اقوام

دوسری مواثقتوں کی طرح سوویٹ یونین نے بھی یہ معلوم کر لیا ہے کہ متحدہ ریاستیں اس امر پر رضامند نہیں ہو سکتیں کہ امور شنذکہ کا فیصلہ فقط تعداد اور آبادی کی بنا پر کیا جائے۔ یہ تصور فرضی کہ خود مختار ریاستیں مساویانہ حیثیت رکھتی ہیں یونین کے ایک وسیع بازوئے کار میں پایا جاتا ہے جسے مجلس اقوام کہتے ہیں۔ اس مجلس میں ہر خود مختار جمہوریت فقط پانچ نمائندے بھیجتی ہے۔ اور ہر خود مختار علاقہ ایک نمائندہ۔ یہ شرط اس لئے عائد کی گئی ہے کہ روسی سوویٹ مواثقت کو یونین میں غلبہ ہی حاصل نہ ہو جائے کیونکہ روس میں یونین کی ۷۴ فی صدی آبادی رہتی ہے۔ اس مجلس میں تاتار صغیر کو وہی حیثیت حاصل ہے۔ جو روس کبیر کو۔ اس مجلس کے ۱۳۱ ارکان ہوتے ہیں جنہیں ہر جمہوریت کی مجلس اعلیٰ منتخب کرتی ہے۔ برعکس اس کے یونین کی کونسل جس کے ۴۰۰ ارکان ہیں یونین کی آبادیوں کی بلحاظ تعداد نمائندگی کرتی ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جس کا ذکر میں نے پہلے بھی کیا ہے جب مرکزی مجلس منتظمہ (سی۔ آئی۔ کے) کا حوالہ دیا تھا۔ اگرچہ درست یہ ہے۔ کہ اس مرکزی جماعت کی دوگونہ مجالس ہیں۔ ہر دو مجالس کے اختیارات مساوی ہیں۔ اور یونین کے قوانین کے لئے دونوں کی منظوری لازمی ہے۔

لیکن مجلس اقوام کا مقدم کام یونین کی مختلف نسلوں کے قومی حقوق کا تحفظ ہے آئین اور بے شمار چیزوں کی طرح یہ دوگونہ جماعت کا سلسلہ بھی ناقابلِ عمل ثابت ہوتا

اگر حقیقت یہ نہ ہوتی کہ عملاً اکلوتی منظم انتہائی اشتراکی جماعت دونوں کو منتخب کرتی ہے۔

یونین کی تشکیل کا بیان

باقی دستور العمل یونین کی تشکیل کا بیان کرتا ہے یعنی اس کی کانگریس اس کی مجلس منتظمہ اور اس کی مجلس وزرا کا۔ یہ ایک عدالت علیا بھی قائم کرتا ہے اس میں یہ نادر قانون بھی موجود ہے کہ گو ہر ایک مشمولہ جمہوریت اپنا اپنا میزانیہ مرتب کریگی۔ یہ تمام میزانیے یونین کے میزانیہ عام کا جزو لاینفک ہونگے اور یونین کی مرکزی مجلس منتظمہ اس کی منظوری دیگی "جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں عملاً یہ منظوری رسمی منظوری سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی لیکن ہر ایک بجٹ (میزانیہ) پر بحث ہوتی ہے۔

جمہوریتوں کے حقیقی حقوق

پھر جمہوریتوں کے لئے خود مختاری میں سے کیا باقی رہتا ہے۔ زیادہ تر میدان انتظامیہ میں عام صولوں کے ڈھانچے کے اندر انہیں وضع قوانین کا حق بھی ہے لیکن تمام وسیع امور میں قانون سازی یونین کا کام ہے۔ اخراجات کی تفصیل صنعتی اور تجارتی کاروبار کے وسیع دائرہ عمل۔ اور ملازمت دیوانی کی تمام تر کارروائیوں پر انہیں حکومت خود اختیاری حاصل ہے۔ یونین اور جمہوری حدود اختیار متوازی ہیں۔ اور ان کی تعیین و تشخیص مشکل ہے۔ لیکن ایک صریح تعیین اس امتیاز سے ہو جاتی ہے

کہ مشمولہ جمہوریتوں میں امور خارجہ، جنگ، تجارت خارجہ، وسائل آمد و رفت اور ڈاک کے محکمے کے کمیسر (وزرا) تو نہیں لیکن باقی سب محکموں کے کمیسر ہیں۔ علاوہ ازیں قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ آٹھ محکمہ ہائے انتظامیہ (زراعت۔ امور داخلی۔ انصاف تعلیم حفظان صحت اور معاشرتی خوشحالی) ایسے ہیں جن کا متنی یونین کے عملے میں نہیں۔ جمہوریتوں کا درجہ یہ ہے کہ ان کو مکمل تمدنی خود مختاری۔ میدان انتظامیہ میں وسیع اختیارات لیکن قانون سازی میں محدود انفرادیت حاصل ہے۔ داخلی حکمت عملی اور خارجی معاملات کی دیکھ بھال میں یونین کو ہی اقدام عمل کا کلی اختیار ہے۔

یونین کا سب سے زیادہ جدت طراز پہلو

یعنی اس کا لامعلوم الاسم ہونا

تمام دنیا پر چھا جانے کا عزم

اس یونین کا سب سے زیادہ جدت طراز پہلو شاید اس کی لامعلوم الاسمی ہے۔ یہ ریاست ہائے متحدہ روسیہ نہیں۔ روس کا لفظ نام سے دیدہ دانستہ خارج کر دیا گیا ہے جیسا کہ دستور العمل کی تمہید صاف صاف اشارہ کرتی ہے۔ یہ اس عالمگیر مواثقت و اتحاد کا حقیقت آشنا سرمایہ اصلی ہے جس کی بنا سوویٹ نمونے پر قائم کی جاتی ہے۔ اس کے مخترعین کی امید یہ تھی کہ جوں جوں انقلاب عالم قدم بڑھاتا جائے گا۔ ایک ملک کے بعد دوسرا ملک جب اس کے مزدور جماعتی جنگ میں کامیابی حاصل کر لیں گے۔ اسی

نمونے کو اختیار کر لیگا۔ جو روس میں معیار قرار دیا گیا ہے اور یونین سے ملحق ہو جائے گا۔ جو کچھ جارجیا میں ہوا ہے۔ پولینڈ اور بالٹک کی جمہوریتوں میں بھی ہو سکتا ہے اور وقت آنے پر چین میں بھی۔ خلاصہ یہ کہ سوویٹ یونین مجلس اقوام عالم ہے نہ کہ ایک موالفت۔ ہمیں اس بات پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ آیا یہ دستور العمل جس میں اقتدار مرکزی کی انتہا ہو رہی ہے۔ اس مقصد کے لئے موزون ثابت ہوگا۔ ایک طریقہ جو پرانی مملکت زار میں کامیاب ثابت ہوا ہے۔ جہاں مقامی خود مختاری کا نشان بھی کہیں مشکل سے ملتا تھا۔ اگر پرانے حدود سے متجاوز ہو تو شاید اُسے غیر متوقع مشکلات پیش آئیں۔ لیکن یہ طریقہ ایسا معنی خیز نہیں۔ جتنی معنی خیز وہ امنگ ہے جس پر اس کی بنا ہے۔ اس دستور العمل میں ماسکو کو ایک ایسے نمونے کا خاکہ نظر آیا۔ جو ایک روز تمام دنیا پر حاوی ہوگا ⁃

آٹھواں باب

انتہائی اشتراکی جماعت

انتہائی اشتراکی جماعت کو تھوڑا بہت سمجھے بغیر موجودہ روس کی تحقیق حاصل کرنا یا سوویٹ نظام کو زیر بحث لانا دماغی معموں میں سب سے زیادہ بے سود ثابت ہوگا۔ اگر ایک منظم انتہائی اشتراکی جماعت کے بغیر کوئی اور قوم موجودہ روسی دستور العمل کو جیسا کہ وہ کاغذ پر ہے اپنے لئے منتخب کرے تو پہلے سال کے اندر ہی اندر یا تو ضد اور رقیب جماعتوں کی باہمی لڑائی میں شکست کھا جائے۔ جماعت ہی وہ سیمنٹ ہے۔ جو ڈھیلی ڈھالی عمارت کو جکڑے رکھتا ہے۔ حقیقتہً دستور العمل کوئی خاص دلچسپی کا باعث نہیں سوائے اس کے کہ اس جماعت نے اس کو اپنے انتظامی امور کا قالب بنایا ہوا ہے۔

سوویٹ جماعت کی دنیا میں نظیر نہیں

اس جماعت کو سمجھنے میں مشکل یہ ہے کہ آج صفحہ دنیا پر کوئی اس جیسی جماعت موجود نہیں۔ اور نہ کبھی ہمارے زمانے سے قبل کوئی ایسی جماعت اوراق تاریخ نے ملاحظہ کی۔ اس کو بعض اوقات افلاطون کے "محافظین" سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو وہ تربیت یافتہ فائق

الفطرت آدمی تھے جنہیں اس نے اپنے نمونۂ کمال شہر کے لئے ایجاد کیا تھا۔ لیکن یہ تشبیہ دینا اس حیرت انگیز کارنامایاں سے بے انصافی کرتا ہے جس کی انجام دہی کا سہرا اس جماعت کے سر ہے۔ کیونکہ "محافظین" کو نہ صرف بچپن سے ہی اپنے کام کی تربیت دی گئی تھی۔ بلکہ ان کو پالا ہی اسی غرض سے کیا تھا۔ اور اس طرح تعلیم کے ساتھ ترکہ وراثت بھی انہیں ایک اعلیٰ ذات بنانے میں ممد و معاون تھا۔ برعکس اس کے انتہائی اشتراکی فریق کا غالب عنصر روسی آبادی کے نچلے اور سب سے کم امتیازی حقوق رکھنے والے طبقے سے ہے۔ یقیناً یہ جماعت عالم وجود میں آتی اگر اس کی رہنمائی ایسے لوگ نہ کرتے جو اعلیٰ تعلیم کے جوہر سے آراستہ تھے۔ لینن۔ ٹراٹسکی اور فی الحقیقت زیادہ مشہور رہنماؤں کا غالب حصہ "دماغیین" میں سے تھا۔ لیکن جماعت کا اہم حصہ ہمیشہ ہاتھ سے کام کرنے والوں کا رہا ہے۔ اور انقلاب کے وقت سے "دماغیین" کا تناسب اس میں کم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس نے ان دستکار مزدوروں کو ابتدا سے ہی فوج اور امور انتظام میں اعلیٰ عہدوں پر فائز دکھا ہے۔ اگر وہ افلاطون کے "محافظین" کی طرح ذمہ داری کی نا اہلیت کی بنا پر حکمرانی کے حق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو یہ اس لئے نہیں کہ ان کو پیدائشی یا تعلیمی برتری حاصل ہے۔ اپنی جدوجہد کے ہر مرحلے پر وہ ان ذاتوں جماعتوں اور فریقوں کا مقابلہ کرتے اور ان کو شکستیں دیتے رہے جنہیں اس لحاظ سے ان پر بہت فوقیت حاصل تھی۔ ان کے اشتراکی قیصوں میں بھی ایسے مردوں اور عورتوں کی نسبتاً بہت زیادہ تعداد تھی۔ جو کسی دارالعلوم میں تعلیم حاصل کر چکے تھے۔

پیراگوئے کے یسوعیوں سے مشابہت

انسان اس جماعت کا ان یسوعی (Jesuit) لوگوں سے تقریباً مقابلہ کر سکتا ہے جنہوں نے سولھویں اور سترھویں صدی میں پیراگوے کے اصلی باشندوں میں نیم انتہائی اشتراکی ریاست قائم کی۔ مگر یہ پادری بھی ایک بین الاقوامی تنظیم تھی جس میں یورپ کے ہر رومن کیتھولک ملک کے لوگ شامل تھے ہسپانوی اور جرمن اور آسٹریش باشندے اس طرح خوش اسلوبی سے کام کرتے تھے جس طرح ماسکو میں روسی لوگ یہودیوں جرجیوں۔ پولوں اور بلغاریوں سے مل کر کام کرتے ہیں۔ وہ بھی ایک مشترکہ مستند اصول کی سلک میں پروئے ہوئے تھے۔ اور ان میں بھی ایک شدید اخلاقی ضبط تھا۔ لیکن انہیں اس روسی جماعت پر دو فوقیتیں حاصل تھیں۔ انہیں یسوعی کالجوں میں ایک سی تعلیم ملی ہوئی تھی۔ اور وہ اپنے تربیت یافتہ دماغوں اور یورپی علوم کی مہارت کی بدولت ان سادہ اصلی باشندوں کی ذہنیت سے بن پر وہ حکومت کرتے تھے۔ بہت بالا تھے۔

جماعت رضائے قوم

سرکاری عہدہ داروں کا قتل

انتہائی اشتراکی (جنہوں نے یہ نام حصول اقتدار کے بعد ہی اختیار کیا) اپنی ایک ممتاز سرگذشت رکھتے ہیں۔ وہ روس کی انقلابی جدوجہد کے پیشکار رہے تھے پہلا اشتراکی

گروہ جسے پارٹی کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے وہ ناروڈنکی (جماعت رضائے قوم) تھے۔ جو گذشتہ صدی کے آٹھویں اور نویں عشرہ میں سرگرم عمل تھے۔ وہ تقریباً سب کے سب دماغیین تھے۔ وہ یونیورسٹیوں میں ہی پیدا ہوئے۔ اور ان میں کئی مرد اور عورتیں تھیں۔ جو بلحاظ پیدائش امرا میں سے تھیں۔ اُن کے روحانی پیشوا روسی مصنف ہرزن اور شرنی چوسکی سے تھے۔ وہ مارکس کے پیرو نہ تھے۔ اُن کی آرزو یہ تھی کہ وہ روس میں اشتراکیت کا کوئی وطنی سلسلہ دیکھیں۔ انھوں نے دہقان کے درجہ کمال پر پہنچنے کا تصور باندھا۔ اور یہ گمان کرتے رہے۔ کہ زمانہ قدیم کی اشتراکیت کے بعض کمزور آثار باقیہ پر ہی (جن میں سے قابلِ ذکر گاؤں کی مجلس یا "میر" ہے۔ جو شاملات دیہہ کو تقسیم کیا کرتی تھی) "خیالی ریاست کاملہ" کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اُن کا جذبہ محرک فیاض نوجوانی کا وہ دلی ترس تھا۔ جو ان دہقانوں کی حالت زار پر آتا تھا جنہیں وہ فوائد نصیب نہ تھے۔ جو اُن کو پیدائشی طور پر نصیب تھے۔ قربانی کے اس احساس سے متاثر ہو کر جو روسیوں میں اکثر پایا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو اُن فوائد اور آسائشوں سے محروم کر دیا۔ جو اُن کو پیدائشی طور پر حاصل تھیں۔ دیہات میں نرسیں اور معلم بن کر چلے گئے۔ اور یہ دوہرا مقصد ذہن نشین رکھا کہ ان کی حالت کو سدھاریں اور ان کو انقلابی جدوجہد کے لئے تیار کریں۔ اس جذبۂ عالیہ کا کوئی دیرپا نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ سوائے اس کے کہ اس سے ٹرجنیو کو اپنی کتاب "اچھوتی زمین" تحریر کرنے پر آمادگی ہوئی۔ لیکن یہ فریق کم معصومانہ طریقوں میں بھی یقین رکھتا تھا۔ اس لئے ان سرکاری عہدہ داروں کو جو خاص طور پر قابلِ نفرت معلوم ہوتے تھے۔ عوام کا دشمن قرار دے کر خفیہ قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور زار اسکندر

ثانی کو قتل کر کے غضبناک جبر و تشدد کو برانگیختہ کیا۔

اشتراکی انقلابی جماعت

اس کی جانشین اشتراکی انقلابی جماعت تھی۔ جو آہستہ آہستہ بڑھتی گئی حتیٰ کہ مارچ اور نومبر کے انقلابوں کے درمیان یہی روس میں سب سے بڑی جماعت تھی۔ اس نے بھی دہشت انگیزی کو دستور بنایا اور بعض وقت اعلیٰ پیمانہ پر۔ اس کو بھی یہ یقین تھا کہ روس اشتراکیت حاصل کر سکتا ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ مغربی صنعت گرانہ مرحلے سے گذرے۔ اس کو یہ امید تھی کہ جوع ارضی (زمین کی بھوک) کا جذبہ دہقانوں کو سرگرم کارکن کے انقلاب کا موثر حصہ بنا دیگا۔ اس میں روسی حب الوطنی کا رنگ بھی موجود تھا۔ اور اس نے دوران جنگ عالم میں بحیثیت مجموعی اتحادیوں کا ساتھ بھی دیا۔ ابتدا میں یہ بھی دماغیین کی ہی جماعت تھی لیکن ہوتے ہوتے (اور آخرکار اعلیٰ پیمانہ پر) اس نے زیادہ خوشحال اور بہتر تعلیم یافتہ دہقانوں میں اپنے پیرو بنائے۔ یہ بھی اصولوں میں مارکس کی مخالف تھی۔ اگرچہ اس کا الحاق دوسری اشتراکی بین الاقوامی مجلس (Second International) سے تھا۔ اس کا مزاج (کیونکہ جماعتیں بھی افراد کی طرح صاحب مزاج ہوتی ہیں) دردانگیز سوز آفریں اور سائنس سے کم دلچسپی رکھنے والا تھا۔ تنظیم کبھی اس میں مضبوط نہ تھی۔ انسان فصیح اللسان کرنسکی اور افسانہ نویس اور جنگ بے ترتیب کے سردار لیو اس سادنکوف کو اس کے زمانہ حال کے بہترین نمونے تصور کرتا ہے۔

اشتراکی جمہوری جماعت

مسلح بغاوت کی حمایت اور انفرادی دہشت انگیزی کی مخالفت

ان جماعتوں کے مقابلے میں جو روسی تعلیم یافتہ طبقے کی ذہنیت کے خصائص کا مظہر تھیں۔ اور پُرجوش۔ سوز آفریں اور فنونِ لطیفہ میں کامیابی کی توفیق رکھنے والی نہ کہ سائنس اور عملی زندگی میں کامیاب ہونے والی تھیں۔ ذہنی ردعمل ہو کر روسی اشتراکی جمہوری جماعت پیدا ہو گئی۔ یہ ابتدا سے ہی یورپین روح رکھتی تھی۔ اس کی بنا مارکس کے فلسفہ پر تھی اور اسے تاریخ کی اقتصادی تعبیر پر یقین تھا۔ اس کے خیال کے مطابق جماعتی جنگ کا فیصلہ پیداوار کے طریقوں کی ترقی پر انحصار رکھتا ہے۔ جیسے کہ صنعتی دور نے اپنی منزل اول میں سرمایہ دار اور تجارت پیشہ طبقہ وسطی کو جاگیردار امرا پر فتح دے دی۔ اور جمہوری ریاست کی بنا استوار کر دی۔ اسی طرح اس کے آئندہ دور میں صنعتی کاریگروں کی تعداد میں اضافہ اور ان کی ہشیاری و خبرداری اپنی باری میں ضرور محنت دارانہ انقلاب اور اشتراکیت کی فتح کا موجب ہو گی۔ یہ سائنٹیفک یقین کہ یہ دور زمانہ کا لازمی نتیجہ ہے۔ ان طبیعتوں کو جو یہ نظریہ قبول کرتی ہیں۔ اپنے مقصد میں ایک فولادی عزم اور ایمانِ راسخ پیدا کر دیتا ہے۔ جو اکثر سترھویں صدی کے پیوریٹن فولادی پہلوؤں کی طبیعت کی یاد تازہ کرتا ہے۔ جنھوں نے تاریخ کو اسی غیر متزلزل یقین کی نگاہ سے دیکھنے کا سبق کیلون سے سیکھا تھا۔ اگرچہ کیلون اس کی کارروائی قادرِ مطلق خدا کے فیصلہ قضا پر مبنی قرار دیتا تھا۔ درآنحالیکہ مارکس کو اقتصادی اسباب کا عمل نظر

آ رہا تھا۔ یہ جماعت مد خیالی درجہ کمال" حاصل کرنے کے لئے کوئی سہل راستہ خیال نہیں کرتی تھی۔ اس کے نزدیک روس کو بھی مغرب کی طرح صنعتی دور کے دھندوں اور ذلت سے گزرنا ہے۔ پیشتر اس کے کہ وہ اشتراکی انقلاب حاصل کر سکے یا اشتراکی دور کے سورج کی کرنیں دیکھ سکے۔ اس لئے یہ جماعت اشتراکی انقلابیوں کے غیر سائنٹیفک "تصوف" کو نظر حقارت سے دیکھتی تھی۔ دہقانوں کو مواد خام سمجھ کر ترک کر دیتی تھی۔ اور اپنی تمام کوششیں شہروں کے دستکار مزدوروں کو بیدار اور منظم کرنے میں صرف کرتی تھی۔ جو کونٹ وٹ کی شدید حفاظتی حکمت عملی کے برافروختہ کرنے والے نظام کی بدولت دن بدن تعداد میں بڑھ رہے تھے۔ اشتراکی جمہوریت پسند اجتماعی کارروائی پر یقین رکھتے تھے یعنی شہری آبادی کی مسلح بغاوت کے مستند فن پیکار پر۔ اور اشتراکی انقلابیوں کے انفرادی دہشت انگیزی کے طریق کار کی اس بنا پر مذمت کرتے تھے کہ یہ فضول جوش طبیعت ہے۔

دونوں جماعتیں خلاف قانون تھیں

قید اور جلا وطنی

دونوں جماعتیں "زیر زمین دوز" تھیں یہ روس میں علانیہ اور قانونی ہستی نہیں رکھ سکتی تھیں جب ان کے نمائندے ڈوما میں بھی آنے لگ گئے۔ تب بھی ان پر ضابطے کی اس دفعہ کے ماتحت مقدمات چلائے جاتے تھے جس کی رو سے سلطنت میں کسی بنیادی تبدیلی کی حمایت کرنا ایسا جرم قرار دیا گیا تھا۔ جس کی سزا موت تھی۔

ان جماعتوں کے اجلاس خفیہ ہوتے تھے۔ ان کے سرگرم کارکن ایک دوسرے کو فقط نمبروں سے جانتے تھے۔ ان کے رہنما ہمیشہ فرضی نام اختیار کر لیتے تھے۔ ایک چوبارے سے دوسرے چوبارے میں جلد جلد نقل مکانی کرتے ہوئے وہ پولیس سے مسلسل آنکھ آنکھ مچولی کا کھیل کھیلتے رہتے تھے۔ اور جعلی پروانہ ہائے راہداری حاصل کر کے ہی اپنی جان بچاتے تھے۔ ہر سرگرم کارکن زاریت کے قید خانوں میں سند فضیلت حاصل کرتا تھا۔ اور ایک دو مرتبہ قید ہو چکنے کے بعد اگلے جرم میں (جو خواہ اشتراکی مضامین کی تقسیم یا مزدوروں کے لئے رات کا مدرسہ قائم کرنے سے زیادہ سنگین نہ ہوں) سائبیریا میں جلاوطن کر دیئے جاتے تھے۔ ان کے کتب و رسائل یا تو کسی خفیہ چھاپہ خانہ میں کسی ناقابل گذر تہ خانہ کے اندر چھپتے تھے۔ یا بیرونی ممالک سے چوری چوری سرحد کے اندر داخل کر دیئے جاتے تھے۔ دونوں جماعتوں کے اعلیٰ تر رہنما اور سرگرم مدبر جلدی ہی ان مرکزوں میں جمع ہو گئے۔ جہاں آزاد مغرب میں جلاوطنوں کے ڈیرے ہوا کرتے تھے۔

جلاوطنوں کی بستی

تعمیل احکام

جب سے مذہبی ایذارسانی کا سلسلہ ختم ہوا ہے۔ کوئی ایسا مدرسۂ اخلاق نہ تھا۔ کاہل۔ آرام طلب۔ راحت پسند اور عیاش لوگ اشتراکی جماعتوں میں شامل نہ ہوتے تھے۔ ان کی محفلیں ایسے موقع پر اشخاص کے اڈے تھیں۔ جنہیں مغرب کی مزدور

انجمنوں میں بھی اپنے مواقع نظر آتے ہیں۔ سوائے اس اندیشہ کے کہ کوئی جاسوس یا پولیس
کا کوئی کارندہ اشتعال پرور ان کی صفوں میں آ جائے۔ ان فدا کار مردوں اور عورتوں کے
محرکات ہمیشہ پرخلوص ہوتے تھے۔ اگر وہ ایسے لوگ عارضی جوش میں آ کر جماعت میں شامل
ہو جاتے تھے۔ تو زار کے قید خانوں کی آزمائش جلدی ہی ان کو چھانٹ کر رکھ دیتی تھی۔ یہ
پرخطر زندگی ان قوت عمل سے عاری متخیلین کے لئے جو دوسروں سے مل کر کام نہیں کر
سکتے۔ بالکل غیر موافق تھی۔ اور ان پیٹ کے ہلکوں کے لئے بھی جو کسی راز کی پردہ داری نہیں
کر سکتے۔ جو لوگ ان وسیع سازشوں میں شامل تھے۔ (کیونکہ پولیس کے لئے تو اشتراکیت یا انجمن
عمال کی ہر سرگرمی سازش کی مترادف تھی) ان کے لئے آہنی ضبط و نظام کے سوائے کوئی
چارہ کار نہ تھا۔ جماعت جمہوری دستور العمل کی اجازت دے سکتی تھی۔ قائدین کا انتخاب روا
رکھ سکتی تھی۔ لیکن جب ایک دفعہ کثرت رائے سے فیصلہ ہو جاتا تھا۔ تو کامل اطاعت ضروری
تصور کی جاتی تھی۔ عملاً (اور بہر حال اس جماعت میں جو بعد میں انتہائی اشتراکی جماعت بن
گئی) ہر ممبر ایک فوجی سپاہی ہوتا تھا۔ جس کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنے سردار کے حکم کی تعمیل بغیر
ہر بحث کے۔ اور کسی جرح و قدح یا تامل سے کام نہ لے۔ خواہ وہ سردار کوئی فرد ہو یا کوئی جماعت۔
انتہائی اشتراکی جماعت الفاظ کے عین لغوی معنوں میں اپنے ارکان کی جانوں۔ تو توں
اور وقت کی مالک و مختار ہوتی تھی۔ اور اب بھی ہے۔ اگر دو سرگرم کارکنوں کی فوری ضرورت
پڑ جائے۔ ایک کی آرکینجل جانے کے لئے اور دوسرے کی اوڈیسہ اور یہ حکم کسی ماتحت شاخ
میں پہنچے۔ اور قرعہ انتخاب ایک مرد اور اس کی بیوی پر پڑے۔ تو وہ دونوں الوداع کہتے
ہوئے اپنے مقام خطر کو روانہ ہو جائیں گے۔ باوجود اس علم کے کہ ان میں تا زیست

پھر ملاقات نہ ہوگی۔ اگر اس قسم کی زندگی سے شجاعت اور بلند حوصلہ محنت کشی پیدا ہوتی۔ تو اس نے انفرادی قوت فیصلہ اور انفرادی ضمیر کو کچلنے کا میلان بھی ظاہر کیا۔ اور یہ امر انتہائی حیرت کا موجب ہے۔ جب ہم یہ خیال کریں کہ یہ مرد اور عورتیں اوسط سے زیادہ ذہنی سرگرمی اور قوت ارادی کی مالک ہیں میرے خیال میں خطرہ کا احساس دائمی اور مقصد میں ایمان کامل ہی اس کے اسباب ہو سکتے ہیں۔ سازشوں میں بھی فوجوں کی طرح اطاعت ہی ایک قانون نجات ہے۔ زار کی پولیس سے جھانسہ بازی کرتے ہوئے یہ سازشی ایک نادر جوانمردی کی کیفیت تو بعض پہلوؤں سے قائم رکھ سکے۔ لیکن وہ اخلاق کے ادنٰے اصولوں سے بے پرواہ ہو گئے۔ اُن کے نام جھوٹے تھے۔ ان کی پوشاک جھوٹی تھی ان کی گفتگو جھوٹ تھی۔ مقصد ذرائع کی وجہ جواز تھا۔

لینن کا اشتراکی جمہوری جماعت سے بالشویک جماعت پیدا کرنا

بالشویک جماعت اس انقلابی خود اعتمادی کا سب سے زیادہ بے باکانہ مظہر تھی لینن نے اشتراکی جمہوری جماعت میں دیدہ و دانستہ ناچاقی ڈال کر اس کی بنیاد رکھی۔ امر متنازعہ زیادہ تر چارٹروں سے تعلق رکھتا تھا۔ چونکہ تاریخ کی ہر تعبیر کے مطابق اور مارکس کی تعبیر کے مطابق بھی جمہوری آزادی حاصل کرنے کے لئے زاریت کے خلاف سیاسی انقلاب تمدنی انقلاب سے پہلے ناگزیر تھا۔ اس لئے کیا کسی اشتراکی جماعت کو دوسری آزاد خیال جماعتوں کے ساتھ عارضی اتحاد کر کے اسے جلدی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ ایک فریق جس کا رہنما پلیخانوف جیسا مہذب اور فاضل شخص تھا۔

اس کا جواب "ہاں" میں دیتا تھا۔ اس جماعت نے بعد میں ماسکو کے بلوہ کے وقت مزدوروں کی مورچہ بندی کی مذمت کی اور وقت آنے پر اس کے بعض قائدین علی الخصوص پلیخانوف نے جنگ عظیم کے دوران میں عارضی حب وطنی کا اظہار کیا۔

منشویک جماعت کا اخراج

سمجھوتے کے خلاف ڈٹی ہوئی اکثریت کی رہنمائی کرتے ہوئے لینن نے امتناعیہ کے انتہائی فیصلہ کی ٹھان ہی لی۔ اور اس معتد بہ اقلیت یعنی امن شویک فریق کو جماعت سے خارج کر دیا۔ اسے آرام طلب انقلابیوں کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ جماعتی حکمت عملی اور جماعتی تدابیر جنگ پر کارفرما ہونے کا عزم صمیم کر چکا تھا۔ اپنے عصر کے اشتراکی رہنماؤں میں سے تقریباً اکیلا وہی تھا۔ جس کی سادگی اور جدت طبع نے اس کے ذہن رہ نہیں میں وہ یقین راسخ کر دیا تھا۔ جس کا اقرار وہ ہر زبان کرتی تھی۔ کہ انقلابی اشتراک بالکل نزدیک اور ممکن ہے۔ اور اس لئے اس نے وہ کیا۔ جو گڈیوں کے وقت سے کسی سپہ سالار نے کرنے کی جرأت نہیں کی۔ اس نے دیدہ و دانستہ اپنی فوج کو کم کیا۔ اور جوں جوں وہ کم ہوتی گئی۔ اسے دیکھ کر شادمان ہوتا رہا۔ کیونکہ اسے یقین تھا۔ کہ وقت مقدر آئیگا۔ تو موافق اقتصادی حالات میں ایک قلیل مستقل مزاج فریق کا فولادی ارادہ شہری مزدوروں کو مجتمع کرنے اور مزدورانہ ڈکٹیٹرشپ کے قیام کیواسطے ان کو عسکری ترتیب دینے کے لئے کافی ثابت ہوگا۔ مگر نہ ہی لینن اور نہ اندرونی فریق کا کوئی اور آدمی ۱۹۱۳ء میں یہ پیشینگوئی کر سکتا تھا۔ کہ اشتراکی انقلاب ایک

روس جیسے صنعتی طور پر پس افتادہ ملک میں زیادہ دیر تک زندہ رہ سکتا ہے۔ جوان کا ارادہ تھا۔ وہ یہ تھا کہ وہ ایسی شمع ہدایت روشن کر دیں۔ جو پہلے جرمنی میں اور پھر باقی مغرب میں انشارۂ انقلاب ہو۔ انھوں نے اس ہتھیار کی طاقت کا کم اندازہ لگایا۔ جو خود انھوں نے ڈھالا تھا۔ لیکن وہ درمیانی اور اعلیٰ طبقوں کے نالائق اور آرام طلب "سفید" لوگوں پر فتح و ظفر حاصل کر گیا۔ کچھ تو بے شک اس وجہ سے کہ دہقانوں نے زمین پر قبضہ کرنے کی ٹھان لی۔ کچھ اس وجہ سے کہ مغربی مداخلت نے روسی حب الوطنی کو جوش دلایا۔ لیکن اس وجہ سے بھی کہ انتہائی اشتراکی لوگ ضبط و نظام اور اطوار و خصائل میں اپنے مخالفین سے بہت فائق تھے۔

نئے آدمیوں کو پارٹی میں شامل کرنے کا خطرہ

بالشویکوں کے برسر حکومت آنے کے وقت سے ہی یہ ظاہر تھا کہ ایک نازک اخلاقی خطرہ ان کے نظام کو لاحق ہو رہا ہے۔ انھوں نے پرانی حکمران جماعت اور تربیت یافتہ دفتری حکام کو یک قلم برطرف کر دیا۔ دیوانی ملازمت سے بھی۔ فوج سے بھی مقامی ادارہ ہائے انتظامیہ سے بھی اور ٹریڈ یونینوں سے بھی ہزاروں اسامیاں پر ہونے والی تھیں۔ اور ان کو انھوں نے دیدہ و دانستہ اپنے ہی محدود ممبروں میں سے پر کیا۔ جن میں اکثر ایسے مرد اور عورتیں تھیں جنھوں نے بمشکل لکھنا پڑھنا سیکھا تھا کیا وہ اپنی صفوں کو دوسری جماعتوں سے آنے والے نئے معتقدین کے لئے کھول دیں۔ ابتدا میں تو یہ خوف کہ ابن الوقت ان میں شامل ہو جائیں گے۔ کچھ زیادہ نہ تھا۔ ابھی تک وہ خطرہ کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

پہلے برسوں میں کم ہی لوگ انقلاب کی پائداری پر یقین رکھتے تھے۔ اُن کے ممبروں سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ بغیر حیل و حجت کے اپنی جانیں نثار کر دیں۔ وہی وہ ٹکر سہنے والا لشکر تھا جن پر زمانہ خانہ جنگی کی ہر خستہ حال امید کو آسرا تھا۔ خطرناک کمان کا کام انہیں کے سپرد تھا۔ انہیں کو دور دراز دیہات میں سفر کر کے جانا پڑتا تھا۔ جہاں بغاوت کا خطرہ ہو۔ اور اگر ان کی فوجوں کو شکست ہو جائے تو ہر قیدی جس کے متعلق انتہائی اشتراکی ہونے کا خیال ہو۔ نہایت بے دردانہ طور پر گولی سے اُڑا دیا جاتا تھا۔ تاہم ان خطرے کے دنوں میں بھی جماعت کے دروازے نئے مریدوں کے لئے بڑی احتیاط سے کھولے جاتے تھے۔ صرف ایک ہی مرتبہ جب ۱۹۱۹ء میں "سفید" اپنے انتہائی اقتدار میں تھے اور ڈینیکن اور جوڈینش کی فوجیں بیک وقت پیٹرو گراڈ اور ماسکو کے بالکل قریب پہنچ رہی تھیں تمام آنے والوں کو شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ ان لوگوں کی وفاداری پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جو اس وقت ان اجتماعی پسپائیوں کے خطرات کا مقابلہ کرنے پر آمادہ تھے۔ جو سفید لشکروں کی فتح کے بعد ضرور رہتے نہیں۔ لیکن جب یہ انتہائی خوف کا ہنگام گذر گیا۔ تو پھر سختی سے احتساب ہونے لگا۔

جماعت میں داخل ہونے کی مشکلات

اُمیدواروں کے چلن کی تحقیق

جو لوگ انتہائی اشتراکیوں کو اور جماعتوں کی طرح خیال کرتے ہیں۔ ان کے لئے اس جماعت میں داخل ہونے اور اس کے اندر رہنے کی مشکلات کا اندازہ لگانا محال

ہے کیتھولک پادریوں کی جماعت اور پرانے جرمن جنرل سٹاف (جنگی جرنیلوں کی اعلیٰ ترین جماعت) میں داخل ہونے کی شرطوں کو یکجا کر لو تو تمہیں یہ احساس ہونا شروع ہو گا۔ کہ اس چھلنی کے سوراخ کیسے باریک ہیں۔ امیدواری کی ایک ابتدائی منزل ہے جس میں سے ہر امیدوار کو گزرنا پڑتا ہے اور اس مرحلہ پر اس کے چلن کی وضتیق تشخیص کی جاتی ہے جب کوئی نوآموز پورا رکن بھی ہو جائے۔ تو تحقیقات جاری رہتی ہے۔ اخراج بکثرت ہوتا ہے اور گاہے بگاہے مکمل صفائی کی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لاکھوں سست اور ناقابل اعتبار ارکان برطرف کر دیئے جاتے ہیں۔

امتحان داخلہ
اور
وجوہات نامنظوری داخلہ

امتحان دماغی اور اخلاقی دونوں طرح کا ہوتا ہے۔ امیدوار کو ایک باقاعدہ نصاب تعلیم میں سے گذرنا ہوتا ہے جس میں مارکس کے اصول بھی (جسے اب روسی لینن ازم[1] کہتے ہیں) شامل ہیں۔ اور جماعت کے عملی کام کے طریقے بھی۔ اختتام پر ایک امتحان ہوتا ہے۔ جس میں راسخ الاعتقادی اور دماغی قابلیت دونوں کی آزمائش ہوتی ہے۔ اور بہت سے امیدوار "ناکامیاب" ہو جاتے ہیں کسی امیدوار

---

[1] لینن کے اصول

کو داخل کرتے وقت یا اُسے ممبر بنانے وقت کوئی شاخ جو تحقیق و تدقیق کرتی ہے۔ وہ اس کی پچھلی کارگذاری۔ اس کے خیالات۔ اس کے ذاتی چال چلن اور جماعتی خدمت میں اس کی سرجوشی کے متعلق ہوتی ہے۔ اس شخص کے لئے کم ہی گنجائش ہوتی ہے جو کبھی اشتراکی مقصد کی وفاداری میں مذبذب ہوا ہو۔ یا سٹہ باز یا منافع گیر رہا ہو۔ شراب کا شوق بھی نا قابل بنا سکتا ہے لیکن شاید سب سے زیادہ مہلک اعتراض جو کسی مرد یا عورت پر ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابھی تک اس میں وہ سرمایہ وارانہ "ذہنیت کے تاثرات موجود ہیں۔ اس لئے دستکار مزدوروں کی نسبت "دماغیین" کی آزمائش زیادہ سخت ہوتی ہے۔ درآنحالیکہ گذشتہ سال حکمت عملی یہ رہی ہے کہ مزدوروں کو زیادہ آسانی سے شامل کر لیا جائے ایک دولت مند آدمی خدا کی بادشاہت میں زیادہ آسانی سے داخل ہو سکتا ہے بہ نسبت اس کے کہ دماغیین میں سے کوئی انتہائی اشتراکی جماعت میں داخل ہو جائے کیا یہ اس لئے ہے کہ وہ دماغیین جو پہلے سے اس جماعت میں محفوظ بیٹھے ہیں۔ نوواردوں کے مقابلے سے خوف کھاتے ہیں۔ کیا اس کا باعث وہ خوف ہے۔ جو دستکار مزدوروں کو اکثر ان تربیت یافتہ دماغوں سے ہوتا ہے۔ جنھوں نے پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کی ہو؟ کیا اس کی وجہ یہ درست یقین ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ کم اطاعت گذار زیادہ تنقید پسند اور راسخ الاعتقادی کے عائد کردہ حکم کے کم متحمل ہونگے۔ یا اس کی بنا اس یقین صادق پر ہے کہ زندگی کا ایک ایسا نظریہ۔ اخلاق کا ایک ایسا ضابطہ اور حسن پسندانہ مذاق کا بھی ایک ایسا معیار ہے۔ جو مزدوروں کے لئے قدرتی ہے اور سرمایہ پرست کے لئے اس کا حاصل

کرنا بہت مشکل ہے۔ جو بھی وجہ ہو واقعہ یہ ہے کہ فی الحال اس جماعت کے دروازے نووارد "داعیین" کے لئے تقریباً بند ہیں۔

حلف اطاعت و غربت

مذہبی فرقے اطاعت، غربت اور عفت کے حلف لیا کرتے تھے۔ عفت وہ خوبی نہیں جس پر انتہائی اشتراکی اخلاق مصر ہوں۔ لیکن اطاعت اور کسی حد تک غربت کا تقاضا یہ ضرور کرتے ہیں۔ خلاف ورزی ضبط کی سزا کسی بڑے آدمی کے لئے علانیہ تنبیہ اور اعلیٰ عہدے کا چھن جانا ہے۔ یہی سزا ٹراٹسکی، زنیوولیف اور ان کے اور دوستوں کو دی گئی۔ مقدم الذکر نے سرخ فوج کو بنایا اور مؤخر الذکر نے تیسرے انٹرنیشنل (بین الاقوامی مجلس) کو لیکن جماعت نے ان اہم ترین عہدوں سے ان کو سبکدوش کرنے کے لئے اپنے آپ کو کافی مضبوط محسوس کیا۔ چھوٹے آدمیوں کے لئے تنزل زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اور سزا رکنیت سے علیحدگی سے لے کر روس کے وسیع علاقوں کے کسی دور افتادہ اور ناپسندیدہ حصے میں جلاوطنی تک ہوتی ہے۔

زیادہ سے زیادہ مشاہرہ کی حد

پارٹی میں داخل ہونا دولت کمانے کے لئے نہیں۔

ایک نادر قانون کے ذریعے جسے "جماعت کا مشاہرہ انتہائی" کہتے ہیں۔ مقابلۃً غریبی لازمی قرار دی گئی ہے۔ کوئی رکن کسی سرکاری ملازمت میں ایک مقررہ

انتہائی مشاہرے سے زیادہ نہیں لے سکتا جس کی مقدار ہر ضلع میں اخراجات زندگی
کے لحاظ سے مختلف ہے۔ ماسکو میں اس کی مقدار ۲۲۵ روبل ماہوار ہے اور ولیڈیمیر
میں ۱۸۹ روبل۔ ماسکو میں ایک برائے نام روپیہ ماہوار تنخواہ دوسرے
ممالک کی نسبت بہت کم قوت خرید رکھتی ہے۔ کسی کمیسر (وزیر) کو بھی کچھ زیادہ نہیں
ملتا۔ ایک انتہائی اشتراکی جو کسی سرکاری بنک کا ڈائرکٹر ہو جماعتی مشاہرہ پائیگا۔
مگر اس کا ہمعصر جو کسی جماعت سے تعلق رکھنے والا نہ ہو اس سے کئی گنا تنخواہ پا
رہا ہو۔ کسی کارخانہ کا سُرخ ڈائرکٹر اپنا مقررہ مشاہرہ پائیگا۔ اور اس سے زیادہ تنخواہ
کی امید نہیں کر سکتا حالانکہ "غیر جماعت بند" ماہر جو اس کے ماتحت کام کر رہا ہو اکثر صورتوں
میں اُس سے بہت زیادہ تنخواہ حاصل کرتا ہو گا۔ کوئی شخص جو قابل بھی ہو اور معزز بھی
وہ اس جماعت میں اس امید پر داخل نہ ہو گا۔ کہ اس کے لئے دولت کا راستہ کھل جائیگا۔

بدکردار افراد کی موجودگی اور ان کا حشر

مگر اس شخص کا ذکر ابھی باقی ہے جس میں قابلیت اور قوت تو ہو لیکن احساس
عزت کے بارے سبک دوش ہو۔ اس کے لئے بالیقین جماعت مواقع پیش کرتی ہے
جن سے وہ مستفید ہو سکتا ہے۔ لیکن اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر ایسی صورتیں
پیش آتی ہیں۔ اور حقیقتاً وہ بکثرت ہیں۔ جہاں انتہائی اشتراکی کسی دلکش اسامی
کو حاصل کر کے نفس کشی کی زندگی بسر کرنا ترک کر دیتے ہیں۔ اور اپنے عیش و عشرت کے
لئے رشوت لینے لگ جاتے ہیں اور بڑے پیمانہ پر خیانت بھی شروع کر دیتے ہیں۔

جب میں روس میں تھا تو ایک تکلیف دہ مثال اخبارات میں شائع ہوئی۔ چھ اشخاص جو سائبیریا کے ضلع میں اعلیٰ انتظامیہ عہدوں پر فائز ہو گئے تھے عیش پرستی پر مائل ہو گئے۔ اور آپس میں مل کر ۵۰ ہزار روبل کھا گئے۔ یہ بدکرداری ایک عرصے تک جاری رہی۔ انجام کار وہ پکڑے گئے۔ مقدمہ چلا اور ان کو گولی مار دی گئی۔ دو سال ہوئے اسی قسم کی بدکرداریوں کا مرض متعدی ہو گیا تھا مجھے معلوم ہوا کہ اب حالات بہتر ہیں۔

بدکرداروں سے جماعت کو پاک رکھنا ناممکن ہے

یہ امر بالکل عیاں ہے کہ اب کوئی ہوشیاری اور حفاظت اس جماعت کو ایسے لوگوں سے پاک نہیں رکھ سکتی۔ جن کا مدعا ذاتی ترقی ہے۔ خطرے کا وقت گذر چکا۔ ایذا و تشدد کا قطع و برید کرنے والا خنجر اب اس کی صفوں کی صفائی نہیں کرتا۔ بلکہ جو شخص جماعت کے اندر ہو وہ باہر سے زیادہ محفوظ ہے اور روس میں اکثر لوگ اب انقلاب کو پائدار شمار کرتے ہیں۔ انتہائی مشاہرہ خواہ اس سے کم ہو جو ایک قابل غیر رکن کما سکتا ہو لیکن اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ ایک اچھی قابلیت کا آدمی گو وہ غیر معمولی قابلیت نہ رکھتا ہو۔ اور خصوصاً اگر وہ دستکار مزدور ہو تو وہ اپنے کارخانے یا انتظام عامہ کے کسی شعبے میں مقابلۃً بہت جلدی کوئی اہم جگہ حاصل کر لیگا۔ اور شائد زیادہ تنخواہ بھی پا سکیگا۔ اگر وہ جماعت میں داخلے کی کوئی سبیل پیدا کر سکے۔

بدکرداروں کو دور رکھنے والے اسباب

لیکن توازن قائم رکھنے والے اسباب بھی ہیں۔ یہ جماعت اپنے ارکان سے وقت پر بہت سخت مطالبات کرتی ہے۔ میں نے ارکان کو یہ افسوس سے کہتے سنا ہے کہ ان کو مشکل سے کوئی خالی شام ایسی آتی ہے۔ جسے وہ اپنے اہل وعیال میں یا کسی کتاب کے پڑھنے میں صرف کرسکیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ لوگ محض اس وجہ سے رکنیت سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ کہ جماعت ان کے وقت پر ناقابلِ برداشت تاخت کرتی ہے اور ان سے ایسی خدمات کا مطالبہ کرتی ہے۔ جنہیں ان کی صحت اور طاقت برداشت نہیں کرسکتی۔ ایک دوڑ دھوپ کرنے والا چست و چالاک آدمی شاید راحت محسوس کرے۔ لیکن اب جب کہ انقلاب اور خانہ جنگی کا ہنگامہ خیز دور ختم ہو چکا ہے۔ یہ جماعت غدر و خوض کرنے والی طبیعتوں کے لئے بہت کم کشش رکھتی ہے۔ یہ اندازہ لگانا ناممکن ہے کہ کس حد تک اب جماعت میں ذاتی اغراض کو غلبہ ہے یا بنی نوع انسانی کی خدمت اور اپنے مقصدِ اعلیٰ کو عروج دینے کی بے غرض خواہش کو میرا اپنا قیاس یہ ہے کہ بحیثیت مجموعی جماعت کے دو حصے تو آزمائش میں ایسے کامیاب اتریں گے۔ جیسا کہ انسانی کمزوری اجازت دیتی ہے۔ ایک تو پرانے آدمی جو زار کے ایذا و تشدد کی آتشیں آزمائش سے گزر کر اعلےٰ جگہوں پر پہنچ چکے ہیں۔ اور دوسرے نچلے درجوں کے اکثر پرانے لوگ جو اپنی ادنیٰ جگہوں سے اونچا جانے کی کبھی تمنا ہی نہیں رکھتے۔ موقع جو عموماً درمیانی درجے میں پائے

جاتے ہیں اور انہیں صوبجاتی نظم ونسق اور صنعت میں چھوٹی اسامیاں مل جاتی ہیں انہیں لوگوں میں تکلیف وہ بدعنوانیوں کی طرف میلان ہوا کرتا ہے۔

نئی نسل کی تربیت۔ نوخیز اور نوجوان

اسی اثنا میں ایک نئی پشت تیار ہو رہی ہے۔ جسے انقلاب کے وقت سے ایسے مدرسوں میں تعلیم دی جا رہی ہے جو اشتراکی تخیل کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد کثیر نوجوانوں کے دو اداروں سے گزرتی ہے۔ ایک تو نوخیز (PIONEERS) ہیں جن میں ۱۶ سال کی عمر تک کے بچے تعلیم پاتے ہیں۔ اور دوسری انجمن نوجوانان (LEAGUE OF YOUTH) جس میں ۲۳ برس تک کے نوجوان مرد اور عورتیں شامل ہیں۔ یہ ادارے برطانوی سکاوٹوں اور ان سے بہت مختلف جرمنی کی تحریک نوجوانان سے کچھ کچھ ظاہری مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ کھیل کود کی رغبت دلاتے ہیں اور موسم گرما میں بشاشانہ کھلی ہوا میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان میں گانا اور ناچ ہوتا ہے۔ اور تھیئٹر کی تفریح کا بندوبست بھی۔ لیکن یہ بڑی تندہی سے سیاسی بھی ہیں اور مارکس کی اقتصادیات اور تمام انتہائی اشتراکی فلسفہ حیات کا سنجیدگی سے مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ نوخیزوں (PIONEERS) کی حالت میں بھی ہر طرح کی معاشرتی خدمت کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ان کا ایک گروہ ان پڑھوں کو پڑھاتا لکھاتا نظر آئیگا۔ شہروں کے لڑکے اپنا پروپیگنڈا دیہات میں لے جائیں گے۔ تاکہ ان کی عمر کے کسانوں کے لڑکے فائدہ اٹھا سکیں۔ بعض دفعہ وہ کسانوں کو ان

کی مشینیں مرمت کرنے میں امداد دیتے ہیں۔ یا کسی بیوہ جنگ کے کھیتوں کی کاشت اُس کے لئے کر دیتے ہیں۔ ماسکو میں وہ جنگ اور قحط کے اُن بدنصیب یتیموں کے بچانے میں مدد دیتے ہیں۔ جو جرائم اور منشیات کی زندگی میں گھسے ہوئے ہیں۔ یہ ادارے اخلاق اور تخیلِ حیات کا ایک ایسا نمونہ ایجاد کر رہے ہیں۔ جو فطرتاً خیر خواہ عوام ہے اور وہ اُن تمام اقسام سے مختلف ہے۔ جو ایسی سوسائٹی میں پیدا ہوں جو رقیبانہ نیکیوں کی تعریف کرے اور ان کو رواج دے۔ جب یہ نوجوان کامل مرد اور عورتیں ہو جاتے ہیں تو انہیں سوویٹ جماعتوں میں منتخب ہونے اور ذمہ داری کا بوجھ اُٹھانے کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ انہیں میں سے جماعت کو رنگروٹ مہیا ہوتے ہیں لیکن یہ بھی امتحان اور دقیق تحقیق کے بغیر نہیں لئے جاتے۔ اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں۔ جو نوجوانوں کے دونوں اداروں سے گذر چکنے کے باوجود آخری آزمائش میں پورے نہیں اتر سکتے مجھے گمان ہے کہ جو نوجوان یہ تربیت حاصل کر لیتے ہیں۔ وہ اقتدار کے لالچ میں بہت کم آتے ہیں۔ بہ نسبت ان نوآموزوں کے جو پختہ عمر میں اور ایذا و تشدد کے ضبط سے گذرے۔ بغیر جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔

تین بنیادی اُصول

انتہائی اشتراکی جماعت جسے لینن کے مضبوط ہاتھ نے جامہ ہستی پہنایا تھا۔ ایک مخصوص نوعیت اختیار کر گئی۔ جس کی بنا زیادہ تر تین اصلی آثار پر تھی۔ اوّل تو یہ ہے۔ کہ اس کے داخلہ کا طریقہ نہایت سخت تھا۔ یہ ہمیشہ مُنزل گروہوں اور دو دلے یا

نالائق افراد کو ساتھ رکھنے سے انہیں علیحدہ کر دینا بہتر سمجھتی تھی۔ دوسرے یہ کہ اپنے آپ کو بہت سخت ضبط و نظام کے تابع رکھتی تھی۔ اور ہر اثر انداز فیصلہ مرکز میں کیا جاتا تھا۔ تیسرے یہ کہ اس مرکزیت کے باوجود یہ جانتی تھی۔ کہ ہر فرد واحد میں کس طرح سرگرمی پیدا اور برقرار رکھی جاتی ہے۔ یہ ان خصوصیات سے کبھی عاری نہیں ہوئی۔ لیکن کچھ عرصہ کے لئے اس کے مرکزیت اقتدار کے تخیل (Ideal) اور انفرادی ذمہ داری کے رواج کا نازک ارتباط (Harmony) سخت خطرے میں تھا۔ یہ اندیشہ لینن کی موت سے شروع ہوا بلکہ اس کی طویل علالت کے آخری دور سے ہی۔ ہر ایک اس تشویش میں تھا۔ کہ جماعت اور بیرونی دنیا پر اس عدیم المثال عالی دماغ (genius) کے گذر جانے کا۔ کیا اثر ہو گا؟ کیا اس کے بعد کام آدام سے چلتا جائیگا؟ کیا رہنماؤں کے درمیان رقابت پیدا ہو جائے گی۔ جس کا اثر (   ) جماعت پر بھی پڑیگا۔

فوق العادہ وفاداری اور ضبط نظام

نتیجہ یہ ہوا کہ اس اندیشہ کے سدباب کے طور پر فوق العادہ وفاداری اور فوق العادہ ضبط نظام کی تقریباً مریضانہ کیفیت طاری ہو گئی۔ اتفاق کلی کا عقیدہ رونما ہو گیا۔ جماعت کے اندرونی مباحثے جو اس کو باصحت اور زندہ رکھتے تھے ٹھنڈے پڑ گئے۔ مرکزی نظام نے ایسے اختیار بہ تنے شروع کر دیئے کہ وہاں سے اُن سکرٹریوں اور دوسرے عہدہ داروں کی نامزدگی یا اُن کے نام کی سفارش ہونے لگی جنہیں منتخب کیا

ماتحت شاخوں کو آزادانہ حق تھا۔ وہ سکوت وہراس جو ہر ڈکٹیٹر شپ بیرونی دنیا پر عائد کرتی ہے۔ خود ڈکٹیٹروں پر طاری ہو گیا۔ تھوڑا عرصہ تو یہ ڈر ہونے لگا۔ کہ یہ جماعت ایک گونگی فوج کی طرح ماسکو کے ایک گروہ کی تابع فرمان ہو جائے گی۔ جس کے ہاتھ میں ہر عہدہ ہے۔ اور جو جلدی ہی اُن کانگرسوں پر حاوی ہو جائے گی۔ جو اسے برائے نام منتخب کرتی ہیں۔ اور جماعت کی حکمت عملی کا فیصلہ کرنے لگ جائے گی۔ وہ ارکان جو ماتحت شاخوں کے اجلاس میں کسی طبعزاد اقدام عمل یا آزاد خیالانہ ہشیاری کا اظہار کرتے تھے۔ اُن سے نفرت و اجتناب کیا جانے لگا۔ لینن کی تعلیم ایک سخت اور واجب التسلیم مذہب کی طرح منوائی جانے لگی۔ اور چونکہ ہر الہام کی طرح اس کی تفسیر بھی ضروری تھی۔ اس لئے جماعت کے اُن عہدہ داروں نے جو ماسکو میں تھے۔ پادریانہ عبائیں زیب تن کر لیں۔ اگر یہ صورتِ حال جاری رہتی تو یہ جماعت خود دار آدمیوں کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتی *

ٹراٹسکی کی احتجاجی کارروائی

ضبط نظام کے ساتھ جمہوریت بھی ہے

احتجاج کی رہنمائی ٹراٹسکی کے حصہ میں آئی اور سال گذشتہ اس نے چالبازی کو نظرِ حقارت سے دیکھتے ہوئے بہادری سے اس کام کو نباہا۔ اکثریت کی اقتصادی حکمت عملی پر حملہ کرنے میں وہ (اگر کسی غیر کو فیصلہ دینے کا حق ہے) غلطی پر تھا۔ اور اس میں وہ ناکامیاب ہوا اور وہ ناکامیاب ہونے کا حق دار تھا۔ اپنے اس مطالبہ میں کہ جماعت

سکے اندر جمہوریت از سرِ نو قائم ہونی چاہیئے۔ وہ بالکل حق بجانب تھا۔ اور یہاں وہ کامیاب ہؤا۔ سکوت کا طلسم محض اسی امر واقعہ سے ٹوٹ گیا کہ اس نے جماعت کے اندر روسی حکمت عملی کے اہم ترین نظریوں پر کامل مباحثۂ عام ناگزیر کر دیا۔ آج کل ماحول بہت ہی صاف اور صحت بخش ہے۔ سکوت بھی کم ہے اور خوشامد بھی۔ مرکزیت بھی کم ہے۔ جماعت کے اندر ایک "فریق مخالفت" موجود ہے جس میں اس کے کئی بہترین آدمی شامل ہیں۔ خواہ بیچ فہم ہو اور خواہ یہ کسی یگانگتِ خیال کی نیابت نہ کرتی ہو۔ لیکن یہ ہر نقطہ پر جو سامنے آئے مکمل بحث کو ناگزیر کرنے کے لئے کافی طاقت ور بھی ہے اور جب تمام جماعت بحث کر چکے تو یہ جماعتی فیصلہ کے سامنے تسلیم خم کرنے کے لئے کافی فرمانبردار بھی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ جماعت زندہ ہے کیونکہ اس میں ضبط نظام کے ساتھ جمہوریت بھی شامل ہے۔

نواں باب

ڈکٹیٹر شپ

پرانے سلوک کے عود کرنے کا خطرہ!

ہر جماعت جو حکمرانی کی آرزو رکھتی ہو۔ اقتدار حاصل کرتے ہی خطرے میں مبتلا ہو جاتی ہو۔ انتہائی اشتراکی جماعت کا خطرہ اس خطرۂ عمومی سے بڑھ کر ہے۔ ایک خاص اور مقامی اندیشہ اسے لاحق ہے۔ اس نے ایک ایسے ملک میں وراثتِ اقتدار پائی ہے۔ جس کی روایاتِ حکومت تمام یورپ میں بدترین تھیں۔ اس کے ارکان طبعاً ......) جانتے ہیں۔ کہ روس کے حکمران کیسا سلوک کیا کرتے تھے۔ اردگرد ہر طرف ایسے مرد اور عورتیں ہیں۔ جو اپنے حاکموں سے کسی بہتر معیار اخلاق کی توقع نہیں رکھتیں۔ روس کے نئے ڈکٹیٹروں کو جو خطرۂ عظیم درپیش ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ بھی آہستہ آہستہ اپنے ماتحت عوام کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ شروع نہ کر دے۔ جیسا کہ پرانی دفتری حکومت کیا کرتی تھی۔ روسی کئی سال سے شکایت کر رہے ہیں۔ کہ سوویٹ نظام کے ماتحت بھی وہی چیز پیدا ہو رہی ہے۔ جسے وہ "دفتری حکومت" کہتے ہیں۔ اس لفظ کے ایسے معنی ہیں۔ جو

ہمارے لئے اجنبیہ ہیں۔ بے شبہ اس میں وہ عادت شامل ہے۔ جسے ہم "سرخ فیتہ" والی کہتے ہیں یعنی ایک کند نگر ضمیر کی آواز پر لبیک کہنے والی ذہنیت جو قواعد کی پیروی کرتی ہے لیکن ضابطوں کی ترجمانی کرنے میں ہمدردی تخیل بلکہ معمولی عقل سے بھی کام نہیں لیتی۔ یہ لعنت اور ملکوں کی طرح روس میں بھی موجود ہے۔ تمام سلسلہ ایک پیچیدہ طریق کار د   ا کی پیروی میں حد سے زیادہ سخت۔ گراں بار۔ سست رفتار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے سست اور باعث تضیع وقت و زر ہو جاتا ہے۔ ایک معمولی سے فیصلہ پر بے شمار محکموں نے نظر ثانی کرنی ہوتی ہے۔ اور سب ہی صبر آزما سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔

دفتری حکومت کی بد خلقی

ایک چشم دید واقعہ

گو یہ کیفیت بذات خود کافی بری ہے۔ لیکن روسیوں کے "دفتری حکومت" کے معنی اور بھی ہیں۔ اُن کا مطلب سب سے بڑھ کر یہ ہوتا ہے۔ کہ سرکاری افسر ان معمولی انسانوں کو جن سے روس کا واسطہ پڑتا ہے۔ ادنیٰ مخلوق سمجھتا ہے۔ جس کے لئے وہ کوئی سردردی کرنے کو تیار نہیں اور جو اس کی خوش خلقی اور توجہ کی بھی مستحق نہیں۔ اس قسم کا افسر ہمیشہ کسی اہم کام میں مصروف ہوتا ہے اور انسان کو پھر آنے کے لئے کہتا ہے۔ وہ عوام کے مذاق کا ہر دلعزیز تختۂ مشق ہوتا ہے۔ اور میں نے ایک نقل ہوتی دیکھی جس میں اس کی ہجو کی گئی تھی۔ دراصل جیسا کہ فی الواقعہ ہوا

اُس عورت کی) اور تمام حاضرین جنہوں نے بظاہر اس کے ہاتھوں تکلیف اٹھائی!
تھی۔ خوب محظوظ ہو رہے تھے۔ مجھے بھی اسی ہی شخصیت سے سابقہ پڑا۔ گو روسی
عادتاً غیر ملکیوں سے قریباً حد سے زیادہ حسن سلوک روا رکھتے ہیں۔ مگر ایک ہی مرتبہ
ایسا ہوا اور وہ بھی ایک متقابلتاً ادنیٰ عہدہ دار سے ملاقات کرنے میں۔ کیونکہ زیادہ
تر چھوٹے چھوٹے عہدہ دار ہی اس تکلیف دہ غرور کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں جب
طبیعت بدترین ہو جاتی ہے۔ تو اس قسم کے عہدہ دار بے توجہی سے درشتی پر اتر آتے
ہیں۔ اور جب سچا انسانی سواد نرم اور تسلیم خم کرنے والا نظر آئے تو درشتی سے
غارت گرانہ عادات اختیار کر لیتے ہیں۔ گوگول کے طبیعت کو بے قابو کر دینے والے
مذاقیہ ڈرامہ "انسپکٹر جنرل" میں گورنر اپنے شہر کے سوداگروں سے توقع رکھتا تھا۔
کہ مصری کے بڑے بڑے کوزے اور اعلیٰ درجے کی شراب کی بوتلیں اسے مہیا
کریں۔ اور ایک ایسے بڑے آدمی کی خدمت کرنے کو باعث عزت سمجھیں۔ میں
نے ایک سوویٹ عہدہ دار کی بابت جو اسی طرح کے ایک چھوٹے شہر میں تھا۔
(وہ وہ بلیڈیبر نہیں تھا) یہ سنا کہ جس چیز کی اس کو ضرورت ہوتی تھی۔ وہ شہر کی دوکانوں
سے منگاتا اور سمجھتا یہ تھا کہ بل محض رسمی طور پر بھیجے جائیں گے۔ وہی شخص ان جوان
عورتوں سے جو ملازمت میں تھیں یہ امید رکھتا تھا۔ کہ وہ اپنی توجہات کے ذریعے
ترقی درجہ یا تحفظ عہدہ کا بندوبست کریں۔ کچھ عرصہ تو وہ گزارہ کر سکا۔ بعض کی بزدلانہ
اور بعض کی غلامانہ ذہنیت سے فائدہ اٹھاتا رہا۔ اور اس بے انتہا تحمل اور کسی کے
سر نہ آنے کی عادت سے جو روسیوں کو مغربی قوموں سے ممتاز کرتی ہے مطلب

برآری کرتا رہا۔ لیکن ایک نوجوان نے جو باقیوں سے زیادہ دلیر تھا۔ اپنے دوستوں کے مشورہ کے برخلاف صدر مقام میں شکایت کر دی۔ اور طویل تحقیقات کے بعد نہ فقط وہی شخص بلکہ اُسی ذہنیت کے تمام عہدیداروں کا گروہ جسے اُس نے اپنے گرد جمع کر لیا ہوا تھا۔ برطرف کر دیئے گئے۔ جن ملکوں میں بھیڑیں زیادہ ہوں اور نگہبان کم۔ وہاں بھیڑیئے بڑھینگے اور خوشحال ہونگے۔

زمانہ زار کی خرابیوں کی موجودگی کا سبب

ان تمام چھوٹی بڑی خرابیوں کی جڑ روسی قوم کی جھکنے کی عادت اور تقدیر پرستی ہے۔ صدیوں کے تجربے نے ان کو سکھایا تھا۔ کہ افسروں سے اسی قسم کے چلن کی توقع رکھیں۔ انقلاب کے بعد بھی وہ اپنی دادرسی کی طاقت کا احساس نہیں کرتے۔ اور اگر وہ اقتدار کامل رکھنے والی انتہائی اشترا کی جماعت کے رکن نہ ہوں تو ان کا یہ عدم احساس قابل عفو ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ کہ اس جماعت نے فی الحقیقت ایک قسم کی اجتماعی .... خودمختاری قائم کر دی ہے۔ جو یقیناً اپنے مقاصد اور مفاد عامہ کو ملحوظ رکھنے کے لحاظ سے تو زاریت کی خودمختاری سے مختلف تھی۔ مگر عملی طور پر رائے عامہ کے سامنے اسی کی طرح .. بالکل جواب دہ نہ تھی۔ حقیقتہً وسیع اختلافات کے نیچے اس قدر نمایاں مطابقت تھی۔ کہ ماسکو کے ایک تھیٹر نے گوگل کے مذاقیہ ڈرامہ کی ایک مناسب وقت نقل پیش کی ہے۔ جس کا نام کامریڈ کلیشٹا کوف رکھا ہے۔ لیکن ظرافت اسی طریق پہ

یے نکان جاری رہتی ہے۔ گو انتہائی اشتراکیوں کے بارگراں کیسے ہی ثقیل کیوں نہ ہوں۔ وہ تصور عامہ میں امتیازی حقوق رکھنے والی جماعت ہیں۔ میں نے ایک صوبجاتی سٹیج پر بیتیارہ مذاقیہ نقلوں میں سے ایک نقل دیکھی جو اسی مضمون سے متعلق تھی۔ اُس کا مضمون اس نوعیت کا تھا۔ کہ ایک نوجوان نے اپنے آپ کو انتہائی اشتراکی بنانا شروع کیا تاکہ ایک مذبذب شخص اسے اپنا داماد بنانے پر رضامند ہو جائے۔

انتہائی اشتراکی جماعت کو دفتری حکومت کے روایتی سلوک کا احساس۔

میرے اس سالہ سفر روس میں کسی چیز نے مجھ پر اتنا اثر نہیں کیا۔ جتنا اس امر کی شہادت نے کہ انتہائی اشتراکی جماعت خود اُس خطرے کو محسوس کر رہی ہے۔ جو اسے دفتری حکومت کے روایتی طریق و سلوک کی پیروی سے لاحق ہو رہا ہے۔ کوئی بلند آواز مخالف جماعت موجود نہیں ہے۔ جو سنگِ محافظ کا کام دے۔ لیکن یہ فرض اسی جماعت کے سرکاری اخبار مہ پراودا نے اپنے ذمے لے لیا ہے۔ ایسی اور اسی طرح کی اور خرابیوں کی مذمت میں یہ اخبار کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتا۔ اور اس نے اس غلامانہ چاپلوسی اور مصیبت کش شدہ بے حسی کے خلاف بھی مسلسل جہاد شروع کر دیا ہے۔ جو ان خرابیوں کو ممکن بناتی ہے لیکن یہ اخبار محض مقالہ ہائے افتتاحیہ لکھنے پر ہی اکتفا نہیں کرتا۔ اس نے ایک عجیب و غریب طریقہ اختیار کیا ہے۔ جس کی نشو و نما ظاہر کرتی ہے۔ کہ روس

میں سوسائٹی خود بخود اپنی جمہوریت کے اعضاء کار کے ارتقا کی سبیل کر رہی ہے۔
میں نے قبل ازیں پندرہ روزہ اخبار "چاپک" کا ذکر کیا ہے۔ جو ماسکو کے تین پہاڑیوں
والے کارخانے کے مزدوروں کی طرف سے اور انہیں کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔
اس میں دو کالم ایسے تھے۔ جن میں کارخانہ کی زندگی کی مختلف شکایتیں اور خرابیاں
آزادانہ اور تلخ زبان میں زیر بحث آتی تھیں۔ ان میں سے ایک میں لکھا تھا۔
کہ ایک مشین کا بیکار پڑا رہنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ منتظم نالائق ہیں
ایک دوسرے میں فورمین پر نام لے کر حملہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ ایک لڑکی سے۔ جو
اس کے ماتحت کپڑے کا کام کرتی تھی۔ یہ توقع رکھتا تھا کہ وہ اس کے لئے چائے بنایا
کرے اور لکھا تھا کہ فورمین نے نہ صرف لڑکی کو اپنا غلام بنا کر ذلیل کیا ہے بلکہ اس
طرح اس نے اس کی کمائی کا کچھ حصہ لوٹ لیا ہے۔ ہر کارخانہ کے اخبار میں اسی قسم
کے کالم موجود ہیں۔ اور زیادہ سنگین الزامات عام صوبہ وار اخباروں میں نمودار
ہوتے ہیں۔ بلکہ دارالخلافوں کے بڑے اخبارات میں بھی۔ جو مزدور کارخانہ کی زندگی
کے متعلق اس طرح بے باکانہ مضامین تحریر کرتے ہیں۔ بلکہ فی الحقیقت عام انتظامی
معاملات کے متعلق اسی طرح نکتہ چینی کرتے ہیں انہیں آبیٹ گوڑ یعنی مزدوروں
کے نامہ نگار کہا جاتا ہے۔ ان کی حیثیت تقریباً وہی ہے۔ جو قدیم رومتہ الکبریٰ
میں عوام کے حاکم فوجداری ر ، کی ہوا کرتی تھی۔ یعنی فرمانرواؤں
کے با استحقاق ر ، نکتہ چین اور عوام الناس کے حمایتی۔ ان
نامہ نگاروں کا منصب یہاں تک تسلیم ہو چکا ہے۔ کہ ان کو ایک حد تک کہ قسے آزادی

حاصل ہے اور حال ہی میں جب ایک نامہ نگار کو ایک غضب ناک افسر نے نکتہ چینی سے برافروختہ ہو کر قتل کر دیا۔ تو اس پر قتل کا مقدمہ نہیں چلایا گیا۔ مخالف انقلاب کوشش کا اُس سے بھی سنگین تر الزام لگایا گیا۔

پراوادا اخبار کی کارگذاریاں

یہ تو ظاہر ہے کہ جو مدیر اس طرح کی تنقید شائع کرتا ہے وہ گویا بار ذمہ داری سر پر لیتا ہے۔ پراوادا اخبار ان الزامات اور نکتہ چینیوں کی تحقیقات کے لئے جو اسے بذریعہ خطوط پہنچتی ہیں۔ ایک بڑا انتظام رکھتا ہے۔ اور بعض دفعہ اس غرض کے لئے اپنے خاص نامہ نگاروں کو متعین کرتا ہے۔ بعض دفعہ مقامی جماعتی وسائل کو استعمال میں لاتا ہے۔ اور بعض دفعہ متعلقہ کارخانہ کی کارکن کونسل سے استفادہ کرتا ہے۔ اس کی کتابوں میں تمام ملک کے مزدوروں کے نامہ نگاروں کی تعداد ۳ لاکھ سے کم نہیں اور حال ہی میں ان سب کی ایک کانفرنس بلائی گئی تھی۔ تاکہ ان طریقوں کا فیصلہ کیا جائے۔ جن پر سب کو عملدرآمد کرنا چاہئے۔ ۲۰ مستقل عملہ اس محکمہ کا کام کرتا ہے۔ اس کا افسر اعلیٰ روس کے سب سے ہونہار نوجوان ادیبوں میں سے ایک مقرر کیا گیا ہے جس کے متعلق یہ ذکر کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ وہ خود اشتراکی جماعت کا رکن نہیں۔ جو مکتوب آتے ہیں۔ اُن میں سے چند ایک خاص مکتوب ہی شائع کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن سب کی تشریح کی جاتی ہے۔ اور اُن کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ اور وقت معینہ پر متعلقہ محکموں اور اداروں کو ان کی بنا پر رپورٹیں تیار کر کے بھیجی جاتی ہیں۔

اس طرح پراوادا، جماعت منتظمہ کو رائے عامہ کا ایک زندہ اور حساس آئینہ مہیا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ جو لوگ ڈکٹیٹر شپ کے نظام کو چلا رہے ہیں۔ وہ اس طرح سے یہ جان لیتے ہیں۔ کہ کہاں تکلیف محسوس ہو رہی ہے اور ان کو یہ علم بھی ہو جاتا ہے۔ کہ مزدور عوام میں مشترکہ فارغ البالی کے بارے میں کیا آرزوئیں اور امنگیں پیدا ہو رہی ہیں۔ میں نے وہ مثالیں سنیں۔ جہاں نئے اہم قوانین یا قوانین کی ضروری ترمیمیں انہیں اطلاعات پر مبنی ہوئیں۔ کسانوں کی پیداوار پر معاملہ لگانے کا طریقہ اسی طرح سے سمجھایا گیا۔ ان تمام سرگرمیوں کو پراوادا درست طور پر پوری پوری اشاعت دیتا ہے۔ تاکہ روس کی حد سے زیادہ جھجکنے والی اور متحمل و خاموش پبلک کو متواتر مثالوں سے یہ حوصلہ دلایا جائے کہ رائے عامہ کی قدر...... ڈکٹیٹر شپ کے ماتحت بھی ہوتی ہے۔

رائے عامہ دریافت کرنے کے دیگر ذرائع

حال ہی میں رائے عامہ کو دریافت کرنے کا ایک ہی طریقہ نہیں دریافت کیا گیا۔ کارخانوں کے ہفت روزہ یا پندرہ روزہ طبع شدہ اخبارات کے علاوہ ہر ادارہ میں جس میں زیادہ کارکن ہوں۔ بلکہ بڑے اداروں کے ہر محکمہ میں اپنی اپنی دیواری اخباریں ہوتی ہیں۔ یہ بڑے بڑے کاغذ ہوتے ہیں۔ جن پر عملہ کے لوگ اور عموماً ادنیٰ درجہ کے ارکان مضامین، نظمیں۔ دستی تصاویر اور کارٹون تحریر کرتے ہیں یہ جوشیلی روح کے مظاہرے نہ صرف کارخانوں میں نظر آتے ہیں۔ بلکہ دفتر خارجہ کے

مقدس برآمدوں - مدرسوں - دیہاتی کلبوں اور فوجی بارکوں میں کسی خلاف ورزی کا عنصر غالب ہوتا ہے - جو بعض دفعہ امور عامہ پر طبع آزمائی کرتی ہے اور بعض دفعہ اداروں کے داخلی معاملات پر ان کا تذکروں میں ان شکایات کا اظہار ہوتا ہے اور ہجو گوئی بدگمان کو پہنچی ہوتی ہے جس میں اپنے سے اعلیٰ اشخاص اور افسروں تک کی خبر لی ہوتی ہے انجمن عمال کی کانفرنسوں میں جو تجاویز منظور ہوتی ہیں - اور جن کا دائرہ عمل لازماً نہایت وسیع ہوتا ہے - احساس عامہ کے اظہار کا ایک اور ذریعہ ہیں - آخر میں جماعتی پروگرام کی ترمیمیں بھی ہیں جنہیں انتخابی جلسوں میں منظور کیا جاتا ہے - (ملاحظہ ہو تیسرا باب [illegible]) ترمیمیں بنیادی سوچ بچار جماعتوں کے لئے اس امر کی منتخبہ رہنمائی کرتی ہیں (اور انہیں یہ رہنمائی کرنی چاہیئے) کہ جماعتی حکمت عملی میں کونسی تبدیلیاں رائے عامہ کو پسند ہونگی - یہ ترمیمیں مفید ہدایات دے سکتیں - اگر جلسوں کی کارروائی ایسی سرعت سے نہ ہوا کرتی جیسی عموماً ہوتی ہے +

غیر مرئی تبدیلی کا یقین

ان تبدیلیوں کو دیکھ کر اور انتہائی اشتراکی رہنماؤں سے بات چیت کرکے میرے دل میں یہ یقین پیدا ہو گیا کہ ایام حال میں اس جماعت میں غیر مرئی تبدیلی واقع ہو رہی ہے - ڈاکٹر جیر شیپ تو کسی طرح سے بھی نرم نہیں ہوئی - جماعت کا کوئی فرد بھی یہ برداشت کرنے کے لئے ابھی تک تیار نہیں کہ اس کے باہر کوئی منظم مخالف فریق ہو - ان کا نظام سیاسی رجحانات و آراء کے بارے میں جنہیں یہ مخالف انقلاب خیال کرتی ہے - یہ وہی

کیے گی۔ جو برک د   ؍سنے ایک موقع پر پین د   ؍سکے خیالات
کے متعلق کہا تھا۔ کہ یہ ان کی تردید کا کام فوجداری انصاف کے سپرد کر دے گی۔
اس نے بزور شمشیر انقلاب پیدا کیا اور بغیر کسی شرم یا پردہ پوشی کے یہ اسے بزور
شمشیر قائم رکھ رہی ہے۔ انقلاب کے دور اوائل میں یہ ایک بے رحم بے پناہ
) اور تقریباً غیر ملکی طاقت تھی۔ جس نے روس کی ملکی ترقی کے
سلسلہ کو تہ وبالا کرنے اس کا رخ بدلنے اور مارکس کے غیر ملکی نمونے کے مطابق اس
کو دوبارہ تشکیل دینے کے لئے اس پر یکایک حملہ کر دیا۔ ان دنوں میں یہ عوام
الناس سے بالاتر جگہ پر قائم تھی۔ انہیں اپنی مرضی کے مطابق چلاتی تھی۔ اور قدرت
کے برخلاف جدوجہد کرتے ہوئے شر تو ڑ سرعت سے اپنی اشتراکی فلاح عام کی تجاویز
عائد کر رہی تھی۔ اگر اس کو جنگجو اشتراکیت کے دور سے گذرتے ہوئے کسی نے میری
طرح دیکھا ہو تو وہی اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ کس مستقل مزاجانہ اولوالعزمی سے یا اگر
آپ چاہیں۔ تو یہ کہہ لیں کہ معمولی دور اندیشی کو کس طرح جلد بازی سے نظر انداز
کرتے ہوئے) اس نے اشتراکی تخلیق کی تحیر خیز مہم کو جاری رکھا۔ مجھے تو معلوم ہوتا
ہے کہ آج کل یہ اپنے آپ کو زیادہ انکسار سے عوام کا خادم اور ان کے منشاء کا
ترجمان اور تعمیل کنندہ خیال کرتی ہے۔ میں ان تین چار آدمیوں میں سے جو اس کے
حکمران طبقے کے دماغ مدبر ہیں۔ ایک کی بات سن کر جو اس نے بالکل ایسے تدریجی
انداز میں جو اس دنیا میں ممکن ہو سکتا ہے۔ اور بغیر کسی خاص تاکید (..........)
یا خودنمائی کے کہی بہت متعجب ہوا وہ کہنے لگا۔ کہ یہ جماعت عوام کی وسیلۂ کار ہے

یا ترجمان ہے۔ یہ لوگوں کی خواہشات دریافت کرنے کی کوشش کرتی ہے اور اگرچہ یہ رائے عامہ کی ترمیم و تشکیل کرتی ہے۔ (جیسا کہ ہر وہ جماعت کرتی ہے۔ جو محض ایک موقع سے فائدہ اٹھانے والی جماعت نہ ہو) تاہم اسے اس امر کا احساس ضرور ہے (جو پہلے کم ہی ہوا کرتا تھا) کہ عوام الناس کا سرگرم مطالبہ نہیں تو کم از کم ان کی رضامندی اس کی تخلیقی کارروائیوں کی شرط اولین ہے۔ یہ ہمیشہ اس بات کی تاک میں رہتی ہے۔ علی الخصوص انتخاب کے وقت کہ آیا اس کی مساعی کے طرف سے عوام بے دل ہونے کی علامات تو ظاہر نہیں کر رہے۔ اگر ایک بے توجہ پبلک اس کے کام میں حصہ لئے بغیر اس کو اپنی ڈکٹیٹر شپ کا سلسلہ جاری رکھنے دے تو یہ شکست اور عدم اطمینان کا احساس کرے گی۔ ایک وقت تو اس کہاوت میں بہت کچھ صداقت تھی۔ کہ مزدوروں کی ڈکٹیٹر شپ حقیقت میں مزدوروں پر انتہائی اشتراکیوں کی ڈکٹیٹر شپ ہے۔ میرے نزدیک یہ بات درست نہیں کہ یہ کہاوت روس کی موجودہ سیاسی زندگی کا حق بجانب خلاصہ ہے۔ ڈکٹیٹروں کے کان بڑے حساس ہو گئے ہیں۔ اور اپنے فرامین کے اجرائے کے درمیانی اوقات میں سن بھی لیتے ہیں +

ضلع کے تمام نمائندوں کا اجلاس

دلیڈ میریں مجھے براہِ نوازش ضلع کی انتہائی اشتراکی جماعت کی تمام شاخوں کے نمائندوں کے اجلاس میں شامل ہونے کی اجازت دی گئی۔ جہاں انتخابات پر جو ابھی ہونے تھے بحث ہو رہی تھی۔ یہ ایسے رفیقوں کا جلسہ تھا جو ایک دوسرے کو جانتے اور اس پر

اعتماد رکھتے تھے۔ ان میں سے تمام بشمول صدر کے جو ایک قابل اور اثر انداز شخصیت رکھتا تھا۔ دستکار مزدور رہتے یا رہ چکے تھے۔ فی الحقیقت میں نے دو شخص ایسے میں سے کل دو ہی دیکھے۔ ایک معلم اور ایک ڈاکٹر۔ ان میں سے بہت سے زائد کے تعلیم شاگروں سے سند فضیلت حاصل کر چکے تھے۔ اگرچہ ان میں سے بہت تھوڑے درمیانی عمر سے آگے پہنچے ہوئے تھے۔ صحبت با امن تھی۔ گو بے قاعدہ اور خوش طبعی سے ہو رہی تھی۔ اور کبھی کبھی ایسا زندہ دلانہ مذاق بھی ہو جاتا تھا۔ جو تمام مجلس کو ہنسا ہنسا کر نہال کر دیتا تھا۔ اپنی انتخابی جدوجہد میں اور مقامات کی طرح یہاں بھی اس جماعت کا مقصد یہی ہوتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ رائے دہندے اظہار رائے کے لئے جائیں۔ اندازہ یوں لگایا جاتا تھا۔ کہ اگر کوئی رائے دہندہ مخالفت یا بے تعلق ہے تو وہ مجلس انتخاب میں شریک ہونے کی زحمت گوارا نہ کرے گا۔ اگر اس کے برعکس اس کو شرکت پر مائل کیا جا سکے تو یہ قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کہ جو مقاصد سوویٹ نظام کے پیش نظر ہیں۔ ان سے اسے کچھ نہ کچھ ہمدردانہ دلچسپی ضرور رہے۔ جماعت نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ گو پچھلے سال کل ۵۵ فی صدی رائے دہندوں نے حق رائے کا استعمال کیا تھا۔ اس سال حاضری ۷۶ فی صدی تھی +

نیا خون

نئے لوگوں کو کار سلطنت میں حصہ لینے کی ترغیب

اس سے بھی زیادہ دلچسپ وہ مساعی تھیں جو جماعت نے سوویٹ نظام میں "نیا خون"

لانے کے لئے جاری کیں۔ شہروں کی سوویٹ جماعتوں کے منتخب شدہ ارکان میں سے ۹۶ فی صدی ایسے تھے۔ جو پہلی مرتبہ منتخب ہوئے تھے۔ اور دیہات میں تناسب اس سے بھی زیادہ تھا یعنی ۹۷ فی صدی۔ یہاں مراد یہ تھی۔ کہ حکومت کے عملی کام میں جہاں تک ہو سکے۔ زیادہ لوگوں کو شریک کیا جائے۔ یہ کوئی نئی تجویز نہ تھی لیکن اس سال نہ صرف ولیڈیمیر میں بلکہ ہر جگہ غیر معمولی دلیری سے اس پر عمل درآمد کیا گیا ہے۔ اب مقصد یہ ہے کہ ڈکٹیٹرشپ کی بنیاد کو وسیع کیا جائے۔ زیادہ شہری اس کے حق میں رائے دیں زیادہ ہی اس کے انتظامی امور میں حصہ لے کر اس کی خدمت کریں۔ اور زیادہ ہی اس میں جماعت کے قومی ارکان کی تعداد میں حال ہی کے اضافے کے ذریعے شریک ہو جائیں +

نئی سرگرمیوں کے لئے پروپیگنڈا

مجھے معلوم ہوا کہ انتخابی پروپیگنڈا معمولی وقت سے قبل شروع کر دیا گیا۔ انتہائی اشتراکی نوجوان سرگرم کار رہے۔ اور اخبارات سرگرم عمل۔ امداد باہمی کی دکانیں اپنی اشیاء کو اشتہارات کے پرچوں میں لپیٹتی تھیں۔ سرخ فوج کے سپاہیوں کی معرفت بہت کچھ کیا گیا جنہوں نے اپنے والدین کو دیہات میں خطوط لکھے۔ ڈرامے کئے گئے۔ اور کلبیں سجائی گئیں ۴۔ تو انہوں نے بچوں کے جھولوں کو اس کاریگری سے ایک قطار میں لگا دیا۔ کہ ان میں سے دس دس ایک ہی رسی کے ہلانے سے جھولنے لگ جاتے تھے۔ ایک مقرر کے لفظوں میں وہ دلچسپی اس قدر رکھتی تھی۔ کہ آگ بجھانے والے انجمن کے لوگ جو آگ لگنے کے وقت ہمیشہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ تو بالکل بیدار نظر آتے

۴: ایک گاؤں میں جب مائیں جلسۂ انتخاب میں گئیں

اس کامیابی کی وجوہات

اس کامیابی کی جو وجوہات مختلف مقررین نے بیان کیں قابل ذکر ہیں۔ ہر ایک اس امر پر متفق تھا کہ حکومت اور جماعت کے ساتھ رائے عامہ کی وابستگی کی وجہ سر آسٹن چیمبرلین کی تہدیدی یادداشت ہے۔ دوسرے درجہ پر انقلاب چین کی ترقی کے باعث پیدا شدہ جوش تھا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ اسباب دہقانی روس کے وسطی دیہات اور قصبات میں کارگر ثابت ہوئے۔ یہ حقیقت شبہ سے بالاتر ہے کہ روس میں بین الاقوامی امور سے دلچسپی دوسرے یورپی ممالک سے بہت زیادہ ہے۔ تیسرے درجے پر یہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ کہ یہ رائے عامہ قوم کی مادی ترقی اور عام فارغ البالی پر اطمینان کا اظہار ہے۔ انتہائی اشتراکی جماعت کے ارکان کا اضافہ کامیابی کا ایک اور سبب تھا۔ اور آخر میں یہ دعویٰ کیا جاتا تھا کہ جماعت نے مزدوروں اور کسانوں کے منشا کو درست سمجھا ہے۔ اور اس کی تعمیل بھی کی ہے +

دو اور نکتے

اس بحث میں سے دو اور نکتے قابل غور ہیں۔ ایک مقرر نے کہا کہ جماعت نے دیہات سے رشوت ستانی اور شراب خواری کو دور کرنے کی گرم جوشانہ مہم کے باعث کسانوں سے خراج تحسین وصول کر لیا ہے۔ دوسرے مقرر نے اطلاع دی کہ مقابلتاً امیر مزدوروں نے جو طلب منفعت کے درپے رہتے ہیں فصل سے پہلے قرضہ دیتے ہیں

اور کبھی کبھی کرایہ کے مزدوروں کو بھی استعمال کرتے ہیں۔ خوب منظم ہو کر انتخابات میں حصہ لیا۔ لیکن سخت مقابلہ کے بعد شکست کھا گئے۔

ولیڈیمیر کی جماعت کی کارگذاری کی رپورٹ

ولیڈیمیر کی جماعت نے اپنے کام کی جو رپورٹ مجھے دی۔ اُس میں یہ ذکر بھی تھا۔ کہ یہ جماعت ان لوگوں کی ذہنی کیفیات اور دلی خواہشات معلوم کرنے کی فکر مند رہتی ہے۔ جو اس کی محافظت میں ہیں۔ ایک بڑے ضلع میں اس جماعت نے گھر گھر پہنچ کر یہ دریافت کیا کہ باشندے کس بات میں زیادہ تر دلچسپی لیتے ہیں۔ پچاس فی صدی نے جواب دیا۔ کہ تھیٹر اور سینما میں ۲۳ فی صدی نے کہا کہ تقریروں اور سیاسی جلسوں میں۔ اور باقی نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر ان سے دریافت کیا گیا کہ آیا ان کو زمین سے الفت ہے اور وہ کاشتکارانہ زندگی جاری رکھنے کے خواہشمند ہیں۔ تقریباً تیس فی صدی نے جواب دیا کہ ہاں۔ کیونکہ وہ بڑھاپے کے وقت کے لئے امداد کی ضمانت چاہتے تھے۔ لیکن ۷۰ فی صدی لوگوں نے کہا کہ وہ ان تعلقات کو منقطع کرنے کے آرزومند ہیں۔ جو بحالات موجودہ ان کو زمین اور گاؤں سے وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ مجھ پر جس بات کا سب سے زیادہ اثر ہوا وہ یہ ہے۔ کہ اس رپورٹ میں اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی گئی تھی۔ کہ آیا تمام کی تمام آبادی کو صنعت کے کام میں لگا دینا قومی مفاد کے لئے پسندیدہ بھی ہے یا نہیں۔ اس میں یہ فرض کر لیا گیا تھا۔ کہ اگر لوگوں کی کوئی خواہش ہے۔ تو اس کو عملی جامہ پہنایا جانا

چاہیئے۔ اس لئے میں یہ دریافت کرنے لگ گیا کہ کارخانوں کی آبادی میں بہت سے مستقل اضافے کے لئے تعمیر مکانات کی تجویزوں اور امداد باہمی کے ذریعے تعمیر عمارات کو کس طرح جلد سے جلد بروئے کار لایا جائیگا۔ یقیناً یہ لوگ بہترین خیرخواہ اور فرماں بردار ڈکٹیٹر ہیں۔

پھر ہم اس ڈکٹیٹر شپ کو کیا کہیں؟

پھر ہم اس ڈکٹیٹر شپ کے بارے میں کیا کہیں جو اپنی بنیاد کو وسیع کرنی جاتی ہے کانوں کو کھلا رکھتی ہے۔ اپنے آپ کو عوام الناس کی ترجمان خیال کرتی ہے۔ اور سمجھ سے کام لیتی ہے۔ کیا اس کا آہستہ آہستہ مفقود ہونا مقدر ہے؟ کیا یہ جمہوریت کی کسی جدید مگر مخلصانہ شکل میں تبدیل ہو رہی ہے؟ میرے خیالات میں واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بہت جلد بازی سے کام لینا ہے۔ میں تو یہ کہوں گا۔ کہ یہ ڈکٹیٹر شپ نمایاں طور پر ایک جمہوریت کی طرح عمل کرے گی۔ اور کر رہی ہے۔ لیکن صرف اس لئے کہ اس کی حکمران پارٹی کے ہاتھ میں مطلق العنان طاقت ہے اور وہ اسے برقرار رکھنا چاہتی ہے اور رکھے گی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ پارٹی اپنے شاندار انداز میں خوش اسلوبی اور رضاجوئی سے جھکنے کی عادت پیدا کرلے اور آواز خلق کی اطاعت کا فیصلہ کرے۔ لیکن یہ ہمیشہ اس آواز کو اپنے ہی خاص بنیاد رکھے ہوئے آوازرساں آلوں میں مجتمع کرنے پر اصرار کرے گی۔ اگرچہ جھکے گی تو بے ساختہ طور پر جھکتی دکھائی دیگی۔ یہ کبھی اہم امور کو آزادانہ انتخاب کے مسائل نہیں بننے دیگی۔ اور نہ ہی کسی مخالف جماعت

کو اجازت دے گی۔ کہ وہ باشندوں کو اس کی مخالفت پر جمع کر سکے۔ ان قیود کے ساتھ
میری رائے میں یہ کہنا درست ہو گا۔ کہ جمہوریت کے کچے پھلوں کا مزا چکھا جا سکیگا۔ وہ
جمہوریت پسند بھی جو اس بات پر اصرار کرتے ہیں۔ کہ صدائے خلق نقارۂ خدا ہے۔ اس
مقدس مقولہ کی تفسیر کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ انتہائی اشتراکی خدا کا انکار کرتے ہیں۔
لیکن وہ بھی اس کی آواز کی اطاعت کرنے کا درس حاصل کر رہے ہیں۔ مگر جب کبھی وہ
اس آواز کو سننے کا فیصلہ کر لیں۔

ڈکٹیٹر شپ کیلئے شہر آبادی اور فوج کی وفاداری لازمی ہے

بہر حال ڈکٹیٹر شپ بعض مساعد حالات میں ہی زندہ رہ سکتی ہے۔ شہر کی آبادی کم از
کم اس کے منظم مزدور ہی جن میں ریلوے ملازم شامل ہیں۔ سوویٹ نظام کے حامی رہنے
ضروری ہیں۔ تجربہ نے ثابت کیا ہے۔ کہ جب پارٹی کے ساتھ وسطی روس کی صنعتی آبادی ہو
وہ بالآخر ملک کے آخری حصہ پر غالب آ ہی جاتی ہے۔ پھر یہ بھی لازمی ہے کہ فوج اس
وسطی علاقے سے جہاں بھرتی کی جائے وہ وفادار بھی رہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے۔ کہ
شہر کے مزدوروں کو اس قدر اخلاقی فوقیت حاصل ہو۔ کہ وہ کم از کم نوجوان کسانوں کی
رہنمائی تو حاصل کر سکیں۔ جس ڈکٹیٹر شپ میں یہ شرائط موجود ہوں۔ وہ جمہوریت سے
کچھ نہ کچھ مشابہت تو رکھتی ہے۔ اس کی قوت کا انحصار آبادی کے اس حصہ کی رضامندی
پر ہے۔ جو تدابیر جنگ کے لحاظ سے اہمیت رکھنے والا ہو۔

منتخب شدہ کانگریس کے فیصلوں کی پابندی لازمی ہے

ڈکٹیٹرشپ کے عملدرآمد کے لئے دوسری لازمی شرط انتہائی اشتراکی جماعت کا بنیادی اصول ہے عملی کارروائی کے لئے یہ ایک ہولناک ذریعہ ہے۔ کیونکہ اس کی بدولت جماعت کی منتخب شدہ کانگریس کے ہر فیصلہ کی مکمل پابندی جماعت کے ہر ممبر کا نہ صرف فرض ہی ہے۔ بلکہ ہر کسی کو اس کی اطاعت کرنی پڑتی ہے۔ اس اصول کا نتیجہ یہ ہے کہ پارٹی کے اندر جن متنازعہ مسائل پر بحث وتمحیص ہو چکتی ہے۔ سوویٹ جماعتوں کے اندر ان کو دوبارہ چھیڑا نہیں جاتا یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ جماعت کسی اعلیٰ سیاسی مسئلہ پر گرما گرم اور بلا روک ٹوک بحث کے لئے سب کو ایک عرصہ تک کھلا چھوڑ دے۔ جیسا کہ سال گذشتہ ٹراٹسکی اور اس کے ساتھیوں کے پیدا کردہ مسائل کے متعلق کیا گیا۔ بحث پارٹی کے اخبارات میں زور شور سے ہوتی ہے۔ اس میں کتابوں اور رسالوں کی لڑائی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ یہ مسئلہ فی الحقیقت روس کے ہر سمجھدار مرد اور عورت کی دلچسپی کا واحد مسئلہ ہو جائے لیکن جب تک پارٹی قطعی فیصلہ نہ کرے اس وقت تک سوویٹ جماعتوں کے اندر اس مسئلہ کو ایسی شکل میں پیش نہیں کیا جاتا جس پر فیصلہ طلب کیا جائے اور جب پارٹی فیصلہ کر چکے تو جو کارروائی اس فیصلے کے ذریعے مطلوب ہے۔ سوویٹ جماعتیں ایک امر لازمی کی طرح اس کا حکم دینگی۔ پارٹی کی شکست خوردہ اقلیت باقاعدہ سوویٹ مباحثوں میں اکثریت کے دلائل کو دہرایا جاتا دیکھ کر صرف خاموش ہی نہیں بیٹھی رہے گی۔ بلکہ اس طریق کار کے حق میں رائے دیگی۔ جس کی اس وقت تک

اس نے انتہائی کوشش سے مخالفت کی تھی۔ اگر اس قاعدہ کی پابندی نہ کی جائے۔ تو ڈکٹیٹر شپ کا خاتمہ ہو جائے۔ اگر پارٹی کا ضبطِ نظام اس حد تک بھلا دیا جائے۔ کہ انتہائی اشتراکی شکست یافتہ اقلیت غیر فرقہ بند ارکان سے امداد حاصل کرنے کے لئے اپنی جد و جہد از سرِ نو شروع کر سکے تو حکومت کے لئے اس کی ذمہ داری کا تصور پہلے سے ہی مفقود شدہ ہو چکا ہوگا۔ یہ اصول انتہائی اشتراکیوں کے نزدیک ایسا مسلّمہ ہے۔ کہ اسے واحد قدرتی طریقِ کار سمجھا جاتا ہے۔ میں نے پارٹی کے ایک پرانے تجربہ کار رکن سے کہہ دیا۔ کہ جہاں تک میں نے دیکھا ہے قیمتوں کی تخفیف کا مسئلہ جو ٹراٹسکی والے تنازعہ میں مرکزِ بحث تھا۔ سوویٹ انتخابوں میں کبھی حقیقی طور پر زیرِ بحث نہیں آیا۔ اگر کبھی اس کا ذکر ہوا بھی تو بالکل مختصر اور بالکل موہوم اور عام الفاظ میں۔ لیکن اس نے قدرے درشت آمیز متعجبانہ لہجہ میں جواب دیا "لیکن وہ تو پارٹی کا سوال تھا"۔

انتہائی اشتراکی پارٹی کی فوقیت کا راز

اس لئے یہاں انسان ڈکٹیٹر شپ کی تہ کو پہنچتا ہے اور انتہائی اشتراکی پارٹی کی فوقیت کے راز کو سمجھتا ہے۔ یہ پارٹی حکمتِ عملی کے اہم مسائل کے فیصلے کو اپنے ہی افراد تک محدود رکھتی ہے۔ اور سوویٹ جماعتوں میں ان کے قبل از وقت اظہار یا ناپسندیدہ تکرار سے اپنے آپ کو محفوظ کر سکتی ہے۔ کیونکہ یہ اپنے ارکان سے حلفِ اطاعت کی لفظی و معنوی پابندی کا بھروسہ رکھتی ہے۔ مزید برآں سوویٹ

نظام کی ایک خصوصیت کے باعث یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ایسے اہم مسائل کو انتخاب کے عام مباحثوں سے بالاتر کر دیا جائے۔ اور پھر بھی اتحاد کل کے ان سالانہ جشنوں میں زندگی نظر آئے۔ یہ انتخاب محض ایک ڈھکوسلا نہیں معلوم ہوتے۔ کیونکہ ان کے ذریعے یقیناً ایسے مردوں اور عورتوں کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ جو نچلی سوویٹ جماعتوں کے نظم و نسق کے اصلی کام کو عوام الناس کے خیالات کے مطابق چلا سکیں۔ بالآخر یہی نظم و نسق کا کام ہے۔ جس کو ایک اوسط درجے کا آدمی بخوبی نبھا سکتا ہے۔ مرکز میں جو غور و خوض کا کام ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت کو محسوس کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ قوت تخیلہ کی ضرورت ہے۔ بالواسطہ انتخاب کی پیچیدگیوں کے طفیل ایک اوسط درجے کے آدمی کو کبھی اس تلخ حقیقت کی یاد دہانی نہیں ہوتی۔ کہ وہ ان اہم مسائل کے فیصلہ پر اثر ڈالنے کے ناقابل ہے۔ وہ ان مردوں اور عورتوں کو منتخب کرتا ہے۔ جو اس کا کام اس کے لئے کریں۔ وہ اپنی باری میں اُن لوگوں کو منتخب کرتے ہیں۔ جو اُن کے لئے سوچنے کا کام کریں۔ یہ ایک سادہ اور درست انتظام معلوم ہوتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ قوت کا سرچشمہ کارخانہ اور گاؤں میں پھوٹتا ہے۔ یہ کوئی محض خام خیالی بھی نہیں۔ کیونکہ پارٹی اہم مسائل کا فیصلہ اپنے ہی تنظیم یافتہ ہاتھوں میں رکھتی ہے اس کو اچھی طرح علم ہے۔ کہ اس کو اپنی حیات کے لئے بھی کارخانے اور گاؤں کو وفادار اور قناعت شعار رکھنا ہے۔ کم از کم انتظامی پہلو سے یہ نظام حکومت یورپ کے دوسرے مروجہ نظاموں سے زیادہ "لوگوں کی حکومت لوگوں کے ذریعے" کا مصداق ہے۔ اور مجھے شبہ ہے کہ اوسط درجہ کا روسی شہری کبھی اس تصور سے تکلیف محسوس کرتا ہو کہ کبھی

اس کو رائے دہندگی کے مقام پر یہ فیصلہ کرنے کے لئے نہیں بلایا گیا کہ آیا غیر ملکی مال کی درآمد پر ٹیکس لگایا جائے یا نہیں اور آیا نیوزیلینڈ کی چھٹی کوئی دھمکی ہے یا محض جعلسازی۔

کیا اوسط درجے کے شہری اس ڈکٹیٹر شپ سے دبے ہوئے ہیں

اوسط روسی شہری اس ڈکٹیٹر شپ سے کس حد تک کبیدہ خاطر یا دبا ہوا ہے؟ میں بغیر کسی وثوق کے ہی اس سوال کے جواب کی کوشش کرونگا۔ اگر کوئی غیر ملکی باشندہ اس سوال کا جواب وثوق کے ساتھ دے سکے۔ تو یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ وہ چند سال روس میں ایسی حیثیت سے رہا ہو کہ اس کو روزانہ مزدوروں اور کسانوں کا جو روس کے اوسط درجے کے شہری ہیں۔ دلی اعتماد حاصل ہوا ہو۔ مجھے اس قسم کے مواقع نصیب نہیں ہوئے۔ میں اپنا اندازہ ان اتفاقیہ گفتگوؤں سے ہی لگا سکتا ہوں جو ایسے مزدوروں سے ہوئیں جن سے میں نے شاذو نادر ہی ایک سے زیادہ مرتبہ ملاقات کی ہو۔ لیکن متعدد مرتبہ مجھے اس قدر رقی اور بے ساختہ لب ولہجہ نے متحیر کر دیا جس میں مجھے کسی مزدور نے انقلاب کے فائدے اور نقصانات کا بالاختصار بیان کرتے ہوئے کہہ دیا کہ "علاوہ ازیں ہم آزاد ہیں" وہ اس بات کو بالکل کسی تاکید کے بغیر کہتا تھا گویا اس بات کو ہر کوئی جانتا ہے۔ اور اس میں کسی کے شک کرنے کا امکان نہیں۔ اپنے کو اس تصور ذہنی تک لے جانے کے لئے انسان کو کئی صدیاں عبور کرنی پڑتی ہیں۔ ہمارے انفرادی آزادی اور جمہوری حقوق کے تصور کے پیچھے ایک طولانی زمانہ ارتقا ہے جس کا روسیوں کو موقع نہیں ملا۔ بنی نوع انسان طبعاً ڈکٹیٹروں کی حکومت کو

نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ ایسی حکومت کو قبول کرنے کا ان میں قصداً اور عادتاً میلان ہے۔ ان کے اس حصّہ نے جو بحر اوقیانوس کے دونوں کناروں پر آباد ہے ابھی حال ہی میں ایک نیا نقطۂ نگاہ قبول کیا ہے۔ کیونکہ انسانی فطرت اور جذبات کی زندگی میں تین صدیاں ایک مختصر عرصہ ہی ہیں۔ یہ حصّہ اس نقطۂ نگاہ تک کئی انقلابی اثرات کے سلسلوں سے متاثر ہو کر پہنچا۔ جن میں سے بعض اقتصادی، بعض مذہبی اور بعض فلسفیانہ تھے اور جن سب میں افراد کے تقدس اور اہمیت کے مغربی تخیل کو بالاتر کرنے کا رجحان تھا۔ بابل اور مصر میں ایسے خود آشنا افراد موجود نہ تھے کیتھولک مذہب نے ان کی پرورش نہیں کی۔ یہ لوگ پہلے تو زمانہ اصلاح (Reformation) پھر آزاد خیال فلسفہ (   ) اور بالآخر انقلاب فرانس کی اولاد ہیں۔ ہم اپنے گستاخانہ مغربی طریقے میں ان تحریکوں کو بنی نوع انسان کی تاریخ میں یادگار خیال کرتے ہیں۔ ان کا اثر اس سے بہت کم تھا۔ ان میں سے کوئی بھی روس پر اثر انداز نہ ہوئی۔ یہ تو بالکل سچ ہے کہ پیٹرزبرگ کے دربار میں چند غیر معمولی نئی روشنی والے اشخاص تھے جنہوں نے اپنی موت سے پہلے والٹیر اور روسو کی تحریرات کا مطالعہ کیا تھا۔ یہ بھی سچ ہے کہ وحشی روس پر نپولین کے حملے کو شکست دینے کے بعد بالکل مختصر سی تعلیم یافتہ جماعت پہلے فرانسیسی اور پھر جرمن فلسفہ پڑھنے لگ گئی۔ لیکن اس کا اثر مزدوروں اور کسانوں کے عوام پر اس سے بھی بہت کم تھا۔ جتنا کہ ان سے بہت بڑی ہندوستانی تعلیم یافتہ جماعت نے جو مغربی تعلیم حاصل کر چکی ہے۔ ابھی تک ہندوستانی کسانوں پر حاصل کیا ہے۔

جس فلسفیانہ اور مذہبی انفرادیت نے مغرب میں مزدوروں پر اس قدر قابو پا لیا۔ وہ کبھی روس میں نچلے طبقوں تک سرایت نہیں کر سکی کیونکہ مغرب میں پروٹسٹنٹ عقائد اور بالخصوص پروٹسٹنٹ اختلاف نے ان خیالات کو ہل چلانے والوں اور زنانگے لگانے والوں تک پہنچا دیا تھا۔ اور جو گرجاؤں سے باقی چھوڑ اتھا۔ اسے انجمن ہائے مزدوروں نے مکمل کر دیا۔

رُوسی عوام مغربی تحریکات سے بالکل ناآشنا تھے

روسی عوام ان اثرات سے بالکل علیحدہ تھے۔ انہوں نے کچھ نہیں پڑھا تھا۔ بلکہ وہ تو پڑھ ہی نہ سکتے تھے۔ روسی گرجا وہی تاریک زمانوں کی دوسری دنیا کے سمجھ سے بالاتر گیت گائے جاتا تھا۔ اور جب بالآخر شہری مزدوروں کے چیدہ اشخاص پر انجمن ہائے مزدوراں کا اثر ہونے لگا۔ تو ان میں فرانسیسی فلسفہ یا انگریزی انتہائی آزاد خیالی کی بجائے فلسفہ مارکس کی ایک سخت شکل رونما ہوئی۔ اس اصول کے مطابق بنی نوع انسان کو ایک جماعت کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ اور مزدور کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک فرد کی حیثیت سے نہ دیکھے۔ جس کو بعض انفرادی حقوق حاصل ہیں۔ بلکہ ایک جماعت کا رکن خیال کرے۔ جس کی مضبوطی اور مقدس پن کی اس سے توقع ہے۔ تین صدیوں تک انگریز مزدور پارلیمنٹ کے لئے رائے دینے کا حق حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف رہے۔ جسے وہ انفرادی انسانی وقار کا نشان سمجھتے تھے۔ جب روسی مزدوروں نے مصمم سرگرمی سے جدوجہد شروع کی تو یہ اپنے جماعتی نظام

یعنی سوویٹ کے لئے طاقت حاصل کرنے کی غرض سے تھی ۔ اگر انگریزی مزدور اب اشتراکیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں ۔ تو پھر بھی ان میں انفرادی حقوق اور خدا اور انسانی برادری کی نگاہ میں اپنے درجہ کا وہ بلند تخیل موجود ہے ۔ جو ان کے آباؤ اجداد نے دعائیں سنتے چرخہ کاتتے ہوئے یا رابرٹ برنس کے بنائے ہوئے گیت گاتے ہوئے اپنے دماغوں میں پیدا کیا تھا ۔ افراد کی اس عزت کو مغربی اشتراکیت کی روح سے مطابقت دی جا سکتی ہے ۔ لیکن روسی انتہائی اشتراکیوں کو یہ محض سرمایہ دارانہ ذہنیت کا بقیہ معلوم ہوتا ہے ۔ اور یہ تشخیص اس لحاظ سے بجا ہے کہ درمیانی طبقہ کے انقلاب نے ہی پہلے پہل شریفانہ جمہوریت کے ان تخیلات کے لئے دنیا کو مسخر کیا تھا ۔

مذکورہ بالا تنقیدات کی ضرورت

یہ تنقیدات شاید بے جا اور فضول معلوم ہوں ۔ لیکن یہ جانچنے کے لئے کہ کسی دوسری نسل اور تہذیب کے اوسط درجے کے لوگوں کی ذہنی کیفیت کیا ہے ۔ نہ صرف ان خیالات کو دیکھنا پڑتا ہے جو اس کے ذہن میں ہیں ۔ بلکہ ان تخیلات کا جائزہ بھی لینا پڑتا ہے جو اس ذخیرے سے غائب ہیں ۔ جمہوری انفرادیت کے خیالات روسی مزدوروں کی اجتماعی روح تک کبھی سرایت نہیں کر سکے ۔ ایک ہی چھلانگ میں اس طویل تاریخی تیاری پر سے جست لگاتے ہوئے جس میں سے مغرب گذرا تھا ۔ یہ اجتماعی روح ابتدائی دیہاتیوں کے تخیل زندگی سے جو دیہات کی طرح بارہ صدیوں سے غیر مبدل چلا آتا تھا ۔ یکایک اور خون آلود نگاہوں سے خطرات اور جوش و خروش کے درمیان

ایک فلسفیانہ اور ذہنی شکل اشتراکیت پر پہنچ گئی۔ اور پھر یہ اوسط درجہ کا مزدور اور کسان اُن جمہوری حقوق کے فقدان پر اظہار ناراضی کیوں کرے۔ جن کے لیئے نہ کبھی اُس نے آہ بھری اور نہ جدوجہد کی!

مزدوروں کی فتح اور تعلیم یافتہ جماعت کی شکست

ستم یہ ہے کہ جہاں روس میں یہ فتحمند مزدور جماعت اس جمہوری ارتقاء سے بچ نکلی۔ وہاں قلیل التعداد تعلیم یافتہ جماعت جس نے ایک عظیم الشان اور ہمدردانسانی علم ادب میں تربیت پائی تھی۔ اور جو مغرب کے خیالات سے واقف تھی۔ اور اس ارتقا میں سے کلیتہً گذری تھی۔ اور یقیناً اس نے آزادی کے لیئے آہیں بھری تھیں اور مردانہ وار اس کے حاصل کرنے کے لیئے کوشش کی تھی۔ وہ۔ یا یوں کہو کہ اس کا ایک حصہ اپنے آپ کو اس ڈکٹیٹرشپ سے جو انفرادی حقوق کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے زخم خوردہ اور ہتک برداشتہ خیال کرتا ہے۔ اُس کا ایک حصہ تو ڈکٹیٹرشپ کے ساتھ ہو گیا ہے۔ کیونکہ بحیثیت مجموعی اس کا مقصد بھی ان مادی مفاد کو حاصل کرنا ہے۔ جو ہمدردانسانی اشتراکیت کے پیش نظر ہیں لیکن اُس کا ایک حصہ پس افتادہ ہے۔ جو کبیدہ خاطر اور مایوس ہے۔ لیکن پھر بھی ہمیں مغربی مثالوں کی بلا تنقید پیروی کرتے ہوئے اس کے اثر کو مبالغہ آمیز طریقے سے نہیں بیان کرنا چاہیئے۔ اس کے خیالات عوام الناس تک نہیں پہونچتے جیسے کہ مغرب میں درمیانی طبقہ کے خیالات بالعموم پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس سے دو اسباب ہیں۔ یعنی نہ تو اسے اقتصادی اثر حاصل ہے کیونکہ اب یہ سرمایہ دار جماعت نہیں اور نہ سرمایہ دار جماعت کے ساتھ

اشتراک یا اتحاد رکھنے والی ہے۔ اور نہ ہی یہ اخبارات پر قابو رکھتی ہے۔ ڈکٹیٹر شپ اس ہتھیار کو عوام الناس کے خیالات کو بنانے میں استعمال کرتی ہے۔ اور پوری کامیابی سے استعمال کرتی ہے۔ جہاں تک اخبارات کا ہی تعلق ہے۔ اس کے اخبارات کی اشاعت زمانہ انقلاب کے تمام روسی اخبارات کی اشاعت سے دو چند ہے اوسط دماغ اس کے روزانہ اثرات کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور اگر میرا اندازہ صحیح ہے۔ تو وہ اس کے برخلاف جدوجہد کرنے کے لئے کم ہی میلان رکھتا ہے۔ اس کا طبعی جمود ہی سوویٹ نظام کا حامی کار ہے۔ کیونکہ گو کتنے ہی ہچکولوں اور ٹھوکروں اور نقصانوں اور تکلیفوں کا سامنا ہوا۔ یہ نظام چل ہی نکلا۔ اوسط درجے کے غیر متخیل انسان کو تو اس میں یہی خوبی نظر آتی ہے۔ کہ یہ زندہ برقرار ہے۔ باغی ہمیشہ متخیل آدمی ہوتا ہے۔ اور زمانۂ حال کے روس میں کسی اور نظام کا خیال کرنا قوتِ متخیلہ کی کوششوں کا محتاج ہے۔ حافظہ تو بلاشبہ زاریت کی یاد کو تازہ کر سکتا ہے لیکن اس کو واپس کون لائے۔؟

ڈکٹیٹر شپ کا قیام ہولناک تاریخ کا لازمی نتیجہ ہے

لیکن میرے خیال میں ایک صاف گو طبیعت کو آگے جانا پڑیگا۔ روس میں ڈکٹیٹر شپ کا قیام اس کی ہولناک تاریخ کا لازمی نتیجہ تھا اقتصادی بربادی عوام الناس کی روزانہ مصیبت کشی۔ میدان جنگ میں ہزیمت کی شرم۔ اور ان سیاسی رہنماؤں کی کمزوری نے جنھوں نے ۱۹۱۷ء میں مشکلات کا حل سمجھوتہ میں سمجھا سوائے تباہ کن

ہنگامہ کے اور کوئی راہ نہ چھوڑی۔ جمہوریت کا تصور سوسائٹی کو اپنے حال پر چھوڑنے کے اصول کے ساتھ ہی معرضِ وجود میں آیا۔ کیونکہ جب درمیانی طبقے کے لوگوں نے پرانے مالکانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کے مظالم سے رہائی پانے کے لئے آزادانہ حقوق اور زیادہ وسیع حق رائے دہندگی کا مطالبہ پیش کیا تو اُسے یہ خیال مطلقاً نہیں تھا کہ ان اصلاحات کے بعد سلطنت سوسائٹی کی قسمت کو تبدیل کرنے کیلئے کوئی تعمیری حصہ لیگی۔ یہ کہنا حقیقت سے زیادہ قریب ہوگا کہ وہ لوگ جو آزاد خیالی کا نمونہ تھے۔ ان تبدیلیوں کے ذریعے سلطنت کو غیر مسلح کر رہے تھے۔ جمہوری حق رائے دہندگی کا خیال بھی اُن کو جلد رونما ہونے والی اور بنیادی تبدیلی کا ذریعہ نظر نہ آتا تھا۔ بلکہ ناپسندیدہ مداخلت کو روکنے کا ایک حربہ تھا۔ ان کو سب چیزوں سے بڑھ کر یہ امید تھی۔ کہ سابقہ ریتیلہ روایات نے جو رکاوٹیں ان کی تاجرانہ اور صنعت گرانہ انفرادی کاروائیوں کی راہ میں ڈالی ہوئی ہیں۔ اُن کو دور کیا جاسکے گا۔ ان کے لئے سلطنت محض اس میدان کی دربان تھی جس میں اقتصادی قوتیں ذاتی سرگرمیاں۔ اور خود پسندانہ مقاصد آزادانہ جدوجہد کرسکیں گے۔ وہ نسل آزاد خیالی کے معانی کو شاید بہتر سمجھتی ہو۔ بہ نسبت اس کے موجودہ علمبرداروں کے جنہوں نے سوسائٹی کو اپنے حال پر چھوڑنے کے اصول کو ترک کر دیا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے ایک تاریخی نازک وقت میں انسان اس حقیقت کا ادراک کر لیتا ہے۔ کہ سلطنت کا کام فقط نظم و نسق قائم کرنا نہیں بلکہ تعمیر و تخلیق بھی ہے۔ اور جب خوفناک کشمکش جاری ہو۔ اور سر توڑ قدم اُٹھ رہے ہوں۔ تو جمہوریت کی مشین کام دینے کے ناقابل ہے۔ اگر

بنیادی تبدیلی کے لئے عزم راسخ سے کوئی کوشش کی جائے۔ تو کیا برطانوی اور امریکن نظامِ حکومت کا دو پارٹیوں والا سلسلہ اور روس کا سیاسی مدوجزر قائم رہ سکتا ہے۔ کیا کسی پارٹی سے جس نے وہ کام کیا ہو جو اس روسی پارٹی نے اپنے اقتدار کے پہلے مہینوں اور برسوں میں کیا یہ توقع کرنا قرینِ دانش ہے۔ کہ وہ نئے نظام کی بنیاد کے تہ و بالا ہونے کا خطرہ برداشت کرتی ہوئی انتخاب کی اجازت دے جس سے اس کے مخالف برسرِ اقتدار آجائیں اور جو کچھ وہ کر چکی ہے سب غارت ہو جائے۔ ایک صاف گو ناظر یہ تو تسلیم کر لیگا۔ لیکن وہ پھر بھی سوال کر سکتا ہے کہ اس ڈکٹیٹر شپ کو جاری رکھنا کب تک ضروری ہے۔ وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک مقررہ موقعہ سے زیادہ دیرپا نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس موقعہ کا تقرر کرنا مشکل ہے بغیر اس کے کہ جس قوم نے اس ڈکٹیٹر شپ کو تسلیم کیا ہے۔ اس کے تخیل اور منشا کو پائدار صدمہ پہنچایا جائے۔ اُسے بیشک یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جس پارٹی نے ان ناتراشیدہ طریقوں کا استعمال سیکھ لیا ہے۔ اس سے کبھی یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ اس میں اس قدر بلند خیالی پیدا ہو جائے۔ کہ وہ ان طریقوں کو خیرباد کہہ دے۔ لیکن پھر بھی اگر وہ صاف دل ہے تو اس کو ماننا پڑیگا۔ کہ روسی انتہائی اشتراکی ٹیڑھے راستوں سے بعض انہیں فوائد کو حاصل کر رہے ہیں۔ جو جمہوریت عطا کرتی ہے +

دسواں باب

مناظر

ولیڈیمیر اندرون ملک روس میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اور ہر جگہ سے اس قدر دور ہے۔ کہ گوگول کے ڈرامہ کے ایکٹروں کی طرح کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر وہاں سے نکل کر سالہا سال بھی گھوڑا گاڑی پر سفر کریں۔ تو ملک کی بیرونی سرحد پر نہیں پہنچ سکتے برف کے لامتناہی میدانوں میں گذر کر وہاں تک انسان رسائی کرتا ہے اور کوئی نئی چیز راستے میں نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ کبھی صنوبر کبھی کسی اور قسم کے درخت پیچھے بعد دیگرے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک گھنٹے تک گاڑی میں پڑھتے رہو۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھو تو تعجب ہوگا۔ کہ ریل گاڑی ابھی تک ہلی بھی ہے یا نہیں۔ بے فیصلہ برف کا منظر ایسا مسلسل ہے لیکن ولیڈیمیر دو لحاظ سے بے نظیر مقام ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی نچلی بلندیوں پر بسا ہوا ہے۔ اور اس میں وقت قدیم گرجا گھر ہیں۔ ایک قلعہ ہے جو کبھی ایک پادری کا محل ہوا کرتا تھا۔ ایک مضبوط اور قدیم دروازہ شہر پناہ اور اس پر پارسی زمانے کی ساخت ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے۔ زمانہ وسطی میں یہاں روس کے پہلے حکمران رہا کرتے تھے۔ آجکل یہ ایک ضلع کا دار الحکومت ہے

اور ایک بڑے علاقے کے اس تمام انتظامی اور معاشرتی کام کا مرکز ہے جس میں پارچہ بافی زراعت کے ہمدوش ہے۔ میں نے ۱۹۲۰ء میں دو ہفتہ کا عرصہ یہاں بسر کیا تھا۔ اور اب میں یہ معلوم کرنے کے لئے بیقرار تھا کہ ساڑھے چھ سال کے عرصہ میں اس نے کیا ترقی کی ہے۔

ولیڈیمیر میں تبدیلیاں

جہاں تک اینٹ اور گارے کا تعلق ہے اس شہر میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں ہوئی۔ وہی لمبے اور بکھرے ہوئے بازار ہیں اور دکانوں مکانوں اور وسیع سرکاری عمارتوں کی غیر مصفا کیفیت بھی وہی ہے۔ کیونکہ اس ملک میں کوئی جگہ کو پائیتا معلوم نہیں ہوتا لیکن ۱۹۲۰ء میں کل نصف درجن دکانیں چند گھنٹوں کے لئے روزانہ کھلا کرتی تھیں۔ اور پھر دروازوں کا بند ہو جانا اس بات کا پتہ دیتا تھا کہ ان کا سامان ختم ہو چکا ہے۔ آج کل ہر دکان کھلی ہے اور اس پر ہجوم ہے۔ اور ہر کھڑکی سامان سے بھرپور ہے۔ اس زمانے میں کبھی کبھی کوئی گڈا ادھ موئے گھوڑوں سے کھنچتا ہوا شہر میں پہنچتا تھا۔ اب جمی ہوئی برف پر جو سڑک پر چار فٹ گہری ہے۔ بے شمار برف گاڑیاں سرتوڑ جاتی نظر آتی ہیں۔ کیونکہ گھوڑے جوان اور موٹے تازے ہیں۔ اس وقت نوجوان صرف ان فوجی دستوں میں ملتے تھے۔ جو خانہ جنگی کی آخری مہموں کے لئے کریمیا کی طرف جا رہے تھے۔ اب نوجوان پھر سول آبادی کا جزو ہو گئے ہیں۔ وہ ہر سیاسی سرگرمی میں حصہ لیتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور ان کی باہمی

نے حیات اور خیالات کی رفتار کو تیز کر دیا ہے۔ اس وقت گفتگو کا ایک ہی موضوع تھا یعنی خوراک اور پریشان حال انتظامی افسر ہر روز اس غلہ کا اندازہ لگایا کرتے تھے جو تقسیم کے لئے باقی رہ جاتا تھا۔ اچھے شہری اپنی خوراک میں انجمن ہائے امداد باہمی کے ذریعے جائز طور پر اپنی زمانہ جنگ کی خوراک میں اضافہ کرنے کے در پے تھے۔ جو لوگ زیادہ دیانتدار نہ تھے وہ رشوت دے کر۔ سازش کر کے۔ چوری کا مال شہر میں لا کر اور طلب منفعت کے اصولوں پر کاربند ہو کر اپنی کاٹنے والی بھوک کو دور کرتے تھے۔ اب کوئی بھی خوراک کا ذکر نہیں کرتا سوائے اس کے کہ کوئی کسی مہمان کو ایک بھرپور ڈنر پر دعوت دے۔ فکر مند نگاہ جو کسی گمشدہ شے کی تلاش میں معلوم ہوتی تھی اب موجود نہیں۔ جو بچے برف میں کھیلتے ہیں ان کے چہرے بھرے ہوئے اور گول گول ہیں۔ چھوٹے سے شہر کے تھیٹروں اور کلبوں میں علمی مباحثوں سے لے کر سینما تک تفریح طبع کا لامتناہی سلسلہ موجود ہے۔ زندگی میں صرف خوشی ہی نہیں بلکہ خوش باشی کے آثار پائے جاتے ہیں +

فارغ البالی کے پس پردہ مشقت بھری جدوجہد

فارغ البالی کے اس نقشہ کے پس پردہ مشقت بھری جدوجہد برسر کار ہے۔ ولیڈیمیر نے کام کیا ہے جب انسان انتخابی اعلانات اور مباحثات کا مطالعہ کرے۔ تو اسے پتہ لگتا ہے کہ ہمارے خیال کے مطابق جنہیں سیاسیات کہا جاتا ہے۔ وہ روس سے مفقود ہیں۔ ماسکو سے لے کر سب سے دور افتادہ گاؤں تک ہر سوویٹ

مجلس کے سامنے ایک ہی عملی مقصد ہے اور وہ یہ کہ صنعتی پیداوار زیادہ ہو اور زمین سے بہتر فصلیں حاصل کی جائیں یہی خوش حالی کی سیاسیات ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ پس ماندہ ہیں۔ باوجود اس کے کہ غربت کا دور دورہ ہے۔ باوجود اس کے کہ پرانی جہالت باقی ہے مشینوں کی کمی ہے۔ ماہر مزدوروں اور صنعت گروں کی کمی ہے اور پرانی بے پرواہی اور غیر منظم کام کی عادت بھی رکاوٹ ثابت ہو رہی ہے پھر بھی روس کا عزم صمیم ان مقدس کاموں کو سرانجام دینے پر ایک امید افزا ایک جھنڈے سے لگا ہوا جس کی مثال ہماری دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ وہ ابھی تک پس ماندہ ہے۔ جو کچھ اس نے کیا ہے۔ اس کے باوجود بھی وہ اس سطح کے نزدیک نہیں پہنچا۔ جو مغربی یورپ حاصل کر چکا ہے۔ لیکن جس شخص نے ۱۹۲۰ء میں اس کی تباہ حالی کا معائنہ کیا ہو۔ اسے ترقی کی یہ بڑھتی ہوئی اور امیدوں بھری رفتار چکر میں ڈال دیتی ہے۔

روئی کے کارخانہ کے حالات

مجھے اس نواح کے سب سے بڑے کارخانہ یعنی سوشنکا نامی روئی کے کپڑے کے کارخانے کے ۱۹۲۰ء کے معائنے کے حالات بخوبی یاد ہیں۔ یہ کارخانہ ایک ناپیدا کنار جنگل کے درمیان واقعہ ہے اور شہر سے ۲۰ ورسٹ کے فاصلے پر ہے۔ اس وقت کارخانہ بند تھا کیونکہ اس کو چلانے کے لئے روئی نہ تھی۔ نوجوان لوگ سامنے کی طرف تھے عمر رسیدہ آدمی ایک ناگفتہ بہ گندی اور خستہ حال بارک میں جو مکان کی بہ نسبت

قیدخانہ سے زیادہ مشابہت رکھتی تھی۔ اور پرانے ...... زمانے کی یادگار تھی۔ نالیاں
بنا رہے تھے۔ انہوں نے لکڑی کا ایک تھیٹر تیار کیا تھا۔ اور ایک چھوٹی پٹڑی کی
ریلوے لائن بھی۔ اور گو ان کے پاس کتابوں اور کپڑوں بلکہ دواؤں اور پنسلوں تک
کی بھی کمی تھی انہوں نے بچوں اور لڑکوں کے لئے ایک سکول سا قائم کر رکھا تھا۔
مزدوروں کے ننھے بچوں کے لئے ایک آرامگاہ بھی۔ اب یہ مقام پہچانا بھی نہیں جاتا
پرانے کارخانے کے قریب ہی ایک نیا کارخانہ جاری ہو گیا ہے جو بہت بڑا۔
بہت صاف۔ بہت ہوادار اور بہت آراستہ ہے۔ اب دونوں کارخانے وخانی
انجنوں کی بجائے بجلی کے ذریعے کام کرتے ہیں۔ بچوں کی آرامگاہ کا رقبہ بہت
بڑھ گیا ہے۔ اور باقاعدہ تربیت یافتہ نرسیں ایک ایسی عمارت میں جو کہ بے حد بھی
ہے۔ اور بے داغ صفائی بھی رکھتی ہے بچوں کی نگہداشت کرتی ہیں۔ ایک ڈاکٹر
جس نے فرانس میں تعلیم پائی تھی۔ اور عملہ کے بارہ آدمیوں سے ایک تھا۔ آس [۱۸]
نے مجھے ایک نمونہ کا شفا خانہ دکھایا۔ اور پھر (گویا اتنا ہی کافی نہ تھا) وہ مجھے مستقل
ہسپتال میں لے گیا جس سے بہتر مغربی یورپ میں بھی نہیں مل سکتا۔ امداد باہمی
سے تیار کیا ہوا ایک عالیشان اور آرام دہ ہوٹل جس میں ہزاروں مزدور بیک وقت
بیٹھ سکتے تھے۔ اگلے ہفتے افتتاحی رسم کی ادائیگی کے لئے تیار تھا۔ دریا کے پانی
کو صاف کرنے کے لئے کیمیاوی اصولوں پر تیار کی ہوئی ایک تقصیر آب کی مشین
بڑی ہنرمندی سے تیار کی گئی تھی۔ حالانکہ پہلے دریا کا پانی اپنی تمام غلاظتوں کے
ساتھ حصول آب کا واحد ذریعہ تھا۔ لکڑی کا تھیٹر منہدم ہو چکا تھا۔ اور اس کی

"قائد اعظم محمد علی جناح ۲۱۰ زندہ باد" "پاکستان زندہ باد"
میں بھی ان محبت بھرے نعروں کی تحسین میں آپ کا ہمنوا ہوں

جگہ اینٹوں کا ایک بڑا ہال اور کلب کا کمرہ تھا جن کے ساتھ مدرسہ کا ایک کمرہ۔ ایک کتب خانہ اور ایک ورزش کا کمرہ بھی تھا۔ قید خانہ کے نمونے کی بارک جس میں پہلے اہل و عیال والے لوگ رہا کرتے تھے۔ اب کم از کم صاف اور عمدہ روشنی والی تو ہے لیکن اس میں اب فقط مجرم لوگ رہتے ہیں۔ اہل و عیال والوں کے لئے اچھے بنے ہوئے مکانوں کے محلے کے محلے تیار ہو چکے ہیں۔ اور اس سے بھی نمایاں تر یہ حقیقت ہے کہ جنگل میں ایک باغوں والا گاؤں تیار ہو رہا ہے۔ یہ تبدیلیاں مجھے تو معجزہ نما معلوم ہوتی تھیں۔ دولت مند مغرب میں تو یہ ترقی قابل داد ہو گی۔ لیکن مفلس روس میں یہ حیرت انگیز ہے۔

سنہ ۱۹۲۰ء کے بعد ہر جگہ ترقی

روس میں جو کچھ میں نے دیکھا سونبکا اس سب سے کسی قدر پیش پیش تھا۔ لیکن ہر جگہ نگاہ کو اسی قسم کا نظارہ دکھائی دیتا تھا۔ سنہ ۱۹۲۰ء کے بعد کی ترقی ہر جگہ نمایاں ہے۔ روسی عوام کے دل میں حرکت اور ترقی کا احساس ان قوی ترین وجوہات میں سے ایک ہے جن کے باعث "سوویٹ نظام چل رہا ہے"۔ اگر کوئی اجنبی مغربی معیاروں کو ذہن میں رکھ کر روس میں آئے۔ تو عام غربت تنظیم کا فقدان۔ صفائی کی کمی جو کہیں کہیں غلاظت کی حد تک بھی پہنچ جاتی ہے اور جو سلافی مزاج کا عکس ہے اس کے دل پر تکلیف دہ اثر پیدا کرے گی۔ اوسط روسی کے دماغ میں کوئی ایسی باتیں نہیں کیونکہ نہ اس نے کبھی جرمنی کے سرسبز کھیتوں کو دیکھا ہے جو حفاظت سے تیار کئے ہوئے

باغوں کی مانند ہیں اور نہ ہالینڈ کے شہروں کو دیکھا ہے جو ایسے باترتیب ہیں جیسے کہ عہد وکٹوریا کے زمانے کا کوئی آرام کمرہ - اُسے تو یہی معلوم ہے کہ چند گذشتہ سالوں کی نسبت زندگی زیادہ آرام دہ اور دولت زیادہ کثرت سے ہے - اس کا گذشتہ تجربہ اُسے مستقبل کے لئے بہت پر امید بنا رہا ہے - موجودہ کیفیت شادمانی اور الوالعزمی کی ہے - مزدوروں کو شاذونادر ہی خیال آتا ہو گا کہ کم از کم مادی اشیاء کے لحاظ سے ان کے مزدور کا مرید صنعتی مغربی ممالک فی الحقیقت زیادہ خوش نصیب ہیں اُن کو تو یہی یاد ہے کہ روس میں زندگی کی ان آسائشوں کے حاصل کرنے کے لئے ایک انقلاب کی ضرورت تھی - وفاداری اور استقلال کے لئے اس مدلل یقین سے بڑھ کر اور کوئی زیادہ یقینی بنیاد نہیں ہو سکتی - کہ وہ نظام جو مزدوروں اور کسانوں کو اس قدر فوائد عطا کر چکا ہے اپنے اندر اس سے بھی زیادہ ترقی کی استعداد رکھتا ہے +

موجودہ فوائد ہی اعلیٰ پیمانہ پر ہیں

جو فوائد حاصل کر چکے ہیں - وہ تو اس وقت تک ہی بہت اعلیٰ پیمانہ پر ہیں - اور وہ فطرت انسانی کے بہترین سرچشموں سے تعلق رکھتے ہیں - کسانوں کو وہ بات حاصل ہے جس کی ہر زرعی مزدور خواہش رکھتا ہے یعنی وہ اپنے ایکڑوں کو اپنا گنتے ہیں یہ خواہش ان میں ایک فطرتی جذبہ تھی - اور یہ جذبہ ایسا گہرا ہے اور زمین میں ننھے ننھے پودوں کی جڑیں گاڑنے وقت یا ہلوں کی کھینچی ہوئی لکیروں پر چلتے وقت

ہاتھوں اور پاؤں کے احساسات کا اس کے ساتھ ایسا الحاق ہے کہ یہ بھی دوسری نفسانی خواہشات کا ہم پلہ ہو جاتا ہے۔ ایک سچا کسان اپنی زمین سے اسی طرح محبت رکھتا ہے جس طرح اپنے بیوی بچوں سے اور جب لطف وصال حاصل ہو جاتے تو یہ جذبۂ الفت مستقل ہو جاتا ہے۔ اور جب فراق کی نوبت آئے تو دل پہ کاری زخم لگتے ہیں۔ انسان ان کے لطف و سرور کا اندازہ نہیں لگا سکتا اگر ان کے فوائد کو روپیہ کی تعداد کے لحاظ سے جانچے۔ ہم روس کی ذہنیت کو سمجھنے میں سخت غلطی پر ہونگے۔ اگر ہم اُسے انتہائی آزاد خیالی یا انقلاب کا ملک ہی سمجھیں۔ ان وسیع میدانوں کی خاموش تنہائیوں میں جس جذبہ فطرت کی تربیت ہو رہی ہے وہ قدامت پسندانہ ہے جو مسخر شدہ اشیاء کو قبضہ اور گرفت سے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ سوویٹ نظام کا ہر دشمن اب کسانوں کے نزدیک ایک ایسا دشمن ہے جو ان کے قبضہ اراضی میں خلل ڈالنا چاہتا ہے۔

پرانی ماتحت اقوام کی رضامندی

ان ستونوں میں سے دوسرا ستون جن پہ سوویٹ نظام قائم ہے۔ روسی شہنشاہی کی پرانی ماتحت اقوام کی رضامندی ہے۔ اگر حافظہ کو سنہ ۱۹۱۷ء کے پہلے ایام کی طرف توجہ دلائیں۔ تو انہیں قوموں کا جوشِ غضب اور احساس درد جو مزارعہ اراضی کے زبان زدِ خلائق گیت کا سب سے زیادہ پُر اثر مصرعہ تھا۔ اس کی آواز ایسی بلند تھی۔ اور یہ ہمدردی کا اس قدر مستحق تھا کہ انسان کو روس اعظم کی اکثریت کے مصائب و تکالیف فراموش ہو جانے کا احتمال تھا۔ آج یہ شکایات اس طرح مکمل طور پر زائل ہو گئی ہیں۔ کہ انسان

گو یہ حقیقت بسا اوقات بھول جاتی ہے۔ کہ اس میں کبھی اختلاف قومیت کا مسئلہ بھی ہوا کرتا تھا۔ یہ درست ہے۔ کہ اس مسئلہ کا حل کسی حد تک تو قطع اعضا کے ذریعہ ہوا یعنی پولینڈ اور بحیرہ بالٹک کی جمہوری ریاستیں آزاد ہو گئیں لیکن یوکرین کی بیشمار آبادیاں اپنے سفید روسیوں۔ یہودیوں اور مختلف نسلوں کے تاتاریوں اور ترکوں سمیت۔ قفقاز کی مختلف قومیں اور سائبیریا اور وسط ایشیا کے نا ترقی یافتہ قبیلے ابھی تک اس کی آغوش میں موجود ہیں خصوصیات تمدنی کے لحاظ سے اور اس لحاظ سے کہ اب ان کے قابل آدمی آسانی سے مقامی اور مرکزی حکومت میں با اختیار حیثیت حاصل کر لیتے ہیں۔ اب انکو ذرہ بھر بھی شکایت نہیں۔ جب غور سے دیکھا جائے تو یہ امر شبہ سے بالاتر نہیں۔ کہ ان مختلف تمدنوں کی دیدہ و دانستہ پرورش کرنا جو بنی نوع انسان کی دماغی دولت میں کمی یا اضافہ کر سکتے ہیں۔ ان قوموں کے لئے یا روس کے لئے محض مفید ہی مفید ہو سکتا ہے۔ یا باعث نقصان بھی انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ اعلیٰ تمدن میں انکا مدغم کر دیا جانا مفید نہ ہوگا۔ جہاں پر ادنیٰ تمام پسماندہ قوم میں کسی احساس ظلم کے بغیر عمل میں آ سکے لیکن اس بنا پر جو شک و شبہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ بالکل دور ہو جاتا ہے۔ جب تاتاریوں جیسی قوم میں ایک مطمئن اور جارحانہ اقدام نہ کرنے والی قوم پروری نے کیا ہی نرالے جذبات پیدا کر دیئے ہیں۔ سیاسی دانائی کا ایک ایسا نمونہ ہے۔ کہ کوئی قوم اسکی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ لیکن [illegible] کے فرانسیسی یا جنوبی افریقہ کے ڈچ لوگ [illegible] طرح کے [illegible] حقوق حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اور انہیں مقامی حکومت خود اختیاری سے اس سے

بھی بہتر حقوق حاصل ہیں - پھر بھی برطانوی ملوکیت کا ڈھانچہ ایسا ڈھیلا ہے کہ انہیں مرکزی حکومت میں وہ اختیارات حاصل نہیں جو سوویٹ نظام کی غیر روسی قوموں کو حاصل ہیں - اس فراخدلی کی بدولت روسیوں نے قوموں کو مسخر کر لیا ہے - جہاں زار نے فقط علاقوں کو زیر نگیں کیا تھا۔

انقلاب کا سب سے بڑا فائدہ

لیکن انقلاب کا سب سے بڑا فائدہ جو روسی اور غیر روسی کسانوں اور مزدوروں پر اثر انداز ہوا ہے ہر وہ آبادی کی کثیر تعداد کا رکن اکثریت کے درجے کی تبدیلی اور اس کے مواقع ترقی میں اضافہ ہے - اس کی تقسیم دو حصوں میں ہو سکتی ہے۔ اول تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر وہ مرد اور ہر وہ عورت جسے کچھ دماغی قوت اور تمنائے عروج حاصل ہے اور علم ہے - کہ وہ ترقی کر کے سلطنت یا میدانِ صنعت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام تک رسائی حاصل کر سکتی ہے - جیسے کہ انیسویں صدی کے انفرادیتی کہا کرتے تھے۔ ناظرین میں سے ہر ایک کو اس کی تھوڑی بہت مثالیں یاد ہونگی - فرانسیسی انقلابی فوج کے متعلق (جس نے والمی کی لڑائی کے بعد ہر فوج پر اپنی فوقیت کا سکہ بٹھایا تھا -) یہ کہا جاتا تھا کہ اس کا ہر سپاہی اپنے تھیلے میں سپہ سالار کا نشان رکھتا ہے اضلاع متحدہ امریکہ میں لنکن ہو گذرا ہے - اور وہ ضرب المثل کروڑپتی بھی جنہوں نے اخبار فروشی سے اپنی زندگی کو شروع کیا - برطانیہ میں بلکہ یورپ کی تمام ترقی یافتہ جمہوریتوں میں ایسے اشترا کی رہنما ہوئے ہیں - جنہوں نے اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں اپنے

ہاتھوں سے محنت مزدوری کی اور پھر بڑھتے بڑھتے وزرائے سلطنت ہو گئے۔ لیکن ان تمام صورتوں میں خاص خاص قابلیتوں والے اشخاص ہی تھے جو بام عروج پہ پہنچے وہ اس دوران میں اپنی جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ اور انہوں نے اُس جماعت کا نظریہ اور عادات حاصل کیں جن میں وہ داخل ہوئے۔ روس میں اس قسم کی ترقی مستثنیات سے نہیں ہے۔ بلکہ بالعموم حاصل ہوتی ہے۔ ایک مزدور کے لیے جو اچھا دماغ رکھتا ہو۔ اور مطالعہ اور باقاعدہ زندگی بسر کرنے کا عادی ہو۔ سوویٹ کا ممبر منتخب ہو کر اعلیٰ رسوخ اور بالآخر اعلیٰ عہدہ حاصل کرنا "دماغیتی" میں سے کسی کی نسبت زیادہ آسان ہے۔ انتہائی اسٹنزا کی جماعت کی حکمران جماعت کے اندر یہ رکاوٹ کا باعث ہے۔ کہ کسی شخص کا باپ پہلے اعلےٰ تعلیم یافتہ ہو گزرا ہو۔ یا اُس نے خود پرانے نظام کے ماتحت یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کی ہو۔ فوج میں عام قاعدہ یہ ہے۔ کہ کمانڈار (جنہیں افسر کہنا درست نہیں) مزدوروں اور کسانوں کی اولاد ہوں۔ صرف جنرل سٹاف کے دفتروں میں کہیں کہیں پرانے ماحول کے نشانات باقی ہیں۔ صنعت میں (جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں) پارچہ بافی کے کارخانوں کے نصف ڈائرکٹر پرانے مزدور ہی ہیں۔ فی الحقیقت اب کسی ادنےٰ گھر کے فرزند کو ترقی کرنے کے لئے خاص جدوجہد نہیں کرنی پڑتی اس کے رفیق اسے اوپر دھکیلنے کے مشتاق ہیں۔ یہ یاس انگیز احساس کہ سینکڑوں رکاوٹیں اس کی راہ میں حائل ہیں۔ اب مفقود ہو چکا ہے۔ وہ ایک عمدہ منظم معاشرتی نظام کا جزو ہے۔ جو پہلے تو اپنی تعلیمی ہولتوں۔ کارخانے کی تعلیمی جماعتوں .... مزدوروں کے کالج اور یونیورسٹی کے لئے کھلے دروازے

کے ذریعے اور پھر اپنی انتخابی کارروائیوں کے ذریعے ہر قدم پہ صنعت میں - فوج میں - مختلف اعلےٰ پیشوں میں کرسی عدالت پہ اور حکومت کے ہر محکمہ میں ترقی حاصل کرنے میں انکا ممد و معاون ہے - فرق محض درجہ کا نہیں بلکہ ملک مزدوروں کی جمہوریت ہے اور روئے زمین پہ اور کوئی سلطنت ایسی نہیں جس کے متعلق ایسا کہا جا سکے -

دوسرا نقطہ نگاہ

اسی حقیقت کو دوسرے نقطۂ نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے - انقلاب نے نوع انسانی کے ترقی کی راہ میں جو رکاوٹیں تھیں ان سب کو اپنے ملک سے دور کر دیا ہے - اُس نے ہر مزدور کے بچے کے لئے وہی کچھ کیا ہے جو ہر زمانۂ حال کی نسوانی آزادی نے ہر لڑکی کے لئے کرنا شروع کر دیا ہے - یہ بچہ مزدور اب اپنے ذہنی اور جسمانی ارتقا کے برسوں کی ہر ساعت میں اس احساس سے ہی خستہ دل نہیں رہتا - کہ وہ نوع انسانی کے تیسرے درجے کے طبقے سے تعلق رکھتا ہے - جب وہ مدرسہ کو جاتا ہے - تو اس کو اب یہ خیال نہیں ہوتا کہ فلسفہ، دستور، علم ادب اور سائینس کی اعلےٰ دلچسپیاں اسکے لیے تقریباً ہونے والے پاؤں کے لئے شجرۂ ممنوعہ کا حکم رکھتی ہیں - نہ ہی خواب دیکھنے ہوئے دیکھے کہ ہر بچہ خواب دیکھتا ہے) جب وہ ان کاموں کا تصور کرے گا - جو اس نے دنیا میں کرنے ہیں - تو کبھی اس کا دماغ اس اشرف تریں اور حوصلہ مند منظر سے جو اس کی آنکھوں کے سامنے آئے یہ خیال کر کے گھبرائے گا - کہ وہ کسی مزدور کی کٹیا میں یا کسی کسان کے جھونپڑے میں پیدا ہوا تھا - یہ تکلیف دہ احساس کہ تقدیر نے

نے ہی اوسے ادنیٰ بنایا ہے۔ جو احساس کہ اوسط درجے کے مزدور کے لئے ایسا بوجھ تھا جسے وہ ناچار اٹھاتا تھا۔ اور قابل مزدور کے لئے گھن کی طرح اندر ہی اندر کھا جانے والی رقابت اور پیچ و تاب دلانے والا خیال تھا۔ روس سے اسی طرح غائب ہو گیا ہے جس طرح شہنشاہی عقاب۔ ہم میں سے جو لوگ ایسے ماحول میں پیدا ہوئے جہاں یہ رکاوٹیں نہیں تھیں۔ وہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ بنی آدم کی تاریخ میں ذہن انسانی کی ترقی کو محدود کرنے اور عوام الناس کو اس ذہنی اور جسمانی ارتقا سے روکنے میں جس کی قابلیت ان کے اندر موجود ہے۔ ان رکاوٹوں نے کیا کیا گہرے اور دور رس اثرات پیدا کئے ہیں۔ جہاں سوسائٹی ایک مینار کی صورت اختیار کرے۔ وہاں یہ رکاوٹیں ہمیشہ پیدا ہونگی۔ انقلاب نے جو سب سے بڑا کام کیا ہے۔ وہ ان رکاوٹوں کا دور کرنا ہے۔ میرے خیال میں تو یہ ایسی کامیابی ہے جس کے مقابلے میں وہ ہولناکیاں اور وہ مظالم وہ نقصانات اور وہ غلط کاریاں جو اس انقلاب کے پیدا کرنے میں ہوئیں زیادہ وزنی نہیں۔ مغربی ممالک جیسی مکمل سیاسی آزادی کا فقدان بھی اس معاشرتی آزادی کے وہم و گمان سے برتر فوائد کے مقابلے میں ایک خفیف سا نقصان ہے۔

سیاسیات کو اقتصادیات نے نگل لیا ہے

اندریں حالات روس کی جنم تیزی تجزیہ کرتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ انسانی مسائل کا اہم ترین مسئلہ یعنی سوشل (معاشرتی) آزادی کا مسئلہ حل کیا جا چکا ہے۔ سیاسی مسئلہ ابھی تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ ڈکٹیٹر شپ اپنی بنیاد کو مضبوط کر رہی ہے۔

اور جمہوریت کی نئی ترکیب کی تلاش میں ہے۔ جو ایک مدت کے لئے اسے کاری حملوں سے محفوظ کر سکے۔ یہ مسئلہ کسی لحاظ سے بھی ایسا نازک نہیں کہ عوام کی توجہ اس کی طرف کھینچ رہی ہو۔ جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں۔ سیاسیات کو اقتصادیات نے نگل لیا ہے۔ محض سیاسی مسائل مثلاً حیات انسانی اور تعلیم کے غیر مذہبی نقطہ نگاہ اور کیتھولک مذہب کے نقطہ نگاہ کی دائمی کشمکش جس سے فرانسیسی سیاست کبھی غیر متاثر نہیں رہ سکی روس میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ روسی ترقی کی تیزی رفتار اور وسعت اور بالآخر موجودہ نظام کا قرار و دوام اب زیادہ تر بلکہ کلیتہً اقتصادی ترقی پر منحصر ہے۔

روس کی سب سے بڑی ضرورت سرمایہ کا جمع ہونا ہے

اس وقت روس کی سب سے بڑی ضرورت سرمایہ کا جلد سے جلد جمع ہونا ہے۔ موجودہ نسل کی زندگی میں روس کو مغربی ممالک کی سطح تک پہنچانے کے لئے جس قدر رقم کثیر کی ضرورت ہے۔ اس کا اندازہ لگانے سے بھی خوف آتا ہے۔ روس کو اپنے وسیع اور عظیم صورت ملک میں سوائے تین چار سڑکوں کے باقی سب کو از سر نو تعمیر کرنا ہے۔ اس نے اپنی تمام آبادی کے لئے از سر نو مکانات تعمیر کرنے ہیں۔ اس نے اپنے تمام کارخانوں ورکشاپوں اور کانوں کو نئی مشینری سے آراستہ کرنا ہے۔ اور کسانوں کے لئے آلات کشاورزی اور غلوں۔ چارہ کی فصلوں۔ مویشیوں اور گھوڑوں کی زیادہ نسلی بخش پیداوار کا مکمل سامان کرنا ہے۔ نئی ریلوں اور نہروں کی تعمیر ضروری ہے۔ اور بجلی کی امید افزا ترقی میں بھی سرعت رفتار لازمی ہے۔ اور جب یہ سب کچھ ہو جائے۔ تو پھر اسکے جنگلات اور معدنی

دولت کو جس سے ابھی تک کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا گیا۔ ترقی دینے اور سائبیریا اور یورپی روس کے دور افتادہ شمالی علاقے کو آباد کرنے اور وسط ایشیا کے وسیع میدانوں کو وسائل آبپاشی کے ذریعے زیر کاشت لانے کا کام باقی ہو گا۔

غیر ممالک سے سرمایہ حاصل کرنا ناممکن ہے

تاحال تو روسیوں کو یہی اُمید رہی ہے کہ ان اغراض کے لئے جس سرمایہ کی ضرورت ہے اوسے ممالک غیر سے حاصل کریں۔ برطانوی مزدور حکومت کے ساتھ جو عہد نامہ ہوا تھا اور جو زینوویف والے انتخاب کے بعد معطل ہو گیا اوسکی تہ میں بھی یہی مقصد تھا۔ اور فرانس کے ساتھ جو گفت و شنید ہو رہی ہے اوس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے لیکن ایک ہی ذریعہ ہے جس سے سرمایہ ہاتھ آسکتا ہے اور وہ ریاست ہائے اضلاع متحدہ امریکہ ہے۔ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ دو سال کے اندر اندر کیفیت میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے روسیوں کو اب کوئی اُمید نہیں کہ مستقبل قریب میں غیر ملکی سرمایہ کے مل جانے کا امکان ہے وہ سرمایہ دار دنیا کی سیاسی دشمنی کے نتائج کو سامنے دیکھ رہے ہیں۔ اونکو یہ یقین ہو گیا ہے کہ انکی اقتصادی حکمت عملی کی کامیابی کا معیار یہی ہو گا کہ وہ اندرون مُلک سے سرمایہ بہم پہنچانے کی کس قدر قابلیت رکھتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں انکی اپنی پیداوار سے اس قدر فالتو بچنا چاہیئے جو غیر ممالک سے مشینری خریدنے یا اُسے اپنے مُلک میں بنانے کے لیئے کاریگروں کو ادا کرنے میں کام آسکے۔

مختلف شکلوں میں سرمایہ کا حاصل کرنا

روسی بجٹوں میں یہ فالتو رقم کئی شکلوں میں نظر آسکتی ہے۔ یہ غیر ملکی تجارت کا منافعہ ہوسکتا ہے جسے غیر ملکی مشینری کی خرید میں لگایا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں یہ رقم غلہ، سن، لکڑی اور دیگر قدرتی پیداوار کی فروخت سے ملے گی۔ یہ رقم قومی صنعت گاہوں کے کام کا منافعہ بھی ہوسکتی ہے۔ ٹیکسوں کے ذریعے سے بھی حاصل ہوسکتی ہے یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ٹیکس ایک خاص حد تک قائم رکھنے چاہئیں۔ تاکہ قومی صنعت و تجارت کا منافعہ منفعت بخش مقاصد میں صرف ہوسکے۔ عملاً روس کا نیا سرمایہ انہیں خود مختار انجمن ہائے کارخانہ کے بجٹوں سے مہیا ہوتا ہے۔ جو اپنی فالتو رقوم کو نئی مشینوں کے خریدنے اور نئے کارخانوں کے بنانے میں صرف کرتے ہیں۔

انفرادی پس اندازی

ایک اور ممکن ذریعہ جو ابھی تک قابل قدر نہیں انفرادی پس اندازی ہے۔ یہ تو عیاں ہے کہ نہ تو شہر کے مزدور اور نہ ہی کم تنخواہ پانے والے مختلف پیشوں کے لوگ کچھ زیادہ بچا سکتے ہیں۔ اگر وہ بچانے بھی لگیں۔ لیکن زیادہ خوشحال کسان ضرور کچھ نہ کچھ بچاتے اور جمع کرتے ہیں۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ولیڈیمیر کی طرح کے اضلاع میں انتہائی اشترا کی جماعت "کفایت شعاری کو فروغ دینے کی مہم" جاری کرتی ہے۔ ۱۹۱۷ء کے بت شکن (یعنی انقلابی) انگشت بدنداں ہو

جاسنے اگر وہ اس ترقی کا قیاس کر سکتے قرضہ کے ذریعہ سرمایہ حاصل کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے لاٹریاں سوویٹ زندگی کا ایک ہر دلعزیز پہلو ہوگئی ہیں ؞

فراہمی سرمایہ کا ترقی یافتہ دور

سوویٹ حکومت نے فراہمیٔ سرمایہ کے لئے جو ذرائع استعمال کئے اُن سے اوسکی ناتجربہ کاری اور علمی اقتصادیات سے ناواقفیت کا راز آشکارہ ہوگیا جنگ عظیم اور خانہ جنگی کے بعد ایک محصور منڈی میں کام کرتے ہوئے جسے ہر قسم کی صنعتی پیداوار کی لاانتہا ضرورت تھی۔ اس نے اپنا فالتو سرمایہ زیادہ قیمتوں کے ابتدائی ذریعے سے فراہم کرنا چاہا۔ یہ حکومت اس مرحلہ سے گزری اور گزر رہی ہے۔ جسے اقتصادی مؤرخ " فراہمی سرمایہ کا ترقی یافتہ دور" کہتے ہیں۔ اس کو حقیقتہً یہی خیال تھا کہ جتنی زیادہ قیمت وصول کی جائے گی اتنا ہی زیادہ نفع ہوگا۔ انجمن ہائے امداد باہمی بھی بسا اوقات اسی اصُول پر کام کرتی تھیں۔ اور سَو فیصدی بلکہ اس سے بھی زیادہ منافع ظاہر کرتی تھیں۔ تجربہ نے شاذونادر ہی حکومت کے کان کھینچے تھے اور کم ہی اُسے غیر فروخت شدہ مال کے ذخیرۂ کثیر سے روشناس کرایا تھا۔ اس کا تمام نظام اسی پست سطح پر آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ مزدوری کی کمی شرمناک حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی کاریگری کے لحاظ سے اس پر خرچ زیادہ آتا تھا۔ آدمیوں کی تعداد فضول طور پر زیادہ تھی۔ جو کام اور مُلکوں میں مشینوں سے

ہوتے ہیں۔ وہ ہاتھ سے ہوتے تھے۔ انفرادی کارکردگی کا معیار گرا ہوا تھا۔ نظام ضائع کن۔ دفتریانہ اور غیر ضروری طور پر مرکزی تھا۔ لیکن جو کچھ ضائع ہوتا تھا۔ اوس کا معاوضہ زیادہ قیمتوں کے ذریعے ادا ہو جاتا تھا۔ اور اگرچہ مزدوریاں کم تھیں تاہم بازار ایسا وسیع تھا۔ کہ مؤثر مانگ ہمیشہ مہیا شدہ سامان سے زیادہ معلوم ہوتی تھی ۔

ماہر مزدوروں کی کمی

ہر صنعت میں ماہر مزدوروں کی ایسی ہی کمی تھی۔ جیسی کہ بہترین مشینری کی۔ لیکن روسی کارخانوں میں اکثر مقامات پر اعلیٰ ہنرمندی کی سخت ضرورت ہوتی ہے کیونکہ تقسیم کار کے اصول پر ابھی تک کم ہی پابندی ہوئی ہے۔ روسی درزی کو ایک سوٹ تیار کرنے کی تمام کارروائیوں میں اعلیٰ کاریگر ہونا چاہیئے۔ جہاں کہ امریکن درزی فقط بٹنوں کے سوراخ بنانے پر اکتفا کرے گا۔ ایک روسی انجینئر کو ہر اوس عمل سے آگاہ ہونا لازمی ہے۔ جس سے مشین کے اوزاروں کو درست کیا جائے۔ قدرتاً فی کس اور فی مشین اس مقابلتہً کم پیداوار کے باعث بچت بہت کم تھی۔ بہ نسبت اس کے جو ترقی یافتہ طریقہ پر عام پیداوار۔ کم قیمتوں اور زیادہ مزدوریوں سے ہو سکتی تھی ۔

کم قیمت اشیاء کے زیادہ ذخیرے کی ضرورت

صاف بات تو یہ ہے۔ کہ صنعت کا تمام نظام از سر نو شدید ترمیم و تعمیر کا محتاج ہے۔ لیکن ابتدا لازماً قیمتوں کے بارے میں موجودہ حکمت عملی کے تغیر سے ہونی چاہیئے۔ جب ایک مرتبہ یہ خیال راسخ ہو جائے۔ کہ نئے سرمایہ کی شدید ضرورت اسی طرح سے پوری ہو سکتی ہے۔ کہ کم قیمت اشیاء کا زیادہ ذخیرہ تیار کیا جائے تو پرانا نظام تبدیلی کے لئے مجبور ہو جائے گا۔ اور سرمایہ کے جلدی مجتمع ہونے سے روسی آبادی کی حقیقی دولت اور حقیقی مزدوری میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔ پرانے سے نئے نظام میں تبدیلی سُرعت سے تو نہیں ہو سکتی اگرچہ پر تفوق شدت پیدا ہو رہا ہے وہ ابھی سے نظر آ رہی ہے لیکن روس نے سال گذشتہ کے دوران میں جو بڑا قدم اٹھایا ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ حکومت کے ارباب بست و کشاد ہیں انہوں نے نئے اصول کو ذہن نشین کر لیا ہے اور وہ دانستہ کوشش کر رہے ہیں کہ "فراہمی سرمایہ کے ابتدائی مرحلہ سے" گذر جائیں ۔

ایک ملک کیلئے تنہا اشتراکیت پر عمل پیرا ہونا ممکن ہے

ٹراٹزکی اور سٹالین کا اختلاف

قیمتوں کے معیار اور فراہمی سرمایہ کا یہ مسئلہ سال گذشتہ اس بحث و مباحثہ کا

موضوع بنا۔ جو کہ انتہائی اشتراکی جماعت کے اندر ہوا اور جس میں ایک طرف ٹراٹسکی۔ زینو ویف۔ ریڈک اور اُن کے ساتھی تھے۔ اور دوسری طرف سرکاری اکثریت جن کی رہنمائی سٹالین۔ بخارین۔ اور رائیکاف وغیرہ کر رہے تھے۔ اس بحث کی رفتار رُوسی اور انتہائی اشتراکی تخیل کی خصوصیات سے خالی نہ رہ سکی۔ کیونکہ اس کا فیصلہ محض اقتصادی وجوہات پر نہیں کیا گیا۔ ٹراٹسکی کے فریق نے یہ کہنا شروع کیا کہ کسی ایک مُلک کیلئے تن تنہا اشتراکیت پر عمل پیرا ہونا ناممکن ہے۔ مارکس کے فلسفہ کی راسخ الاعتقاد تعبیر شاید یہی ہو۔ یقیناً یہی یقین تھا جس سے لینن اور رُوسی انقلاب کے دوسرے ہر پیشرو شروع ہوئے۔ اور جب رُوس جیسے اقتصادی پس ماندگی میں ڈوبے ہوئے مُلک کا خیال کیا جائے تو اس اصُول کے حق میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے ٭

پہلا نتیجہ

تمام دُنیا میں انقلاب پیدا کیا جائے

اِس عقیدہ پر عمل پیرا ہونے سے دو نتائج برآمد ہوتے اوّل تو یہ کہ رُوسی حکمت عملی کا مقصد یہ مقرّر کیا جاتا۔ کہ تمام دُنیا میں انقلاب پیدا کیا جائے اور اپنی حفاظت کے لئے بلکہ قومی خودکشی کے خطرے کو برداشت کرتے ہوئے بھی رُوس کی ترقّی اس بلند تر مقصد کے لئے ملتوی کر دی جاتی۔

جو بچت ہوتی اوسے سرخ فوج اور بین الاقوامی پروپیگنڈ کیلئے صرف کیا جاتا اور روسی صنعت کی پسماندگی اس بناء پر قابل عفو خیال کی جاتی۔ کہ آخر کار مستقبل کی عالمگیر اشتراکی سلطنت میں اوسکی ضروریات جرمن اور برطانوی صنعت کی پیداوار سے مہیا ہونگی ؎

شہری مزدور دیہاتی کسانوں سے جلب منفعت کر سکتے

دوسرا نتیجہ داخلی حکمت عملی سے متعلق ہے۔ چونکہ تنہا روس کو ایسا ملک تصور نہ کیا جاتا جو اشتراکی نظام قائم کر سکے اسلئے اوسکے شہری مزدور جو انقلاب عالم کو ترقی دینے والے سرگرم لشکر ہوتے وہ اس دلیل کے مطابق ایک مقرب اور افضل جماعت خیال کئے جاتے اور کسانوں سے جلب منفعت کرنے پر اصولاً اعتراض نہ کیا جا سکتا۔ یہ طریق کار اشتراکی ریاست میں خواہ کیسا ہی برا کیوں نہ ہوتا کہ کسانوں کو نقصان پہنچاتے ہوئے علی الاعلان شہری مزدوروں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جاتا اور ان کو ترقی دی جاتی۔ آسان الفاظ میں مخالف جماعت کا مقصد یہ تھا کہ روسی کارخانوں کی ساخت شدہ اشیاء کی قیمت اور بھی زیادہ کی جائے۔ خوردہ فروشوں کے منافع کو کم کر کے کچھ بچت کی جا سکتی تھی لیکن مخالفین تیار تھے کہ روسی طریق کار کو جاری رکھیں جسکے ذریعہ کسان مجبور ہوں کہ اپنی پیداوار کو جو ممالک غیر میں دنیا کی قیمتوں کے مطابق فروخت ہو سکتی تھی ان صنعتی اشیاء کے تبادلہ میں دیں جنکی قیمت بہت زیادہ لگائی گئی ہو۔ زینووایف نے بالخصوص شہری مزدوروں کی جماعتی نفسانیت سے بلحاظ عوام اپیل کی۔ اور کسانوں کی نازبرداری کے خلاف احتجاج کیا۔ اس جماعت کے بعض ارکان نے تجویز کیا کہ قیمتوں کو برقرار رکھنے کیلئے غیر ممالک سے غیر محدود یا کم از کم وسیع پیمانے پر صنعتی اشیاء کی درآمد کی جائے اور ان پر ٹیکس عائد کئے جائیں

اکثریت کی فتح روسی رائے عامہ کی فتح تھی

اکثریت نے (جیسا کہ بعض لوگوں کو شکایت ہے) پارٹی کے نظام کو مخالفین کو نیچا دکھانے کیلئے استعمال کیا ہوگا کچھ بھی ہو روس کے باہر بہت ہی کم عقلمند لوگ ایسے ہوں گے جنہیں شک ہو کہ اکثریت راستی پر نہ تھی خواہ اقتصادی معاملات کو پیش نظر رکھیں یا سیاسی کو۔ اسکی فتح میرے خیال میں روسی رائے عامہ کی فتح تھی یہ عقیدہ کہ کوئی ریاست تنہا اشتراکیت قائم نہیں کر سکتی نامنظور کیا گیا۔ کسی قدر بیچارین کی اس ہشیارانہ دلیل کی بنا پر کہ کسی ایسے اصول کو تسلیم کرنے سے دوسرے ممالک کے مزدوروں کو انقلاب کرنے کا حوصلہ نہیں ہوگا۔ ہر ایک اس انتظار میں رہیگا کہ کب سب عالمگیر جدوجہد کیلئے تیار ہوتے ہیں لیکن منطق سے قطع نظر کرتے ہوئے اس اصول کے مسترد کئے جانے کی اصلی وجہ یہ تھی کہ اگرچہ روسی اپنے نقطۂ نظر میں بین الاقوامی تھے تاہم ان کا اول ترین مقصد روس کی ترقی دنیا اور اپنے لئے انقلاب کے فوائد کو محفوظ کرنا تھا۔ انکی حکمت عملی ابھی تک کلیتہً یکساں وہموار نہیں۔ وہ بعض بین الاقوامی اغراض کیلئے اور بالخصوص انقلاب چین کی کامیابی کے لئے بہت کچھ کھیل کھیل رہے ہیں۔ اور کھیلیں گے۔ لیکن دوگونہ حکمت عملی کے باوجود اس امر میں شک نہیں کہ ان کا حقیقی مقصد اور جو مقصد ان کی حکمت عملی پر روز افزوں اثر انداز ہونے والا پردہ بھی ہے کہ اپنی آبادی کو فائدہ پہنچایا جائے اور اپنے وسیع علاقوں کو ترقی دی جائے مقاصد کا یہ تعین گو بہت سے ناظرین کو ایک معمہ سا نظر آئے لیکن روسیوں کیلئے یہ کوئی معمہ نہیں تھا۔ اس بحث ومباحثہ کے بعد ان مقاصد کا علی الاعلان اختیار کرنا روایات سابقہ سے انحراف اور عہد نو کی ابتداء ہے ۔

ٹراٹسکی کی حکمت عملی کو مسترد کرنیکے نتائج

مخالفین کے اصولوں کے استرداد سے اور جو نتائج پیدا ہوئے وہ کم اہمیت نہیں رکھتے۔ اوّل تو حکمران جماعت نے کسانوں کے متعلق لینن کی حکمت عملی کو ازسر نو تصدیق کی ہے۔ یہ مزدوروں اور کسانوں کے اتحاد کو قائم کرنے کی کوشش کرے گی اور گو دہقانوں کو سوویٹ یونین کی حکمت عملی تجویز کرنے میں مزدوروں کے مساوی طاقت شاید کبھی بھی حاصل نہ ہو۔ تاہم مزدوروں کو علم ہے کہ وہ اپنے مادی مفاد کو کسانوں کے مفاد پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ مزدوروں کے لیڈر اپنے آپ کو مقابلۃً بے زبان اور غیر منظم کسانوں کے امین محسوس کرتے ہیں اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ احساس اشتراکی اخلاق پر مبنی ہے یا سیاسی ضرورت پر۔ گو کسان کاہل ہوں۔ گو ان میں تعمیری پروگرام مرتب کرنے والے تخیلین اور سیاسی رہنما نہ ہوں لیکن وہ رکاوٹ ڈالنے اور سول نافرمانی کرنے کی خوفناک قابلیت رکھتے ہیں ان کی بے اطمینانی تمام نظام کو تہ و بالا کر سکتی ہے۔ اور قابل برآمد فاضلہ غلّہ کی پیداوار میں تاخیر کرکے اقتصادی ترقی کی تمام اُمیدوں کو خاک میں ملا سکتی ہے۔ وہ یہ انتہائی قدم بھی اُٹھا سکتے ہیں کہ شہروں کی ضرورِیات کیلئے کاشت کرنا ہی بند کر دیں۔ جیسا کہ خانہ جنگی کے آخری ایام میں انہوں نے کیا تھا۔ اور اس طرح شہر والوں کے دماغ کو درست کر دیں۔ آخر میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کسانوں کی سرگرم وفاداری کے بغیر سرخ فوج ناقابل اعتبار رہ جائیگی۔ ان تمام اعتبارات سے کسانوں کی رضاجوئی ویسی ہی لازمی ہے جیسی کہ مزدوروں کی۔ اگر اس بحث و مباحثہ کا فیصلہ کسی اور طرح پر ہوتا تو سوویٹ نظام کو کئی تشویشناک برسوں میں سے گزرنا ہوتا اور شاید وہ انکے بوجھ تلے ہی دب کر رہ جاتا ∗

موجودہ مشکلات

کسانوں کی شکایات کے ازالہ کا عزم

مخالفین کے اقتصادی دلائل کی نامنظوری نے محض منفی نتائج ہی پیدا نہیں کئے۔ اس نے اکثریت کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے موجودہ طریقِ کار کا جائزہ لیں۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ کسانوں کی شکایات دور کی جانی چاہئیں۔ اور سال رواں (یعنی ۱۹۲۷ء) کے ماہ جون تک صنعتی اشیاء کی قیمتوں میں دس فیصدی کمی کا بہادرانہ ارادہ کرنا پڑا۔ کچھ کارروائی تو اس کے متعلق ابھی سے ہو چکی ہے لیکن یہ بات بہت مشکوک ہے کہ آیا یہ تمام گرانقدر تخفیف مقررہ تاریخ تک ہو سکے گی۔ انجمن ہائے امداد باہمی کے زور خوردہ فروشی کے منافعہ کو کم کرنے کی کوشش ہوگی۔ اس نئے رجحان سے بھی ابھی تک یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ روسی خرچ کی کمی کا ذریعہ حد سے زیادہ کفایت شعاری کو سمجھتے ہیں اور از سر نو تنظیم کرنے پر زیادہ انحصار نہیں رکھتے۔ لیکن تخفیف شدہ قیمتوں اور عوام کی بہتر طاقتِ خرید کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ مجبوراً وسیع پیمانہ پر ساخت اشیاء کرنی پڑیگی۔ زیادہ قابل آدمی تو اس بات کو محسوس کر رہے ہیں۔ اور زیادہ پیداوار سے تھوڑا تھوڑا منافعہ حاصل کرنے کے فوائد سے باخبر ہو گئے ہیں۔ کم درجے کے آدمیوں کے ذہن زیادہ آہستہ آہستہ حرکت کرتے ہیں۔ اور ہر قدم پر سرمایہ۔ ساکھ اور ہنرمند مزدوروں کی قلت ترقی کی راہ میں حائل ہوگی۔ تاہم کام شروع ہو گیا ہے۔ اس سے رفتہ رفتہ نہ صرف زیادہ سرمایہ جمع ہو سکے گا۔ بلکہ باشندوں کی دولت اور آسائش میں بھی تدریجی ترقی ہوتی جائیگی۔ روس کا مستقبل اور سب چیزوں سے زیادہ اس ترقی پر منحصر ہے۔

راہِ ترقی میں دیگر موانع

لیکن اور امور بھی ہیں۔ جو روس کی ترقی پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ جو مافیین؟ کے ساتھ جو ناقابل ستائش سلوک ہو رہا ہے۔ اوس سے روس کو بہت خطرہ ہے۔ خانہ جنگی کے بعد جو ہجرت ہوئی اوس میں بہت سے فضول اور دوسروں کے سہارے زندگی بسر کرنیوالے لوگوں کا بوجھ تو کم ہو گیا لیکن اس کے باعث بہت سے معزز پیشوں کے آدمیوں بہت سے صنعت اور انجینئری کے ماہروں۔ بہت سے علمی و ادبی لوگوں کی خدمات سے بھی محروم ہونا پڑا جنکی قابلیتیں انتہائی اشتراکی جماعت کی امداد پر ہوتیں اگر یہ جماعت زیادہ دانا اور زیادہ رَوادار ہوتی۔ ان لوگوں میں سے بعض مثلاً میڈٹراو رپروکوفیو کے مصنفین تو حال ہی میں واپس آگئے ہیں اس سے بھی زیادہ ہولناک نتائج فتحمند مزدوروں کے اوس رویہ سے پیدا ہوئے جو انھوں نے انقلاب کے ابتدائی ایام میں ملک میں رہ جانے والے دماغیین کے متعلق اختیار کیا۔ انہیں اپنی بے حقیقتی کا احساس بڑے دردناک طریقوں سے کرایا گیا۔ استادوں کو بالخصوص اپنے حلقہ میں اس کا بہت تلخ تجربہ ہوا۔ نہ ہی میرے خیال میں یہ کہنا انصاف سے خالی ہو گا۔ کہ فتحمندوں میں سے بعض کم حوصلہ مند اور کم دوراندیش لوگ ایسے تھے جو تعلیم یافتہ لوگوں کے درجے کو پست کرنے میں مسرت محسوس کرتے تھے۔

ردِ عمل

کئی صورتوں میں تو اس حکمت عملی کے برعکس کام شروع ہو گیا ہے انتہائی اشتراکی

جماعت کو جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ نہ تو صنعت میں اور نہ فوج میں سابقہ نظام کے ماتحت تربیت یافتہ تجربہ کار آدمیوں کی قابلیت سے استفادہ کئے بغیر گزارہ ہو سکتا ہے اوسے ان "ماہرین خصوصی" کو ملازم رکھنا پڑا۔ اور ان کو وہ تنخواہیں ملتی ہیں جنہیں روس میں اعلیٰ مشاہرے کہا جاتا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تعلیم یافتہ مردوں اور عورتوں کی تعداد کثیر جو ملازمت سرکاری میں ہے۔ اوسکی تنخواہیں بہت قلیل ہیں۔ نچلے درجے کے مدرسین کی تنخواہ اوسطاً چالیس روبل ہے۔ اور دیہاتی ڈاکٹروں کی پچاس روبل۔ یہ ایک غیر ماہر مزدور کی اُجرت ہے۔ اس حالت کا ظاہر ترین نتیجہ جس سے کوئی بڑا تنگدل پارٹی باز بھی بے خبر نہیں ہو سکتا یہ ہے کہ اوسکے اپنے بچوں کی تعلیم اور دیہاتی لوگوں کی صحت کو نقصان پہنچے گا۔ اگر ان اہم ترین فرائض کی انجام دہی ایک پس انداختہ اور غیر مطمئن جماعت کے سپرد ہو گی۔ جسے ایسے حالات میں جو اسکی حیات ذہنی کے لئے مہلک ہیں۔ بغیر تمنائے عروج کے۔ بغیر امید کے۔ اور بغیر آسائش کے زندگی بسر کرنی ہو گی۔ دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ روس کی تمام ذہنی زندگی پر برا اثر پڑے گا۔ اگر اس جماعت کو جس نے روس کے معیار ذہنی کو بلند کئے رکھا ہے۔ اس ناقابل برداشت حالت میں تباہی کی منزل تک پہنچا دیا گیا۔

سابقہ نظام کے ماتحت تربیت یافتہ لوگوں کے بغیر گزارہ نہیں

یہ بات تو بہت عمدہ اور شاندار ہے کہ مزدوروں کے معیار تہذیب کو بلند کیا جائے اور اونکے بچوں کے لئے ترقی کے دروازے کھول دیئے جائیں لیکن کم از کم ایک پُشت کیلئے تو روس ان آدمیوں کے بغیر گزارہ نہیں کر سکتا جنہوں نے سابقہ نظام کے ماتحت تربیت پائی

تھی۔ اور نہ ہی ان آدمیوں کی اولاد کے بغیر اس کا گزارہ ہو سکتا ہے۔ وہی مدرسے بیشک سب کیلئے کھلے ہوں گے لیکن بیس بیس برس تک تو اعلیٰ تعلیم یافتہ والدین کے بچوں کو قدرتی فوقیت حاصل ہوگی۔ وہ ایسے حسنِ مذاق۔ ایسے معیارِ کار۔ اور ایسے وسیع اور حساس نظریہ بلند میں پرورش پائیں گے۔ جیسے مزدوروں کے بچوں میں سے صرف خاص قابلیت رکھنے والے ہی پہلی پشت میں حاصل کر سکیں گے ۔

اعلیٰ تعلیم کی کمی

انقلاب کے ابتدائی سالوں میں یونیورسٹیوں کے معیارِ تعلیمی میں تشویش انگیز کمی واقع ہوگئی تھی۔ لیکن حال میں قابلِ قدر ترقی ہوگئی ہے۔ لیکن اعلیٰ قابلیت کے کئی پروفیسر ابھی تک مستقبل کے متعلق مایوس ہیں۔ جب انسان ماسکو کی فنونِ لطیفہ سے آراستہ زندگی کا حظ اٹھا رہا ہو جس میں تعمیری قوت بھی اپنے عالمِ شباب کی مستیاں دکھا رہی ہو تو وہ اس احساس کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس کی بنیاد ریگ پر ہے۔ یہاں کی تعلیم یافتہ جماعت جس کے تربیت یافتہ احساسات ہیں بڑی مشکل سے بسر اوقات کر رہی ہے۔ یہ پیشے والے افلاس سے دست و گریباں ہو رہی ہے۔ یہ اپنی اولاد کے مستقبل کو تشویش سے دیکھ رہی ہے۔ "دماغیین" اور بالخصوص استادوں پروفیسروں اور ڈاکٹروں کے متعلق زیادہ فیاضانہ حکمتِ عملی انجام کار روس کی تعمیری قوتوں کی پرورش کرے گی۔ اسکی دماغی زندگی کو سرسبز بنائے گی۔ اور اس کی مادی ترقی کے قدم کو بھی سرعتِ رفتار عطا کرے گی ۔

اخبارات، کتب اور تعلیم پر اجارہ دارانہ اختیار کے نقائص

کامل سیاسی آزادی کے فقدان کیلئے تو انسان بادلِ ناخواستہ کبھی بہانہ تلاش کر سکتا ہے کیونکہ سرعتِ تعمیر کے زمانے میں اسکے بغیر چارہ نہیں ہوتا اور اس سے جمہور پر مصیبت بھی ٹوٹ نہیں پڑتی۔ لیکن حکمران فریق کو اخبارات پر۔ اشاعتِ کتب پر اور یونیورسٹی تعلیم کی سرپرستی پر جو واحد اجارہ دارانہ اختیار حاصل ہے۔ اوس کا سیاسیات کے میدان سے باہر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ عمومی حیثیت سے یہ کہنا درست ہے کہ فلسفہ کے آزاد رجحانات بلکہ تعمیری اور تنقیدی ادبیات کے آزاد رجحانات بھی جو انتہائی اشتراکیوں کو خلاف انقلاب، معلوم ہوتے ہیں۔ یا تو کھلے طور پر بیان ہی نہیں کئے جاسکتے یا کہیں کہیں بڑی مشکل سے بیان کئے جاسکتے ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کیونکہ مجھے اس کے خلاف مثال بھی دستیاب ہوئی ہے۔ نوٹ:۔ لیکن مجھے شبہ ہے کہ آج روس میں کوئی ایسی کتاب شدید اور دشوار کشمکش کے بغیر شائع ہو سکتی ہے جس میں دنیا کی بے حقیقتی کے فلسفہ پر بحث ہو یا جو تنہائی کا ماحول رکھنے والا کوئی ڈرامہ یا ناول ہو یا کوئی ادبی تصنیف ہو جو جارحانہ انداز میں محض خیالی افسانہ ہو۔ پبلک مناظروں میں بحث و مباحثہ ہوتا ہے۔ جو خوب کثرت سے ہوتے ہیں جیسا کہ میں قبل ازیں بیان کر چکا ہوں لیکن یہ کیفیت ایک بڑی قوم کے ذہنی ارتقا کیلئے بڑی تنگ بنیاد ہے۔ یہ تو گویا ایک متکبرانہ خود رائی کی زنجیروں میں مقید ہوتا ہے جو زود یا بدیر ذہن قومی کی وسعت کو تنگ اور اوسکے تار و پود کو کمزور کر دے گی۔ اگر اوسنے رواداری کا سبق وقت پر نہ سیکھا۔

دُنیا سے علیحدگی کے نقصانات

علاوہ ازیں رُوس اوس علیحدگی سے بھی نقصان اٹھا رہا ہے جسمیں آجکل وہ دن بسر کر رہا ہے کسی قوم کے ذہنی ارتقا کیلئے بیرونی دُنیا سے وابستہ ہونا بہت ضروری ہے۔ میرے خیال میں تو مختلف تہذیبوں کے باہمی عقد سے ہی افزائش (نسل) ہو سکتی ہے۔ روس زمانہ حال میں جو تعمیری امنگ محسوس کر رہا ہے وہ ناقابل اختتام نہیں۔ زود یا بدیر چند سالوں میں یا عشروں کے بعد اولاً تو روس میں رسمی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ اور پھر پیرانہ سری آئے گی جسکو روکا نہیں جا سکتا سوائے اس کے کہ یہ دوسروں کے خیالات سے متاثر ہو اور دوسرے رجحانوں سے ٹکرا کر اپنے لئے راستہ تلاش کرے۔ معیار ہمیشہ مقابلۃً مقرر کئے جا سکتے ہیں اور جن روسیوں کو معلوم نہیں یا وہ دس سالوں کی تنہائی میں بھول چکے ہیں کہ باقی دُنیا کدھر جا رہی ہے وہ مقابلہ کرنے کی قابلیت بھی کھو رہے ہیں دوسروں سے آزادانہ میل جول روسی معیاروں کو بلند کرتے ہیں۔ وہ دیگر صنعت میں بھی اور روزمرہ کی عادی زندگی میں بھی۔ اس علیحدگی و تنہائی کیلئے بیرونی دُنیا کی عداوت شعاری بھی جزواً ذمہ دار ہے کسی حد تک روسی افلاس بھی اس کا باعث ہے لیکن کسی حد تک حکمران جماعت کو بھی شبہ ہے کہ کہیں میل جول ایسے نہ ہو جائیں جن پر وہ قابو نہ پا سکے۔ یہ اچھا ہے کہ غیر ممالک کے لوگ روس میں سیاحت کیلئے جائیں لیکن یہ زیادہ مفید ہوگا کہ روسی غیر ملکوں کا سفر کریں۔

روس کو امن و صلح کی چیزوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے

لیکن روس کی ترقی کے لئے سب سے اہم شرط یہ ہے کہ اُسے امن و صلح نصیب ہو کہ

قوم نے جنگ عظیم میں ایسے نقصانات نہیں اٹھائے کسی قوم نے جنگ کے اور خانہ جنگی کے ایسے دردناک اور تباہ کن تجربے نہیں کئے جتنے اس نے کئے۔ وہ امن کی دل سے خواہاں ہے۔ گو اسی خیال سے کہ اسکو معلوم ہے کہ گو کوئی چھوٹی سی اور کامیاب مہم ہی ہو وہ بھی اس کے تعمیری کام میں خلل انداز ہوگی اور اسکی بحالیٔ صنعت کی کوششوں کو روک دیگی۔ اور روس کو انہیں خستہ حالیوں میں لوٹا دیگی۔ جن سے وہ نجات پاتی معلوم ہوتی ہے۔ روس نے استحقاق صلح اپنی مصیبتوں سے ہی حاصل نہیں کیا بلکہ اپنی کارگزاریوں سے بھی۔ تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ ہی زمانہ حال میں کوئی ایسا ملک صفحۂ عالم پر موجود ہے جہاں روس کی طرح تمام کی تمام قوم اس عزم راسخ سے کام کر رہی ہو کہ تمام آبادی کو انسانیت کاملہ کے قد و قامت تک پہنچایا جائے۔ اسکی غلطیاں بھی اسکی اعلیٰ خصائل کے نقائص سے پیدا ہوئی ہیں متعصب اور ناروادار تو وہ رہی ہے۔ لیکن کیا رواداری نے کبھی تعمیر بھی کی؟ کبھی کچھ بنا کر دکھایا بھی؟ یہ متشددانہ انتہا تک دوڑ جاگی۔ لیکن کبھی اعتدال نے بھی اقدام عمل کیا؟ اسنے ناقابل تسخیر جوانمردی سے اپنی کوششوں کو جامہ عمل پہنایا۔ محاصرے اور خانہ جنگی کے تاریک ایام میں سے گذرتے ہوئے اور ان مصائب سے دوچار ہوتے ہوئے جنکی نظیر زمانہ حال کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس نے اپنے غیر متزلزل صبر و استقلال سے اپنا حق احترام و اعتراف قائم کر لیا ہے۔ لیکن سب سے بالاتر اس نے اپنا حق امن منوا لیا۔

ورکرز پریس دفتر کرتی اخبار متصل ایم۔اے۔او کالج امرتسر

DATE	NO.	DATE	NO.
	1039		